نوائے افغان جہاد

ربیع الاول 1440ھ
نومبر ۲۰۱۸ء

تیری حرمتوں کی بابت،
میں بہر محاذ پہنچوں!

فتح شام کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب

حضرت باہلیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان میں ارشاد فرمایا:

"امابعد! قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہوگا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں ہو جاؤ گے اور کسی حق دار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اس کی بات مان کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے... اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا رزق دور ہوتا ہے... اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے، اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آجاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے لیکن اپنے مقدر سے زیادہ نہیں پا سکتا... گھوڑوں کو سدھاؤ، تیر چلانا سیکھو، مسواک کیا کرو، موٹا جھوٹا استعمال کرو، عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر لوگوں کے پڑوس سے بچو... اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اس دستر خوان پر بیٹھو جس پر شراب پی جائے... جب تم عجمیوں کے علاقہ میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کر لو تو پھر کمائی کے ایسے کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آسکو کیونکہ تمہیں اپنے علاقہ میں عنقریب واپس آنا ہے اور ذلت و خواری کو اپنی گردن میں ڈالنے سے بچو"۔

(حیاۃ الصحابہؓ ج ۳، ص ۴۵۵، ۴۵۴)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جب کہ لوگ حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے، جن سے خون ٹپک رہا ہو گا... یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے، لوگ دریافت کریں گے کہ: یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آگئے)؟ انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے، جنہیں رزق ملتا تھا''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۱۰

ربیع الاول ۱۴۴۰ھ
نومبر 2018ء

اس شمارے میں

اداریہ		
تزکیہ و احسان	سبیل النجاۃ	۵
	نماز میں خشوع و خضوع اور اللہ والے	۸
دروس حدیث	توحید باری تعالیٰ... سلسلہ دروس احادیث	۱۱
تذکرہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر	۱۳
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس!	ابو بکر الصدیق (رضی اللہ عنہ)... سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے	۱۸
گستاخوں پر زمیں تنگ رہے گی!	آسیہ معلونہ اور طریق محمدی ﷺ	۲۲
	آسیہ مسیح کا مقدمہ... ہم ضرور بولیں گے	۲۴
	شاتمین رسول کے تحفظ کا معاملہ	۲۵
	عقل تمام بولہب	۲۸
	گستاخِ رسول کی سزا صرف موت	۳۰
نشریات	شریعت کی حکمرانی بمقابلہ غیر شرعی قوانین	۳۱
فکر و منہج	ملفوظاتِ فقیہ العصر نور اللہ مرقدہ	۳۲
	برصغیر پاک و ہند میں اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش	۳۳
	اللہ اپنے پسندیدہ بندوں ہی پر آزمائش ڈالتا ہے	۴۰
	دین کے معلم کون؟ علمائے کرام یا ''مفکرین زمانہ''!	۴۲
پاکستان کا مقدر... شریعتِ اسلامی کا نفاذ	پاکستان میں حالات کی مختصر تصویر کشی	۴۳
	پوٹلی والیوں کی دعائیں اور بد دعائیں	۴۶
	سوشل میڈیا کی دنیا سے	۴۸
عالمی منظر نامہ	محمد بن سلمان اور جمال خاشقجی کن کن معاملات میں ہم خیال تھے؟	۵۱
عالمی جہاد	داعش کا جہادی مقاصد کو نقصان	۵۳
	عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ	۵۸
	عوام نے الیکشن سے بائیکاٹ کر کے امارت کے مؤقف کی عملی تائید کر دی	۵۹
	ملابر اور اختد کی ولولہ انگیز اور فاتحانہ رہائی	۶۰
	جہادِ افغانستان کی مختصر خبریں	۶۱
	مذاکرات کی منتیں کرتی ''سپر پاور''	۶۲
امارت اسلامیہ افغانستان کے دور میں	بامیان کے بت اور بُت شکن طالبان	۶۳
	اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے	

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔
nawai.afghan@tutanota.com
انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:
Nawai-afghan.blogspot.com
Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظام کفر اور اس کے پیروؤں کے زیر تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

بتلادو گستاخِ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے!

ماہِ ربیع الاول کے آغاز ہی سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے تذکروں کی محافل چہار جانب شروع ہو جاتی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں آمد کی خوشی میں جشن کا سماں ہوتا ہے، چراغاں سے گلی محلے اور گھر بار منور کیے جاتے ہیں، سڑکوں چوراہوں کی سجاوٹ اور بناوٹ کے مختلف انداز اپنا کر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، جلسوں، جلوسوں، محفلوں میں نعتیہ کلام کے ذریعے عشق رسول کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے اور یہ سب کچھ بارہ دن تک تواتر سے چلتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ ایک دو سال کا معاملہ نہیں بلکہ سالہا سال سے اسی ترتیب کو دہرایا جاتا ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دَم بھرنے والے امتی' ان تمام خود ساختہ امور کو اس محبت کے لوازم میں شمار کرتے ہیں اور چند دن ہی ان لوازماتِ محبت کو انجام دے کر باقی سارے سال کے لیے محبتِ رسول سے گویا "فارغ البال" ہو جاتے ہیں۔ نہ زندگیوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے، نہ معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عکس نظر آتا ہے، نہ معاشرت ہی نبوی معاشرت کے پیرائے میں ڈھلتی ہے، نہ شب وروز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کی کوئی گرمی محسوس ہوتی ہے، تعلیم، سیاست، معیشت سمیت کسی بھی اہم اور بڑے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ ہدایات کا گزر دکھائی نہیں دیتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کی نظروں کے سامنے روزانہ کی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے روگردانیوں اور اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے دینے کے مناظر گزرتے ہیں لیکن ہمارے ضمیر پر کوئی بوجھ، کوئی کسک اور کوئی ذرہ بھر تکلیف کا احساس نہیں ابھرتا اور بس "حال مست ومال مست" انداز میں ہم ہر چیز سے صرفِ نظر کر کے "تجھ کو پرائی کیا پڑی، اپنی نبیڑ تُو" پر ہی عمل پیرا رہتے ہیں! اسی پر بس نہیں بلکہ معروف شاعر پروفیسر عنایت علی خان کے بقول:

میں تیرے مزار کی جالیوں ہی کی مدحتوں میں مگن رہا

تیرے دشمنوں نے تیرے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا

آج دیکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چمن میں کیسے منظم اور وسیع پیمانے پر خزاں کے جال بچھا دیے ہیں۔ بات صرف مسلمانوں کی شریعت سے عدم توجہی تک نہیں رہی بلکہ اس شریعت کو لانے والی ہستی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شرق وغرب میں تضحیک واستہزا کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیوں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ جاری ہے۔ صلیبی کفار اپنے ممالک میں دھڑلے سے اپنی بدباطنی اور ازلی شقاوت کا اظہار کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ امت مسلمہ میں سے معدودے چند نوجوانوں کے علاوہ کوئی نہیں جو اُن کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں اُن کی زندگیوں کا دشمن بنا ہو۔ صلیبی مغرب پورے مذہبی جوش وخروش کے ساتھ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر رہا ہے اور جب کوئی کواشی برادران جیسے ابنائے امت 'انہیں اِن کے کیے کا مزہ چکھاتے ہیں تو پیرس کی سڑکوں پر دس لاکھ سے زائد دنیا بھر کے عوام وخواص کفار جمع ہو کر نعرہ زن ہوتے ہیں کہ "ہم سب چارلی ایبڈو ہیں"... ایسے میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امتِ مسلمہ کی طرف سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق اٹھیں اور جواب دیں کہ "ہم سب محمد بن مسلمہ ہیں، ہم سب کواشی ہیں"۔ لیکن امت نے تو وہن کی چادر تان رکھی ہے اور اپنی عاقبت سے بے پرواہ بس دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں ہی پر ریجھنے اور مرمٹنے پر راضی ہوئی بیٹھی ہے۔

ایسے میں کفارِ عالم نے صرف اپنے ممالک ہی تک اپنی خباثتوں کو محدود نہیں رکھا بلکہ مسلمانوں کے ممالک میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں گستاخیوں کو ایک "ٹرینڈ" کے طور پر متعارف کروایا اور ہر ہر گستاخِ رسول کی پوری طرح سے پشتی بانی کا ذمہ اٹھا۔ ملعون سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین ملعونہ سے آسیہ مسیح ملعونہ تک یہ طویل فہرست ہے۔ اس فہرست میں آسیہ ملعونہ اگرچہ نیا اضافہ نہیں ہے لیکن آٹھ سال بعد جس طرح

اُس کو پاکستان کی "اعلیٰ عدلیہ" نے "باعزت بری" کیا ہے، اُس بنا پر یہ پاکستان میں کام کرنے والی مغربی ایجنڈے پر عمل پیرا این جی اوز اور اہلِ صلیب کی بڑی کامیابی ہے۔ یاد رہے یہ وہی آسیہ ہے جس سے سلمان تاثیر نے گورنر پنجاب ہوتے ہوئے جیل میں ملاقات کی تھی اور پاکستانی قانون میں موجود قانون توہین رسالت کو "کالا قانون" قرار دیا تھا۔ اسی ہرزہ سرائی کی پاداش میں سلمان تاثیر' ممتاز قادری رحمہ اللہ کی گولیوں کا نشانہ بنا اور ممتاز قادریؒ کو بھی پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ گویا یہ ایسا مقدمہ تھا جس پر پوری دنیا کی عموماً اور کفارِ عالم کی خصوصاً نظریں تھیں۔ لاہور ہائی کورٹ نے تمام آثار و شواہد کی بنا پر آسیہ کو گستاخی رسول کا مرتکب قرار دے کر سزائے موت کا فیصلہ سنایا، جس پر سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی۔ جس کا فیصلہ ۳۱ر اکتوبر کو آیا اور اس فیصلے میں آسیہ ملعونہ کو "باعزت بری" کر دیا گیا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے موقع پر سپریم کورٹ کے جج سعید کھوسہ نے ۸ر اکتوبر کو ریمارکس دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ: "اس وقت ہم قرآن کریم کو ڈسکس نہیں کر سکتے کیونکہ یہاں جو قانون ہے وہ برطانوی قانون ہے اس لیے قرآن کے دلائل نہیں دیے جاسکتے"۔ کیا یہ ہیں وہ جج جن سے کسی گستاخ رسول کو قرار واقعی سزا دینے کی امید باندھی جاسکے؟ جس عدالت نامی بت کدوں میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کے بجائے انگریز کافر کے کافرانہ قوانین پر فیصلے ہوتے ہوں، ان سے خیر کی توقع کیونکر رکھی جاسکتی ہے؟

سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ حکم بغیر ما انزل اللہ کا جرم کرنے والوں کو واضح الفاظ میں کافر، ظالم اور فاسق فرماتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جسے "مولوی کا فتویٰ" قرار دے کر دامن جھاڑ لیا جائے بلکہ یہ الفاظ اور فیصلہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہے۔ دیکھئے کیا فرمایا جارہا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدۃ:۴۴)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو یہی کافر ہیں"۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدۃ:۴۵)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو یہی ظالم ہیں"۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدۃ:۴۷)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو یہی فاسق ہیں"۔

اب جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ القاب مل جائیں اُن سے یہ توقع لگانا کہ وہ گستاخ رسول کو سزا دیں کہ حد درجہ سادگی ہے یا بے وقوفی اور احمق پن! یہاں صرف محبانِ رسول کو پھانسیاں دی جاتی ہیں جب کہ گستاخ رسول تو یہاں آزادی سے گھوم رہے ہیں!

ایسا نہیں ہے کہ شعائر اسلامی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کو چھوٹ دینے کا یہ واحد معاملہ ہو بلکہ اس سے قبل ایبٹ آباد میں رمشا مسیح کو قرآن مجید کی سر عام توہین کرنے کے باوجود حکومتی سرپرستی میں ملک سے فرار کروایا گیا، اس کے علاوہ بھی متعدد مثالیں ہیں جن میں مغرب نواز این جی اوز اور صلیبی ممالک کے دباؤ پر گستاخی کے مرتکب افراد کو پورا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ملک سے باہر بھجوایا گیا۔ گویا اس ملک کے بھنگیوں اور چوڑوں کے ہاتھ ایک ایسا گُر آ گیا جس کو استعمال کر کے وہ بآسانی یورپی ممالک کی شہریت اور تمام دیگر سہولتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اور وہ گُر یہی ہے کہ شعائر اسلامی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کی توہین کی جائے، جس کے بعد عام مسلمان آبادی مشتعل ہو اور صلیبی ممالک کے گماشتے اِن بھنگیوں کو اِن کے "کارنامے" کے انعام میں کسی بھی یورپی ملک میں سیٹل کروادیں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ ریاستی اداروں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے آج تک پاکستان میں توہین رسالت کا قانون ہونے کے باوجود توہین واہانت کے کسی ایک مجرم کو بھی سزا نہیں ملی بلکہ تمام مجرموں کو ریاستی اداروں کے تعاون سے اُن کی منشاء و مرضی کے مطابق برطانیہ، کینیڈا یا امریکہ روانہ کر دیا گیا۔ اب بھی آسیہ کے شوہر نے امریکی صدر، برطانوی وزیر اعظم اور کینیڈین وزیر اعظم سے اپیل کی ہے کہ اُسے اور اُس کی بیوی کو پاکستان سے نکالنے میں مدد کی جائے! جب کہ برطانیہ، فرانس، سپین اور اٹلی نے ملعونہ اور اُس کے خاندان کو پناہ دینے کی پیش کش کی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد برطانوی پارلیمان میں چیف جسٹس ثاقب نثار کو بطور ہیرو پیش کیا گیا اور برطانوی وزیر اعظم تھریسا نے پارلیمان میں کھڑے ہو کر تالیوں کی گونج میں اس فیصلے کو سراہا اور ثاقب

نثار کو ہیرو قرار دیا۔ اسی طرح امریکی نائب صدر مائیک پنس نے بھی فیصلہ پر بغلیں بجائیں اور اسے ”آزادی کی فتح“ قرار دیا۔ کفر کے سرداروں اور دنیا بھر کی صلیبی تنظیموں کی دیدنی خوشی، مسرت اور فرحت و شادمانی میں آپے سے باہر ہونے کے مناظر کیا یہ بتانے کے لیے کافی نہیں ہیں کہ ملعونہ کی بریت کا فیصلہ قطعی طور پر پاکستانی سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ یہ صلیبی اماموں کی ہدایات اور احکامات کی سربسر پیروی ہے اور کفار کی خوشنودی کے لیے یہ ”گرانقدر تحفہ“ اُن کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ آسیہ مسیح کی بریت کے جرم میں صرف ”اعلیٰ عدلیہ“ ہی ملوث نہیں ہے بلکہ اول دن سے تمام ادارے اس کیس میں مغربی آقاؤں کے احکامات کے مطابق ملعونہ کے ساتھ کھڑے رہے۔ اسی لیے گورنر کے عہدے پر فائز شخص اس ملعونہ سے جیل میں ملاقات کرکے باقاعدہ پریس کانفرنس کرتا رہا' جسے ہائی کورٹ نے توہین رسالت کی مجرمہ قرار دیا تھا۔ پھر جب یہ گورنر ان شنیع حرکات کی بنیاد پر اپنے انجام کو پہنچا تو اس کے قاتل کی پھانسی کے موقع پر پوری دنیا نے دیکھا کہ پاکستانی قوم ایک طرف (یعنی ممتاز قادری کے حق میں) کھڑی تھی' جس کی واضح دلیل ممتاز قادریؒ کا جنازہ تھا جس میں بلاشک وشبہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ جب کہ دوسری طرف حکومتی اور ریاستی ادارے تھے جنہوں نے اولاً ممتاز قادریؒ کو پھانسی چڑھایا اور پھر اُن کے جنازے میں لاکھوں شرکا کے باجود اس کا مکمل میڈیا بلیک آؤٹ کیا گیا اور میڈیا میں یک سطری خبر تک نہیں چلنے دی گئی۔ اب بھی آسیہ مسیح کی بریت کے فیصلے میں اکیلے سپریم کورٹ کے جج ہی مجرم نہیں ہیں بلکہ اس فیصلے کو حکومت، پارلیمان اور عسکری اداروں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ صلیبی کفار کی طرف سے اس مقدمہ پر آسیہ کو رہا کرنے کے احکامات سے سرِ مو سرتابی کا کسی میں بھی حوصلہ نہیں! چاہے وہ سول حکومت ہو، عدلیہ ہو یا فوج اور خفیہ ایجنسیاں!

کسی نے بالکل سچ کہا تھا کہ ”گستاخوں کا فیصلہ قاضی نہیں غازی کیا کرتے ہیں“۔ بلاشبہ آج امت کو غازیوں کی ضرورت ہے! ناموس رسالت کی حفاظت کے غازیوں کی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ پر رکیک حملے کرنے والوں کا ناطقہ بند کردینے والے غازیوں کی! سیدنا محمد بن مسلمہؓ، سیدنا عمیر بن عدیؓ، سیدنا عبداللہ بن عتیکؓ، غازی علم الدین شہیدؒ، غازی عبدالقیوم شہیدؒ عامر چیمہ شہیدؒ، کواشی برادرانؒ، ممتاز قادری شہیدؒ اور جنید لطیف گجر فرج اللہ عنہ جیسے غازیوں کی! یہ غازی ہی اس امت کی لاج رکھنے والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے دفاع کا حق ادا کرنے والے ہیں! کیونکہ انہوں نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ہستی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس سے بڑھ کو کائنات میں اور کوئی شے نہیں! پوری دنیا کا ایک لمحہ میں خاکستر ہو جانا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کوئی ملعون' اشارتاً یا کنایتاً بھی طعن کرے! ایسے ملعونوں کا علاج صرف اور صرف یہی ہے کہ ضربِ کاری سے ان کی گردنیں ماری جائیں اور ان سے کسی قسم کی رو رعایت کا معاملہ روا نہ رکھا جائے! یہ راہِ عمل ہے اور اسی راہِ عمل کو اپنانے والے ماضی میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”قد افلح الوجوہ“ کی بشارتیں سنتے رہے ہیں اور نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر بھی اس طرح ملیں گے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ”قد افلح الوجوہ“ کی خوش خبریاں ارشاد فرما کر اُنہیں جامِ کوثر سے سیر اب فرمائیں گے! باقی رہے دشمنان اور گستاخانِ رسول اور اُن کے حواری، مددگار اور حامی' تو وہ دنیا میں چند روزہ عشرت کے سامان سے مستفید ہو لیں، بالآخر یہاں بھی رسوائی سمیٹ کر فنا ہوں گے اور آخرت کی ذلتوں کو بھی بھگتیں گے۔

اللھم انا نسئلک حبک وحب نبیک۔ اللھم انا نعوذبک من سخط الدنیاوعذاب الآخرۃ۔

☆☆☆☆☆☆

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

غیبت کا نقصان اور اس کی شدت:

آج کل شیطان زبان کے گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ کچھ نہ ہوا۔ بڑے بڑے گناہ جس میں آج کل عام ابتلا ہے... بدگمانی، بدگوئی، بدنگاہی اور حسد ہے۔ غیبت ایسا گناہ ہے کہ جس میں شیطان اہلِ اصلاح کو بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الغيبة اشد من الزنا

"غیبت جو زبان کا گناہ ہے زنا سے زیادہ شدید ہے"۔

صحابہ رضی اللہ عنھم کو اس پر تعجب ہوا کہ غیبت زنا سے کیسے شدید ہے تو انہوں نے سوال کیا:

يارسول الله وكيف الغيبة اشد من الزنا

"یارسول اللہ غیبت کس طرح زنا سے زیادہ شدید ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

ان الرجل يتوب فيتوب الله عليه وان صاحب الغيبة لا يغفرله حتى يغفرهاله صاحبه(مشكوة جلد٢ ص٤١٥)

"انسان زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں اور غیبت کرنے والے کی معافی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ صاحبِ معاملہ اس کو معاف نہ کرے"۔

معلوم ہوا کہ غیبت کا گناہ زنا سے اس لیے بڑھا ہوا ہے کہ زنا کو اللہ تعالیٰ توبہ اور استغفار سے معاف کر دیں گے۔ مگر غیبت کی توبہ ہی نہیں سوائے اس کے کہ صاحبِ حق سے معاف کرایا جائے۔ جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگی جائے۔ اگر کوئی ہزار رکعتیں اور حج و صدقات کا ثواب لے کر معاف کرنا چاہے تو دینا پڑے گا۔ لہٰذا نیکیاں اور طاعات خوب ہوں مگر غیبت کرنے پر سب دوسروں کے اعمال نامہ میں چلی جائیں گی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا کہ ہمارے مشائخ غیبت نہ کرنے پر بیعت لیتے اور اتنا احتیاط کرتے کہ اس زمانہ کے ایک بزرگ حضرت اکمل الدین رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ کسی کو اس شرط پر مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دیتے کہ کسی کی غیبت نہ کرے گا ورنہ مجلس سے اٹھا دیتے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ امام شعرانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ کسی نے غیبت شروع کر دی۔ آپؒ نے فرمایا لوگ پہلے روٹی کھلاتے ہیں، تم نے بوٹی پہلے کھلا دی اور بغیر کھائے اُٹھ آئے۔

فضول گوئی کا انجام:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"بزرگوں نے اس میں یعنی زیادہ بولنے میں یہ نقصان دیکھا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ زیادہ بک بک کرتے ہیں وہ جھوٹ اور غیبت میں ضرور مبتلا ہو جاتے ہیں اور کثرتِ کلام کے ساتھ ہر بات سوچ کر کرنا جو تدبیر ہے معاصیٔ لسان سے بچنے کی دشوار ہے اور اگر بالفرض کوئی گناہوں سے بچا بھی رہا تو ایک نقصان سے کسی طرح نہیں بچ سکتا، وہ نقصان کیا ہے؟

دل زِ پُر گفتن بمیرد در بدن

گرچہ گفتارت بود دُرِّ عدن

دل بہت بولنے سے بدن میں مر جاتا ہے، اگرچہ تیری گفتگو عدن کا موتی ہو۔ یعنی کثرتِ کلام سے دل مر جاتا ہے، ظلمت پیدا ہو جاتی ہے، قساوتِ قلب پیدا ہو جاتی ہے۔ (تقلیل الطعام: ص ۶۲)"۔

ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں کہ

"اعمال واحوال سے جو نور قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ اس زبان کی بے احتیاطی سے اکثر زائل ہو جاتا ہے۔ بس اسباب کو جمع کرنے کے ساتھ موانع کو بھی رفع کرنا چاہیے تب ثمرہ مرتب ہوگا (انفاسِ عیسیٰ: ص ۱۸۴)"۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

"حضراتِ عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک پھیری والا دن بھر "لے لو امرود" پکارتا پھرے تو ذرہ برابر قلب میں اس سے ظلمت نہ آئے گی کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے"۔(انفاسِ عیسیٰ:ص ۱۸۵)

حیاتِ قلب کی اہمیت:

قلب میں ظلمت اور قساوت سے کیا ہوتا ہے؟ اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ وہ بلا ہے کہ جس کے بعد کسی گناہ میں مبتلا ہو جانا بھی بعید نہیں۔ ساری طاعات کا مدارِ حیات قلب پر ہے۔ نیک کاموں کی توفیق نورِ قلب سے ہوتی ہے اور تمام معاصی کا منشا قساوت وظلمتِ قلب ہی ہے۔ جب قلب میں حیات ونور ہی نہ رہا بلکہ اس کے بجائے قساوت وظلمت پیدا ہو گئی تو اب یہ شخص سب گناہوں کے قابل ہو جاتا ہے۔ پس کثرتِ کلام کے ساتھ گناہوں سے بچنا چند دن کا ہوتا ہے پھر معاصی کی طرف میلان ہونے لگتا ہے"۔(تقلیل الطعام:ص ۶۳)

کم گوئی کا فائدہ:

تو زبان کی بے احتیاطی کے یہ نقصانات اور خرابیاں ہیں۔ اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ بولنے میں احتیاط برتی جائے۔ بقدرِ ضرورت زبان کو استعمال کیا جائے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصمت حکم وقلیل فاعله(کنوز الدقائق علی بامش الجامع الصغیرج۲،ص۳)

"خاموشی حکمت ہے اور اس پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں"۔

ایک حدیث میں ہے:

من صمت نجا

"جو خاموش رہا اس نے نجات پائی"۔(مشکوۃ ج ۲ ص ۴۱۳)

ایک اور حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الأخر فلیقل خیر اور یصمت

"جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ گفتگو کرے تو اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے"۔(ریاض الصالحین:ص ۵،۴)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذا الحدیث صریح فی انه لا ینبغی ان لا یتکلم الا اذا کان الکلام خیرا وهوا الذی ظهرت المصلحة ومن شک فی ظهور المصلحة فلا یتکلم(ریاض الصالحین:ص ۵۲۴)

"یہ حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لیے مناسب ہے کہ گفتگو خیر ہی کرے اور عمدہ گفتگو وہی ہے جس کا کہنا مفید ہو اور جس بات کا مفید ہونا مشکوک ہو اس کو زبان سے نہ نکالے"۔

بولنے میں احتیاط یہ کمال ہے:

معلوم ہوا کہ کم بولنا اور بولنے میں احتیاط کرنا یہ خوبی اور کمال کی بات ہے۔ اہل اللہ اور بزرگانِ دین زبان کے سلسلہ میں محتاط رہتے تھے تاکہ کہیں اس کا گناہ نہ ہو جائے اور س کے لیے تدبیریں اختیار کرتے تھے۔ حضرت ربیعؒ کا معمول تھا کہ

اذااصبح وضع قرطاسا نقیا وقلما فتکلم تکلم به کتبه ثم یحاسب نفسه عند المساء هذا (مرقات: ج۹،ص۱۵۲)

"جب صبح ہوتی تو اپنے پاس ایک سادہ کاغذ اور قلم رکھ لیتے اور جب گفتگو کرتے تو اس کو لکھ لیتے پھر شام کے وقت اس سلسلہ میں اپنے نفس سے محاسبہ کرتے"۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا:

"ایک بزرگ کسی کے یہاں تشریف لے گئے اور دروازہ پر پہنچ کر پکارا، اندر سے جواز آیا کہ نہیں ہیں، پوچھا کہاں ہیں؟ جواب ملا خبر نہیں۔ تو یہ بزرگ صرف بات پر کئی عرصہ تک روتے رہے کہ میں نے ایسا فضول سوال کیوں کیا کہ کہاں ہیں؟ میرے نامۂ اعمال میں فضول بات درج ہو گئی

حالانکہ مومن کی شان یہ ہے کہ والذین هم عن اللغو معروضون"

(کمالاتِ اشرفیہ: ص ۲۸۷)

جب ان حضرات کا یہ معاملہ ہے تو ہم لوگوں کو تو اور بھی زیادہ زبان کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔

کلام کے اقسام اور اُن کا حکم:

اس لیے جب گفتگو کی جائے تو پہلے سوچ لیا جائے کہ جو بات کہنا ہے وہ مناسب ہے یا نہیں۔ اگر مناسب ہے تو کہے ورنہ خاموشی بہتر ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے باتوں کی چار قسمیں بتائی ہیں:

۱۔هو ضرر محض   وہ باتیں جن سے محض نقصان ہوتا ہے۔

۲۔مافيه ضررومنفعة   وہ باتیں جو نفع وضرر دونوں کے پہلو لیے ہوتی ہیں۔

۳۔مالامنفعة فيه ولا ضرر فهو فضول   وہ باتیں جو نہ نفع بخش ہیں نہ ضرر رساں، وہ فضول ہوتی ہیں۔

۴۔وہ باتیں جو محض مفید اور کارآمد ہوتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان میں کن باتوں کو اختیار کیا جائے اور کن باتوں سے پرہیز کیا جائے؟ تو فرماتے ہیں کہ پہلی قسم کی باتوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔فلابد من السكوت عنه۔ دوسری قسم کی گفتگو کا بھی یہی حکم ہے۔ اب رہ گئی تیسری قسم کی گفتگو جو کہ فضول ہے، اس میں مشغول ہونا اضاعتِ وقت اور نقصان کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں۔

الاشتغال به تضييع زمان وهوعين الخسران ظاهرا

"اس میں مشغول ہونا یہ اضاعت وقت ہے جس کا عین خسران ہونا ظاہر ہے"۔

اب رہ گئیں وہ باتیں جن میں صرف نفع کا پہلو ہے تو ان میں بھی کبھی ایسی چیزوں کی آمیزش ہو جاتی ہے جو نقصان دہ ہوتی ہیں۔

فلايبقى الا القسم الرابع وفيه خطر اذ قد يخرج به مافيه اثم

"اب صرف چوتھی قسم باقی رہ گئی، اس میں بھی نقصان کا خطرہ ہے کیونکہ بسا اوقات اس میں بھی معصیت اور گناہ کی آمیزش ہو جاتی ہے"۔

آسان اور کثیر الثواب اعمال کا اہتمام ہونا چاہیے:

اسی کے ساتھ ایسے چھوٹے چھوٹے کام کثرت سے کیے جائیں کہ جن پر زیادہ ثواب ہے۔ جیسا کہ میں اکثر طالبین اور طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ مثلاً جمعہ کے ایسے چند اعمال ہیں کہ ان کا ثواب زیادہ ہے اور کام بہت سہل اور آسان ہیں اور اس کا بار بار مذاکرہ کیا جاتا ہے تا کہ یاددہانی اور استحضار رہے جس سے عمل میں آسانی ہو جائے گی۔ وہ اعمال یہ ہیں:

۱۔ غسل کرنا   ۲۔اچھے کپڑے پہننا   ۳۔جمعہ کے لیے جلدی جانا

۴۔پیدل جانا   ۵۔امام کے قریب بیٹھنا ۶۔خطبہ غور سے سننا

۷۔کوئی لغو کام نہ کرنا۔

ان اعمال کے کرنے پر فرمایا گیا:

بكل خطوة عمل سنة اجرصيامها وقيامها(ترمذی،ابوداؤد، نسائی،ابن ماجه)

"ہر ہر قدم پر ایک سال نفل روزے اور نماز کا ثواب ملے گا"۔

مشہور محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

قال بعض الائمة لم نسمع فى الشريعة حديثا صحيحا مشتملا على مثل هذا الصواب(مرقات: ج۲،ص۲۵۲)

"بعض ائمہ حدیث نے فرمایا کہ ہم نے شریعت اسلامیہ میں ایسی فضیلت والی صحیح حدیث اس کے علاوہ نہیں سنی"۔

تو کہہ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات کے لیے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

نماز میں خشوع وخضوع اوراللہ والے

مفتی عبدالباقی

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی حیات طیبہ میں جھانک کر دیکھیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کی آواز سنتے تو چہرے کی کیفیت بدل جاتی۔ صدیقہ بنت صدیق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں:

”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ دل لگی کرتے ہوتے، اسی اثناء جب موذن اذان دیتا تو ایسا لگتا کہ نہ وہ ہمیں پہچان رہے ہیں اور نہ میں آپ کو پہچان رہی ہوں“۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي ولجوفه أزيزكأزيز المرجل من البكاء۔(ابوداؤد،نسائی،وصححه الالبانی)

”میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز ادا کر رہے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہانڈی سے نکلتی ہے“۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان میں اور ہم میں کیا نسبت، تو لیجئے اللہ والوں کی زندگی سے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

☆حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ جب وضو سے فارغ ہوتے تو نماز اور وضو کے بیچ آپ کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی۔ جب آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

ويحكم أتدرون الى من أقوم ومن أريد أن أناجي؟

”تمہیں پتہ ہے کہ کس کے سامنے ہم کھڑے ہونے جا رہے ہیں اور کس سے سرگوشی کرنا چاہتے ہیں“۔(حلیۃ الاولیاء ۳/۱۳۳)

☆ابراہیم التیمی رحمہ اللہ جب سجدہ کرتے تو پرندے ان کے پشت پر آکر نہایت اطمینان سے بیٹھ جاتے گویا کہ کٹے ہوئے درخت کا باقیماندہ تنا ہیں۔

☆ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ کو سجدے کی حالت میں دیکھا، ان کے سجدے کی طوالت کا یہ عالم تھا کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو کہتے کہ یہ مر چکے ہیں۔

اللہ اکبر! کیسے کیسے اللہ والے گذرے ہیں جن کو دیکھنے کے لیے آج آنکھیں ترستی ہیں

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی

اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

آج بھی ہم اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع اللہ والوں کی نقل کر کے پیدا کر سکتے ہیں البتہ شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے ذہن سے اس شبہ کو نکال باہر کریں کہ ہم خشوع اختیار نہیں کر سکتے، یہ دراصل شیطانی وسوسہ ہے جو ایک انسان کے اندر پیدا کرتا ہے تاکہ وہ مناجات کی لذت سے محروم رہ جائے۔ تو آیئے اب ہم ان وسائل کو جانتے ہیں جو ہماری نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کرنے میں معاون بن سکتے ہیں:

نماز میں خشوع وخضوع کے وسائل:

اللہ والوں کے ملفوظات سے وہ وسائل کشید کر کے آپ کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں جن سے نماز میں خشیت پیدا کی جاسکتی ہے۔ نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے والے وسائل دو طرح کے ہیں، ایک کا تعلق بیرونِ نماز سے ہے اور دوسرے کا تعلق اندرونِ نماز سے ہے۔ جن کا تعلق بیرونِ نماز سے ہے ان میں مثلاً اللہ پاک کو الوہیت وربوبیت اور اسماء وصفات میں ایک جاننا، دل میں اخلاص کا وجود، خلوت وجلوت دونوں میں اللہ پاک کی نگرانی کا احساس، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص اطاعت اور متابعت کا جذبہ، ماموارت کی انجام دہی اور منہیات سے اجتناب، حرام غذا اور حرام لباس سے کلی احتراز، خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے والوں کی صحبت وہم نشینی اور اللہ تعالیٰ کے جناب میں بکثرت دعا وگریہ وزاری کہ اللہ پاک ہماری نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرے۔ اور جن وسائل کا تعلق اندرون نماز سے ہے وہ درج ذیل ہیں:

نماز کی تیاری کریں:

☆مؤذن کی اذان سنیں تو پوری خاموشی کے ساتھ کلمات اذان دہراتے رہیں، پھر اذان کے بعد کی دعا کی فضیلت کو اپنے ذہن ودماغ میں بٹھائے ہوئے اس کا اہتمام کریں، حتی المقدور اذان اور اقامت کے بیچ دعا کریں۔

☆اچھی طرح وضو کریں، وضوسے پہلے مسواک کر لیں، اور بسم اللہ کہتے ہوئے وضو شروع کریں، ہر عضو کو دھوتے ہوئے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھائیں کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر آپ سے جو گناہ سرزد ہوا تھا اعضائے وضو کو دھلتے ہی وہ سارے گناہ بھی دھل جائیں گے، اور اس فضیلت کو بھی ذہن میں تازہ رکھیں کہ وضو کے باعث اہل ایمان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے اور اسی کے باعث وہ میدان محشر میں دوسری امتوں کے بیچ ممتاز ہوں گے۔ جب وضو کے ایک ایک نکتے کو ذہن میں تازہ رکھا جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ نماز خشوع وخضوع سے لبریز نہ ہو۔

☆ نماز سے پہلے زینت اختیار کرلیں، لباس صاف ستھرا ہو، اگر خوشبو میسر ہو تو خوشبو بھی لگالیں، ذرا غور کریں کہ جب ہمیں کسی پارٹی میں جانا ہوتا ہے تو کس انداز میں تیاری کرتے ہیں چہ جائے کہ مالک الملک رب کائنات کے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ صاف ستھرے ملبوسات زیب تن کرنے سے نفسیاتی طور پر بھی راحت ملتی ہے اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔

☆ جب مسجد کا رخ کریں تو اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالیں کہ اللہ کے گھر کا قصد کر رہے ہیں جو اسے روئے زمین کی ساری جگہوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اور حبیب کی عادت ہوتی ہے کہ اگر اپنے محبوب کو نہ پاسکے تو اس کے گھر کا قصد کرتا ہے، اور یہ اعزاز کیا کم ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں داخل ہونے کی توفیق عنایت فرمائی۔

☆ ان نبوی بشارتوں کو بھی ذہن میں تازہ کریں کہ ہر ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہو رہا ہے اور ایک درجہ بلند ہو رہا ہے، مسجد کی طرف جاتے وقت آپ پر سکون اور طمانیت طاری ہو، نماز سے پہلے مسجد پہنچیں اور وہاں بیٹھ کر نماز کا انتظار کریں، کیوں کہ اتنی دیر آپ کا انتظار کرنا بھی نماز میں شامل کرلیا جاتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں کہ " اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اس پر مہربان ہو جا"۔

☆ نماز شروع کرنے سے پہلے ان تمام چیزوں سے خود کو فارغ کرلیں جو نماز میں تشویش کا باعث بن سکتی ہوں، مثلاً نماز کے لیے پر سکون جگہ کی تلاش کریں جو شور و غوغا سے بالکل دور ہو، سامنے کے پردے یا جائے نماز پر ایسا نقش و نگار نہ ہو جو خشوع و خضوع میں خلل پیدا کرے۔ اگر کھانے کی خواہش ہو یا قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو نماز سے قبل اس سے فارغ ہو جائیں۔

غرضیکہ خشوع و خضوع میں جو چیزیں رکاوٹ بن سکتی ہوں ان سے چھٹکارا حاصل کرکے قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے، صفیں سیدھی کرلیں، اگر صفوں کے بیچ خالی جگہ ہو تو اسے پُر کرلیں مبادا کہ شیطان بیچ میں داخل ہو جائے۔

اللہ کی عظمت کو ذہن میں بٹھالیں:

نماز شروع کرنے سے پہلے اس ذات کی عظمت پر غور کرلیں جس کی عبادت کرنے جا رہے ہیں۔

☆ دل میں اپنے محبوب کے تئیں محبت کے جذبات ہوں، جس نے آپ کو انمول جسم عطا کیا اور ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔

☆ دل میں حیا کے جذبات پیدا ہوں کہ اس ذات کی عنایت کردہ نعمتوں میں دن رات پلنے کے باوجود اسی کے سامنے ہر دم اس کی نافرمانی کی جرات کرتے ہیں، اگر وہ چاہتے تو فوراً زمین کو بدلہ لینے کا حکم دیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ نہایت بردبار اور شفیق ہیں۔

☆ دل میں ان کی ہیبت کے جذبات پیدا ہوں، وحی کے فرشتے حضرت جبریل امین کی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ معراج کی رات اللہ کی خشیت سے بوسیدہ ٹاٹ کی مانند ہو چکے تھے۔ مالک کے اوامر کی تعمیل میں ان گنت فرشتے ہمہ تن لگے ہیں، کتنوں کا کام محض عبادت ہے، کتنے رکوع میں ہیں تو کتنے سجدے میں، اور قیامت کے دن ان کی مٹھی میں آسمان و زمین ہوں گے۔ لہٰذا جب ہاتھ باندھتے ہوئے 'اللہ اکبر' کہیں تو اس کے معنی پر غور کرلیں کہ اللہ پاک سب سے بڑا ہے، جس کے قبضے میں ساری کائنات ہے۔ جب یہ کیفیت آپ کے ذہن میں بیٹھے گی تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ تذلل وانکساری کا پیکر بنے پورے خشوع و خضوع سے نماز کی طرف لپکیں گے؟

موت کی یاد تازہ کرلیں:

نماز میں داخل ہوتے ہی موت کی یاد تازہ کرلیں اور یہ خیال کریں کہ شاید اس کے بعد آپ کو کوئی نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے اور یہ نماز آخری نماز ثابت ہو۔ اللہ کے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

اذکر الموت فی صلاتک فان الرجل اذا ذکر الموت فی صلاته لحری ان یحسن صلاته وصلِّ صلاة رجل لایظن أنه یصلی غیرها (السلسلة الصحیحة ۱۴۲۱)

" اپنی نماز میں موت کو یاد کر، کیونکہ جب ایک شخص اپنی نماز میں موت کو یاد کرتا ہے تو زیادہ مناسب ہے کہ وہ اپنی نماز کو ٹھیک ٹھاک ادا کرسکے، اور ایسے آدمی کی طرح نماز ادا کر جسے امید نہ ہو کہ وہ دوسری نماز ادا کر سکے"۔

احسان کی کیفیت پیدا کریں:

نماز کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی اپنے اندر یہ تصور پیدا کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے سامنے نماز ادا کر رہے ہیں، اور یہی احسان کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ یا کم از کم یہ خیال پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ان کی نگرانی سے ہم ایک لمحہ کے لیے بھی اوجھل نہیں ہیں۔ خدارا ہمیں بتائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ پورے جلال و جمال کے ساتھ ہمارے سامنے ہوں اور ہمیں نماز ادا کرنے کا حکم دیں تو آخر اس وقت ہماری کیفیت کیسی ہوتی؟ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

الاحسان أن تعبدالله کأنک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک

" اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر ایسا نہ ہوسکے تو کم از کم اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔

لیکن یہ کیفیت کب پیدا ہو گی؟ جب کہ دل دنیاوی آلائشوں سے پاک وصاف ہو، دل میں اللہ کی نگرانی اس کے سامنے جوابدہی کا احساس ہو اور ذہن میں آخرت کی فکر رچی بسی ہو۔

ذہن میں مناجات الٰہی کا تصور پیدا کریں:

اس تصور کو ذہن میں بٹھائیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہیں، ان سے سرگوشی کر رہے ہیں، اپنا مطلوب اپنے پروردگار کو سنا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان أحدكم اذا قام يصلى فانما يناجى ربه فلينظر كيف يناجيه (مستدرك حاكم)

"جب تم میں کا ایک شخص نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے لہذا دیکھ لے کہ اس سے کیسے سرگوشی کر رہا ہے"۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں بانٹ دیا ہے، آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا حصہ میرے بندے کا، اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے، چنانچہ جب بندہ الحمدلله رب العالمين کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، جب بندہ الرحمن الرحيم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی، جب بندہ مالك يوم الدين کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعظیم کی، اور جب بندہ اياك نعبد واياك نستعين کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا"۔ (صحیح مسلم)

اسی لیے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر آیت کے بعد ذرا ٹھہرو گویا کہ اپنے رب کا جواب سن رہے ہو... یہی نہیں بلکہ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ اپنے بندے کے چہرے کی طرف گاڑ دیتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاذا صليتم فلاتلتفتوا،فان الله ينصب وجهه لوجه عبده فى صلاته مالم يلتفت(بخارى)

"جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو بے توجہی مت برتو کیونکہ نماز میں اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ اپنے بندے کے چہرے پر گاڑ دیتے ہیں جب تک بندہ بے توجہی نہیں برتتا"۔

ایک اثر میں آتا ہے کہ جب بندہ نماز میں بے توجہی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الى خير منى الى خيرمنى

"کیا مجھ سے بہتر کی طرف، کیا مجھ سے بہتر کی طرف؟"

سبحان اللہ! اگر ہر نمازی بحالتِ نماز اس تصور کو اپنے ذہن میں بٹھائے رہے گا تو یقیناً اسے بے انتہا خشوع حاصل ہو گا اور کیوں نہ حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے مخاطب ہے اور اسے اس کا مطلوب پورا کر رہا ہے۔

نماز کی سورتوں اور اذکار کے معانی پر غور کریں:

نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں اور اس کے اذکار مثلاً ثنا، سورۃ فاتحہ، رکوع وسجدہ کی تسبیحات اور درود شریف وغیرہ کے معانی ومقاصد پر بھی غور کریں۔ یعنی نماز کی جس کیفیت میں ہوں اس کیفیت کے اذکار کے معانی ومفاہیم کو اپنے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کریں۔ اگر عربی نہ جانتے ہوں تو کم از کم ان کا مطلب اور معنی یاد کر لیں اور انہیں پڑھتے وقت یہ دھیان رکھیں کہ ان کے ذریعہ اپنے منعم حقیقی سے کیا عرض کر رہے ہیں۔ نماز کے ہر عمل کو سوچ سوچ کر ادا کریں کہ آپ فلاں عمل کرنے جا رہے ہیں مثلاً جب آپ قیام میں ہوں تو قیام کی سورتوں اور ان کے ادعیہ پر غور کریں، ان کے معانی ومفاہیم کو ذہن میں مرتسم کریں، رکوع میں جائیں تو 'سبحان ربى العظيم' کہتے ہوئے اپنے رب کی عظمت کو دل پر طاری کریں، پھر جب سجدہ میں جائیں تو 'سبحان ربى الا على' کہتے ہوئے اپنے رب کی بلندی کو ذہن میں تازہ کریں اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کریں کہ میں اپنے سر کو رب ذوالجلال والاکرام کے سامنے رکھے ہوا ہوں اور زبان سے ان کی پاکی بیان کر رہا ہوں۔ اسی طرح درود شریف پڑھتے ہوئے یہ خیال کریں کہ فرشتے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت ہمارا نام لے کر یہ درود مبارک پیش کر رہے ہیں اور آپ علیہ السلام جواب دے رہے ہیں۔ جب توجہ آیات وادعیہ کے معانی پر مرکوز ہو گی تو خیالات یکسو ہو جائیں گے، آپ کے اندر گردوپیش سے بے خبری پیدا ہو جائے گی۔ اس طرح پورے طور پر خشوع وخضوع سے نماز ادا کر سکیں گے۔

سکون واطمینان سے نماز کی ادائیگی کریں:

نماز کے ہر عمل کو نہایت اطمینان اور سکون سے ادا کریں، اگر رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ پورے اطمینان سے ادا نہ کیا جائے تو نماز کے اندر کسی صورت میں خشوع وخضوع پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ جلدبازی نماز کی روح کو نکال دیتی ہے۔ اسی طرح نماز کی سورتوں کو ٹھہر ٹھہر کر نہایت خوش الحانی سے پڑھیں۔

☆☆☆☆☆

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه وذريته اجمعی،اما بعد:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ

ان اخوف ما أخافو عليكم الشرك اصغر

"یقیناً سب سے بڑھ کر جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے وہ شرک اصغر ہے وہ تمہارا چھوٹے شرک میں مبتلا ہونا ہے"۔

صحابہؓ نے پوچھا کہ شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الریا" ریاکاری کرنا یا دوسروں کو دکھانے کے لیے اعمال کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دکھانے کے لیے اعمال کرنا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب ریاکاری کرنے والا آئے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے

اذهبواالى الذين كنتم تراؤن

"جاؤان کے پاس جن کو دکھانے کے لیے تم اعمال کیا کرتے تھے"۔

تم جن کی خاطر ریاکاری کیا کرتے تھے اُن کے پاس جاؤ اور جا کر اُن سے پوچھو کہ

هل عندكم من جزاء

"کیا تمہارے پاس ہمارے لیے کوئی جزا موجود ہے؟"

یعنی جزا اُن کے پاس جا کر طلب کرو۔

پیارے بھائیو! توحید مدارِ نجات ہے۔ انسان نے آخرت میں کامیابی پانی ہے تو اس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کا حق ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ اور بالعموم دین کی سمجھ رکھنے والے لوگ شرک اکبر یا شرک کی جو جلی صورتیں ہیں ان سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں لیکن شرک اصغر سے اپنے آپ بچانا بہت محنت، بہت توجہ اور مجاہدہ مانگتا ہے۔ اس توحید کو جس کی بنیاد پہ آخرت میں جنت میں داخلہ ملنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی لیے اسلاف کی پوری پوری زندگیاں اسی محور کے گرد گھومتی تھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا حق ادا کر پائیں۔ صبح وشام، دن رات اسی کی فکر رہتی تھی۔ اسی کا ایک بہت بڑا جزیہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کو اللہ اور بس اللہ کے لیے خالص کرے اور ریاکاری کا دخل اس کے اندر نہ آئے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں دوسری حدیث کے اندر آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بہترین شریک ہوں (ایک چیز عموماً دنیا میں کیا ہوتا ہے کہ دو لوگ ایک چیز کے اندر شریک ہوں تو ہر ایک اپنا اپنا حصہ طلب کرتا ہے)۔ جب کوئی میرے عمل میں کسی کو شریک کرتا ہے تو وہ سارا عمل میں دوسرے کو دے دیتا ہوں۔ مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا"۔

تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا عمل قبول نہیں ہے جس کے اندر کسی اور کی رضامندی کی نیت اور خوش کرنے کی چاہت بھی داخل ہو۔ اس سے ڈرنا بھی چاہیے اور اس حدیث جو آج صبح شروع کی۔ اس میں اس کی خطرناکی بھی بیان ہو گئی اور اس کا علاج بھی آ گیا۔ علاج اس طرح آ گیا کہ انسان آخرت کا یہ منظر، ایسے ہر موقع پر جہاں کسی اور کی رضامندی کا جذبہ دل میں اُٹھے اس منظر کو، آخرت کو اپنے ذہن میں لے آئے کہ خدانخواستہ اس دن اعمال کے بارے میں یہ کہہ دیا گیا کہ فلاں فلاں لوگوں سے طلب کر لو اس کا بدلہ۔ تو لوگ کیا دے سکتے ہیں اس کے بدلے میں؟ اور دوسرا علاج اس اعتبار سے بھی ہے کہ انسان دنیا کے اندر بھی اس پہ غور کرے کہ کوئی کیا دے سکتا ہے؟ کیا جزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو راضی کر کے حاصل ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں یہ خزانہ نہیں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج، سب فقراء الی اللہ ہیں۔ تو انسان اس اٹل اور تلخ حقیقت کو سامنے رکھ لے تو پھر اس کے لیے اپنے آپ کو ریاکاری سے روکنا آسان ہو جاتا ہے۔ جس طرح عرض کیا کہ یہ مستقل مجاہدہ ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک دفعہ بات عقل میں آ گئی تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ نہیں! دل کی مستقل حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کہ ریاکاری اس اعتبار سے دل میں اُٹھتی ہے کہ انسان کسی ایسی اجتماعیت یا معاشرت میں رہتا ہے جہاں دین کا کام کرنا، نیکی کا کام کرنا لوگوں کے نزدیک اچھی چیز سمجھی جاتی ہے۔ تو انسان ایسی معاشرت میں جہاں نیکی کا کام لوگوں کی نگاہ میں اچھی چیز ہے، وہاں پر انسان نیکیاں اس لیے کر سکتا ہے (ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے) کہ لوگوں کی نگاہ میں بلندی پائے۔

عمومی معاشروں میں افسوس یہ کہ آج کل گناہ اور برائیاں زیادہ عام ہیں۔ لیکن جو دینی معاشرت میں رہتے ہوں چاہے وہ مجاہدین کی معاشرت ہو چاہے وہ کسی دینی جماعت کی معاشرت ہو۔ وہ چاہے مساجد اور مدارس کی معاشرت ہو۔ تو وہ ایسے ماحول میں رہ رہے ہوتے ہیں کہ جہاں سب لوگ نیکوکار کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو وہاں اپنی نیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا مشکل کام ہوتا ہے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی چیزوں میں، نمازوں تک کے اندر یہ نیت آجاتی ہے۔ تبھی منافقین کا حال اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ:

وَ مَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوۡلِهٖ وَ لَا يَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمۡ كُسَالٰى وَ لَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ (التوبۃ: ۵۴)

"اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوا اس کے کہ اُنہوں نے خدا سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سُست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔"

تو ان کی دو نشانیاں قرآن بتاتا ہے کہ وہ آتے ہیں جب نمازوں کے لیے بھی آتے ہیں تو وہ اپنے دل کی پسند سے نہیں آرہے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کی وجہ سے نہیں آرہے ہوتے۔ بلکہ وہ سستی کے ساتھ آتے ہیں کیونکہ بس لوگوں کو دکھلانا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اس میں مطلوب نہیں ہوتی۔ تو وہ مشقت ان پہ گراں گزرتی ہے۔ اس طرح وہ نفقہ جو کرتے ہیں وہ بھی 'کرِھون' ہے، وہ جو خرچ کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی دل کی تنگی کے ساتھ کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کی رضامندی مقصود نہیں ہوتی ہے۔ بالاصل خرچ کرنا مطلوب نہیں ہوتا۔

تو ایسی معاشرت میں اور زیادہ ڈرنا چاہیے اور مجاہدین کو بھی اور غیر مجاہدین کو بھی، جن کو ایسا ماحول ملے جہاں پہ دین کا کام کرنا لوگوں کی نگاہوں میں انسان کو بلند کرنا ہو۔ وہاں اس بات پہ توجہ دینا کہ ہمارے اعمال غیر اللہ کے لیے نہ ہو جائیں، انسانوں کی نگاہوں میں بلند ہونے کے لیے نہ ہو جائیں۔

پیارے بھائیو! جہاد کے اندر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ کہ اُمرا کی رضامندی جو ہے وہ بذاتِ خود مقصود نہ بن جائے۔ ایسا نہ ہو کہ انسان اعمالِ صالحہ یا کسی بھی قسم کے جہادی کام میں آگے بڑھنا اس لیے کر رہا ہو کہ وہ اپنے امرا کی نگاہ میں بلند ہو جائے اور ان کی نگاہ میں اونچا مقام پا جائے۔ یہ بہت خطرناک چیز ہے اور اگر انسان متوجہ نہ ہو تو یہ ایک جذبہ ہے جو ضرور دل کے اندر جگہ بنا لیتا ہے۔ مستقل دل کی صفائی کرتے رہنا۔ حتیٰ کہ امراء کے بارے میں بھی اپنے آپ سے لڑ کر اپنے آپ کو لڑ کر اس بات پر قائل کرنا کہ وہ کیا دے سکتے ہیں؟ ان کے ہاتھ میں کیا چیز موجود ہے جو کسی کو نواز سکتے ہیں نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ وہ تو اپنی آخرت اور دنیا کے لیے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محتاج ہیں۔

پیارے بھائیو! یہ شرکِ اصغر جو اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی کے کالے پتھر پہ چلنے سے بھی زیادہ خاموشی کے ساتھ دلوں میں گھس جاتا ہے۔ اور انسان کو اندازہ بھی نہیں ہوتا اور وہ جگہ بنا لیتا ہے سینے کے اندر، اس سے اپنے آپ کو بچانا اور ہر لمحہ موت تک، جو ہمارا غرغرہ ہے، آخری ہمارا سانس ہے یا ہچکی ہے، اُس وقت تک ڈرتے رہنا اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ کہیں ہمیں گمراہی کی راہ پہ نہ چلنے دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبھی یہ دُعا کرتے تھے:

اللهم لک اسلمنا وبک آمنا وعليک توکلنا واليک انبنا وبک خاصمنا نعوذ بعزتک لااله الاانت ان تضلنا

"اے اللہ ہم تیرے آگے تسلیم ہوتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے ہیں، تجھ ہی پر توکل کرتے ہیں، تیری ہی طرف پلٹتے ہیں، تیرے ہی نام پر لڑتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے تیری عزت کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو ہمیں گمراہ نہ کیجیو"۔

تو یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے اور پناہ مانگا کرتے تھے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ گمراہی میں چلنے والوں میں ہمیں بھی شامل نہ کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ ایمان پر قائم رکھے اور توحید کے معنی سمجھے اور اس کی گہرائی میں اُتر کر سینے سے لگائے رکھنے کی توفیق دے اور اسی لا الہ الا اللہ پہ ہمیں موت نصیب فرمائے۔ آمین

سبحانك اللهم وبحمدك نشهد ان لا اله الا انت نستغفرك ونتوب اليك

وصلى الله على محمد وآله وصحبه اجمعين... برحمتك يا ارحم الراحمين

☆☆☆☆☆

نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر

حافظ ابن الامام

یوں تو عشق و محبت کے کئی عجیب و غریب قسم کے واقعات (کچھ سچے، کچھ جھوٹے من گھڑت قسم کے ناول، کہانیاں، افسانے) ہم نے پڑھ رکھے ہیں۔ اور ان واقعات سے ہم حد درجہ متاثر بھی ہوتے رہتے ہیں۔ پھر نہ صرف متاثر بلکہ عملی زندگی میں بھی ہم ان واقعات کے سبق آموز اور اچھے پہلوؤں کو (جن سے ہماری دنیا سنورتی ہو) اپنی زندگیوں میں لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ یہ واقعات ہماری دینی زندگی میں ہمارے کتنے معاون ہیں؟ کیا یہ ہمیں شریعت پر عمل پیرا ہونا سکھاتے ہیں؟ کیا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ حیاتِ طیبہ کو اپنانے میں تعاون کرتے ہیں؟ کیا یہ واقعات ہمیں اللہ کا فرمانبردار بننے، اس کی رضا حاصل کرنے، اس کے دین کو، اس کے حکم کو پوری دنیا میں نافذ کرنے کا مشن دیتے ہیں؟ کیا یہ سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بناتے ہیں۔ ان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر فدا ہونا سکھاتے ہیں؟

کیا یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، ان کی حفاظت میں پوری دنیا سے ٹکرا جانے کا درس دیتے ہیں؟ کیا یہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر مر مٹنا اور فنا ہو جانے کا 'فرض' یاد دلاتے ہیں؟ اس کا جواب اگر نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر ہم کیوں ان فحش، 'عورت' اور 'دولت' کا پجاری بنانے والے قصوں اور داستانوں میں اپنا دین اور وقت برباد کرتے رہیں! کیوں ہم صرف ذہنی عیاشی کے لئے اپنی دنیا اور آخرت داؤ پر لگائیں!

آیئے! آج ہم ایک ایسا واقعہ پڑھتے ہیں جو ہمارے ایمان کو تازہ کر دے۔ جو ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق بننے میں مدد دے۔ جو ہمیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پہ مر مٹنا سکھائے۔ جو ہمیں مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا، ان کے عشق میں کٹ مرنے کا، ان کی ناموس پر قربان ہونے کا ایک ایسا معیار، اور ایک ایسی مثال دے جس کی تاریخِ انسانی میں کوئی مثال نہ ہو۔

آیئے آج ہم چودہ سو سال پیچھے جاتے ہیں۔ جہاں احد پہاڑ کے دامن میں ایک عجیب معرکۂ حق و باطل برپا ہے۔ جو کہ معرکۂ عشق و محبت بھی ہے، اور معرکۂ فدائیت و فنائیت بھی ہے۔ جہاں کچھ نوجوانوں کا بے محابا عشق ہے، کچھ بوڑھوں کی بے مثال فنائیت ہے، کچھ نازک اندام خواتین کا لازوال اندازِ دفاعیت ہے۔ جاں نثاری اور جانبازی کی ایسی صورت حال ہے جس کی نظیر تاریخِ کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی۔ آیئے! ذرا دیکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

یہ میدانِ احد ہے۔ جہاں ایک طرف مہاجرین و انصار جمع ہیں۔ اور دوسری طرف اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن مشرکین موجود ہیں۔ یہاں تاریخِ اسلامی کا ایک عظیم معرکہ برپا ہے۔ مسلمانوں کی اچھی بھلی فتح ایک چھوٹی سی 'اجتہادی خطا' کی وجہ سے شکست میں بدل چکی ہے۔ خالد بن ولیدؓ کے حملے سے کہرام مچا ہوا ہے۔ اس ناگہانی آفت سے یکسر کایا پلٹ چکی ہے۔ مسلمانوں کا جانی نقصان ہونے لگا۔ بھگدڑ سی شروع ہو گئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حفاظتی دستہ بھی تھوڑی دیر کے لئے منتشر ہو گیا۔ کافروں کی بھرپور کوشش ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح (نعوذ باللہ) ختم کر دیں۔ اور وہ اسی میں اپنی ساری طاقت صرف کر رہے تھے۔ ایسے میں کچھ عاشقوں کی جاں نثاری چشمِ فلک حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ اکیلے رہ گئے ہیں۔ جب حملہ آور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من یردھم عنا ولہ الجنۃ، او ھو رفیقی فی الجنۃ

"کون ہے؟ جو انہیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لئے جنت ہے۔ یا (یہ فرمایا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا"۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فرمایا:

من رجل یشری لنا نفسہ

"کون ہے؟ جو ہمارے لئے اپنی جان فروخت کرے"۔

یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور اس جاں بازی سے لڑے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شہادتِ باسعادت حاصل کی۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتوں انصاری صحابی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں فدا کرنے لگے۔ ان میں سے آخری انصاری صحابی حضرت عمار بن یزید (یا زیاد) بن السکن رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اس حد تک لڑے کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، اور مزید حرکت کرنے کی سکت بھی باقی نہ بچی۔ لیکن ابھی سانس چل رہی تھی۔

ادھر باقی دو قریشی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں تنہا بچ گئے، ان کا ذکر ہم بعد میں کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ کا عشق دیکھتے چلیں۔ زخموں سے چور گرے ہوئے ہیں، حرکت کے قابل نہیں، لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑی ہی حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھے جا رہے ہیں، جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں کہ:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گواہ رہیے گا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، جب تک جان میں جان تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا، اپنے عشق کا ثبوت دیا، اب کیا کروں کہ کچھ کر نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے ہاں میری شفاعت کیجئے گا، میرے عشقِ پر خلوص کا اقرار کیجئے گا"۔

یہ یا ایسا ہی کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ اتنے میں کچھ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آجاتے ہیں، ادھر حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ زخموں سے چور کراہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھے جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیتے ہیں کہ ان کو ہمارے قریب لے آئیں، حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جاتے ہیں، قریب آ کے حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پہ اپنا رخسار رکھ دیا، اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ سبحان اللہ! کیسی حسین شہادت ہے، کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پہ جان دی۔ گویا ان کی یہ تمنا پوری ہوئی کہ

ے نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اب ذرا واپس جنگ کے منظر کی طرف آتے ہیں، جو دو قریشی صحابی باقی بچے ان میں سے ایک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو آگے بڑھ بڑھ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے ہیں، فدائیت کا جذبہ ایسا ہے کہ زخم بے حساب ہیں، جسم چھلنی ہے، خون بہہ رہا ہے، تیروں کو روک روک کے ہاتھ شل ہو چکے ہیں مگر آتشِ عشق ہے کہ بھڑکتی ہی جا رہی ہے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم لگے یہ ہرگز گوارا نہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی وفاداری کی صداقت کیا ہوگی کہ ان کی فدائیت و فنائیت کو دیکھ کر لسانِ نبوت علی صاحبھا السلام سے یہ بشارت عطا ہوتی ہے کہ:

اوجب طلحہ

"طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی"۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

"جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے"۔

سبحان اللہ! ذرا سوچئے کہ کیا عالم ہو گا ان کے عشق کی انتہاؤں کا، اور کیسی جاں بازی ہو گی۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جیسے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کہا کرتے تھے کہ

"اُحد کا دن تو طلحہ ہی کا رہا"۔

پھر ایک دوسرے قریشی ہیں جو ان کے ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے تھے۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اس پھرتی سے تیر برسا برسا کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے ہیں کہ آنکھیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ دشمن کو قریب آنے کا موقع ہی نہیں ملتا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو برق بنے ہوئے ہیں۔ کیا کہنے ہیں ان کی شجاعت کے، سبحان اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھی سارے تیر عنایت کر دیے اور فرمایا:

ارم فداك ابی و امی

"اے سعد! تیر پھینکو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"۔

اللہ اکبر! کسی صحابی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم قربان ہوں سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے۔ ذرا تصور کریں کہ کیسی جاں بازی کا مظاہرہ کیا ہو گا، اور کتنی محبت ہو گی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ہر چند کہ ادھر جاں نثاری کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں، اور مؤمنین اپنی پوری کوششوں میں مصروف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ لیکن رب العرش العظیم کو ابھی اور امتحان مقصود تھا، اسی لئے کافر، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

سب سے پہلے عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلو کے بل گر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ پھر عبد اللہ بن شہاب زہری نے آگے

بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پتھر سے زخمی کر دی۔ ایک اور خبیث عبد اللہ بن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تلوار سے ایسی سخت ضرب لگائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہری زرہ نہ کٹ سکی۔

اس خبیث نے ایک اور وار کیا، اس دفعہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی جس کی وجہ سے خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں۔ اسی نازک لمحے میں اللہ نے اپنی مدد نازل فرمائی، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دو آدمیوں کی صورت میں لڑنے لگے۔ یہ سارا حادثہ چند ہی لمحات میں پیش آگیا، ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کچھ ہی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ لیکن جب وہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو چکے تھے۔ سب سے پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور پھر باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہیں، چہرۂ انور لہولہان ہے۔ انہوں نے چاہا کہ خود کی کڑیاں نکالیں لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا:

”خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجئے“۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے منہ سے کڑی پکڑ کر آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تاکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف نہ ہو، ایک کڑی تو نکل گئی لیکن اس کوشش میں ان کا اپنا ایک نچلا دانت گر گیا۔ دوسری کڑی کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر آگے بڑھے لیکن انہوں نے پھر کہا:

”ابو بکر! آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجئے!“۔

اس کے بعد دوسری کڑی نکال کر اپنا دوسرا دانت بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے خون چوس چوس کر صاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اسے تھوک دو!“

انہوں نے کہا:

”واللہ اسے تو میں ہر گز نہ تھوکوں گا“۔

اس کے بعد پلٹ کر لڑنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھے“۔

چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد کافی دیر خوں ریز لڑائی ہوتی رہی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سپر بن کر کھڑے ہو جاتے، اور کھینچ کھینچ کر تیر چلاتے، جاں بازی کا یہ عالم ہے کہ اس دن دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں، جب کوئی تیر چلاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں لگا ہے، تو فوراً حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے:

”میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر نہ دیکھئے، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے آگے ہے“۔

ادھر دوسری جانب حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو گئے اور اپنی پیٹھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا دیا۔ کیا کہنے ہیں اس شجاعت کے، تیر پر تیر لگ رہے ہیں پیٹھ پہ، اعضا کٹتے ہیں تو کٹ جائیں لیکن مجال ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے ہٹ جائیں۔ ایک اور چھلاوہ سا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں، بائیں تلوار چلا رہا تھا۔ یہ حضرت امِ عمارہ رضی اللہ عنہا ہیں‘ جو سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کسی بجلی کی مانند کر رہی ہیں۔ زخم پہ زخم کھا رہی ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے کس کی جان قیمتی ہے۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایسا نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے رہے جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بس ان کے پیچھے ہی چھپتے رہے (نعوذ باللہ)۔ نہیں واللہ نہیں! یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شجاعت و بہادری تھی کہ ایسے گھمسان میں بھی پہاڑوں سے بڑھ کر ثبات دکھایا۔ وگرنہ کون ہے جو اتنی استقامت سے کھڑا رہ سکتا تھا۔ حالانکہ باقی سب تو اس اچانک یلغار سے، کچھ دیر کے لئے ہی سہی، منتشر تو ہو ہی گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی اربوں کھربوں رحمتیں ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ کفار کا پورا لشکر اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں گھبرایا۔

بہر کیف! یہ تو چند مختصر سی سطور ہم نے بحرِ سیرت میں سے بھی صرف غزوۂ احد کی ایک خاص صورت حال کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ جن کے پیش کرنے کا مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شمعِ رسالت پر دیوانہ وار فدا

ہونا بتلانا تھا۔ اور یہ واضح کرنے کوشش تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس طرح ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خود تو کٹ مرنے کو تیار تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی بیکا ہونا گوارا نہ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عشقیہ واقعات کے تو پورے پورے دفتر موجود ہیں، الحمد للہ... جو لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرتے ہوں وہ اُن تفصیلی کتابوں سے استفادہ کریں! ہم تو، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ چھوٹا سا اقتباس پیش کر کے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ:

''اے میرے نوجوان بھائیو! آج تم دنیا کی نیرنگیوں کھوئے جاتے ہو۔ تم سارا وقت یا تو دنیا کی تعلیم کو دیتے ہو' جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر کے طاغوت کی طرف لے جاتی ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے بہرہ کرتی ہے... یا پھر کافروں، مشرکوں کی گندی فحش فلمیں، گانے بھی تمہارا بہت سا وقت لیتے ہیں... ہاں! تمہیں جھوٹے اور فحش قسم کے ناول، اور ان میں محض عورتوں کے شرم وحیا سے عاری مکروہ کردار بہت محظوظ کرتے ہیں۔ تمہاری زندگی کا بیش تر حصہ انٹرنیٹ، اور موبائل فون پر 'چیٹنگ' اور 'گپ شپ' میں گزرتا ہے۔

کیا کبھی سوچا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا کیا ذمہ داریاں فرض کی ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی پر کیا حقوق ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے کیا تقاضے ہیں؟ عالمِ اسلام کو تم سے کیا امیدیں ہیں؟ کل جب اللہ کے دربار میں کھڑا ہونا ہے اور ہر سوال کا جواب دینا ہے تو ذرا سوچو! اگر اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھ لیا کہ میری کتاب کو کتنا وقت دیا تھا؟ میرے دین کے لئے کتنی محنت کی؟ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کتنی محبوب تھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کتنا اپنایا؟ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی کس حد تک حفاظت کی تھی؟ کی بھی تھی یا نہیں؟ محبوبِ الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنی محبت تھی؟ تھی بھی سہی کہ نہیں؟

اے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے جوانو! خدارا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہو! آج دنیا بھر میں ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں کی جارہی ہیں، ان کے خاکے بنائے جارہے ہیں۔ ان کو طرح طرح کے گندے القابات سے یاد کیا جارہا ہے۔ ان کو ایذا پہ ایذا دی جارہی ہے۔ مگر آہ! ہم ابھی تک غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ آج ہم بے حسی اور بے غیرتی کی تمثیل بن چکے ہیں۔ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کی کوئی پرواہ نہیں۔

ہائے ہائے! آج کفار ہم پہ ہنستے ہیں، آوازے کستے ہیں، اور دنیا بھر میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ان مسلمانوں میں اب کوئی دم خم نہیں۔ یہ صرف احتجاجی جلسے جلوس کر کے 'فرض' ادا کر لیتے ہیں۔ اب ان میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر کٹ مرنے والا کوئی نہیں۔ میرے بھائیو! اٹھو! ان کا یہ دعویٰ خاک میں ملا دو۔ ان کے غرور کا سر نیچا کر دو۔ ان کو دکھا دو، اپنے اندر عشقِ رسول کا بھڑکتا ہوا آتش فشاں! تم جہاں کہیں بھی ہو، آج سے ہی گستاخانِ رسول کے خلاف کام شروع کر دو۔ اس فریضے کی اہمیت کو سمجھو۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ثبوت دو۔ میں نے شروع میں اسی لئے غزوہ احد کا منظر پیش کیا تھا۔ کہ ہمارے سامنے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری کا معیار آجائے، ہمیں معلوم ہو جائے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کس انداز میں کیا جاتا ہے''۔

مجاہدین کے مایہ ناز قائد استاد احمد فاروق رحمہ اللہ اپنے درس ''النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم'' میں فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کل کو اگر ہم سے یہ سوال کر لیا کہ، ہم نے تو اپنی زندگیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی زمین پر نہیں گرنے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا ایسے دفاع کیا۔ تم نے کیا کیا جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا! تو اس ایک ارب امت کے پاس کیا جواب ہو گا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو دفاعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں''۔

میرے بھائیو! مرنا تو ایک دن لازمی ہے۔ تو کیوں نہ ہم ناموسِ رسالت پہ مر مٹیں۔ آج بھی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ندائیں آرہی ہیں:

''کون ہے؟ جو ان (خبیثوں) کو ہم سے دفع کرے''۔

اور میدانِ احد میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منتشر ہونے پہ فرمایا تھا:

الیّ یا عباد اللہ، الیّ یا عباد اللہ

”میری طرف آؤ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ! اے اللہ کے بندو!“

بعینہٖ یہی صدا آج بھی اٹھتی ہے مسجدِ نبوی سے! لیکن ہم نے اپنے کان بند کیے ہوئے ہیں۔ ہماری غیرت و حمیت کی زمینوں پر بزدلی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ایمان ’وھن‘ کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ میرے بھائیو! میرے محترم جوانو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پکار پر لبیک کہو! ان کی نصرت کے لیے جان پر کھیل جاؤ! آج اس ذلت و خواری کے عالم میں صرف جہاد (یعنی مسلح قتال) ہی ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دفاع کر سکتے ہیں! پس جہاد کا علم اٹھا لو! اور دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دو!

آپ سوچتے ہوں گے کہ میں سب سے زیادہ نوجوانوں اور جوانوں ہی کو کیوں خطاب کر رہا ہوں۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ دین کی نصرت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کے لیے اپنی جانیں دینے والوں میں تاریخ گواہ ہے کہ نوجوان پیش پیش تھے۔ آؤ! میں تمہیں ایک چھوٹی سی مثال بھی دے دیتا ہوں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خاندانِ عبد المطلب کو کھانے پر بلایا، اور اس مجلسِ ضیافت میں ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ

”کون اس مہم میں میرا ساتھ دیتا ہے“

مجلس میں سکوت چھا جاتا ہے۔ اس سکوت کے اندر تیرہ برس کا ایک لڑکا اٹھتا ہے اور وہ الفاظ کہتا ہے جو آج ہم سب کے لیے چراغِ راہ ہیں، وہ کہتا ہے:

”اگرچہ میں آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں، اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں، اگرچہ میں ایک بچہ ہوں، لیکن اس میں مہم میں آپ کا ساتھ دوں گا“۔

میرے بھائیو! آپ جانتے ہو کہ یہ نوجوان کون تھے؟ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جو نو عمری کے ضعف اور طبعی کمزوریوں کے باوجود اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر چشمِ فلک دیکھتی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اِنہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اکثر جنگوں میں محمدی علم تھمایا جاتا تھا، اور آپ کو بتاؤں کہ دشمن کا سارا زور مقابل لشکر کا علم گرانے پر ہوا کرتا ہے۔ پھر جیسے ہی علم گرتا، اس لشکر کی شکست تصور کر لی جاتی تھی۔ لیکن قربان جائیں صحابہ کرام کی وفاداریوں پر کہ کبھی اسلام کا جھنڈا گرنے نہ دیا، خود تو کٹ کٹ کے گرتے رہے لیکن اسلام کے جھنڈے کو سربلند کر گئے۔

آج اس امت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے اس جھنڈے کو سربلند کرے، آگے بڑھ کر اس کو تھام لے، کیا جوان اور بوڑھا، اور کیا مرد و زن، سب کا فرض ہے کہ اس ’محمدی جھنڈے‘ کو سرنگوں ہونے سے بچائے۔ اے میری امت کے جوانو! اے میرے بھائیو! خدارا اپنے فرض کو پہچانو، اپنے سچے امتی ہونے کا ثبوت دو۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو، اپنے دین کے دشمنوں کو، اپنے قرآن کے دشمنوں کو پہچانو! کیا اب بھی ان کی شناخت میں کوئی ابہام رہ گیا ہے، کوئی کسر رہ گئی ہے؟ کیا اب بھی ان خبیثوں کے جرائم قابلِ گرفت نہیں؟

کیا اب بھی جھرجھری لے کر جاگنے کا وقت نہیں آیا؟ آخر کب تک ہم ان ظالموں کو ڈھیل دیتے رہیں گے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے رہیں، ان کی عزت و ناموس کو اپنی شیطانی حرکتوں کا نشانہ بناتے رہیں۔ آج یہ امت تفرقوں میں بٹی ہوئی ہے، منتشر ہو چکی ہے۔ لیکن ایک بات جو مشترک رہ گئی ہے وہ عشقِ رسول ہے۔ ہاں! یہی جذبہ واحد سرمایہ رہ گیا ہے اس امت کے پاس، اور اسی جذبے یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دفاعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے پر یہ امت ایک بار پھر متحد ہو سکتی ہے۔ بلکہ ضرور بالضرور ہونا چاہیے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں، اور ہر مؤمن کا دل اسی ایمانی غیرت سے سرشار ہو کہ:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

☆☆☆☆☆

”یہ وہ شہداء ہیں جنھوں نے عظیم قربانیاں پیش کیں، تاکہ امت فتح یاب ہو اور خلافت قائم ہوسکے، اور اللہ گواہ ہے کہ انہوں نے خود کو اس عہد سے باندھ رکھا تھا کہ وہ اپنا جہاد جاری رکھیں گے جب تک وہ اقصیٰ تک نہ پہنچ جائیں، اور مسلمانوں کی زمینوں کا آخری چپہ بھی کفر کے تسلط سے آزاد نہ ہو جائے! اور یہی ہم سب کا عہد ہے، اگرچہ وہ ہم سے سبقت لے گئے، تو یہ ان کے خون سے خیانت ہوگی اگر ہم نے ان کے راستے کو چھوڑ دیا!“

شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی تقبلہ اللہ

ابو بکر الصدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)...سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے

لقد قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامناکنانهلک فیه لولاان اللہ من علینابابی بکر[فقیه الامة عبداللہ ابن مسعودرضی اللہ عنه]

قاری ابو عمارہ

عرب کی سرزمین اب تمام شرشوں سے مامون ہو چکی تھی۔ مگر ابھی ایسے عوامل موجود تھے کہ جن سے یہ خطرہ ہمیشہ رہتا کہ وہ عرب میں امن و سکون اور اسلامی حکومت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سجاح کی نبوت کا دعویٰ دراصل ایرانی حکومت کے ایماء پر تھا مگر اس کی ناکامی کے بعد ایرانی حکومت نے مزید کوشش کی بجائے اپنی باجگزار حکومت 'حیرہ' کو عربوں کے سامنے کھڑا کرنے کی حکمت عملی اپنائی۔ یہ حکمت عملی نئی نہیں تھی بلکہ ازمنہ قدیم سے ہی عراق عرب میں حیرہ کی حکومت ایرانی مفادات کے لیے کام کرتی رہی تھی۔ اس حکومت کے بادشاہان کہنے کو تو خود مختار تھے مگر وہ ایرانی بالادستی کو قبول کر کے ایک ماتحت حکومت کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ اس صورتحال میں عربوں کی ایران سے کئی جنگیں ہوئیں اور آخری جنگ جو ذی قار کے مقام پر ہوئی اس میں جان پر کھیلے ہوئے بدوؤں نے ایرانی لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

اس جنگ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لا چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر پر مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ بعد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر سمیت مختلف فرماں رواؤں کو تبلیغی خطوط لکھے تو کسریٰ ایران نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھے بغیر پھاڑ دیا اور اپنے گورنر کو جو یمن پر حاکم تھا حکم دیا کہ "اس شخص کا سر میرے پاس بھیج دو"۔ اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے جو لوگ مدینہ پہنچے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کی ہلاکت کی خبر سنائی۔ اس پر یمن کا گورنر مسلمان ہو گیا۔ یہ واضح ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایران پر حملہ کرنے کے لیے وافر دلائل موجود تھے۔ ایسی وجوہات بھی موجود تھیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران اور روم سے ٹکرائے بغیر عرب میں دیرپا امن کا قیام محض ایک خواب ہی رہے گا۔

اس صورتحال میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ نے اقدام شروع کیا اور ایرانی سرحدوں پر حملے شروع کر دیے۔ ان حملوں کا فائدہ یہ ہوا کہ ایرانی حکومت جو پہلے ہی اپنے حکمران کی بیماری کی وجہ سے اندرونی استحکام سے محروم ہو چکی تھی مدافعانہ کارروائیوں سے زیادہ کچھ نہ کر سکی۔ چونکہ یہ کارروائیاں چھاپہ مار تھیں اس لیے ان سے دیرپا نتائج کے حصول کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی جب تک کہ مدینہ ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے باقاعدہ فوجی کارروائی نہ کرتا۔ چنانچہ مثنیٰ رضی اللہ عنہ خود مدینہ حاضر ہوئے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو نا صرف اپنے قبیلے پر امیر مقرر کر دیا بلکہ عراق کی سرحد کے قریب آباد مسلمان قبائل کو حکم بھیجا کہ وہ مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے پورا تعاون کریں۔ اس کے علاوہ خالد رضی اللہ عنہ جو مسیلمہ کی مہم سے فراغت کے بعد بطاح میں مقیم تھے مدینہ حاضری کا حکم دیا تاکہ ان کو ایران پر حملے کے لیے احکامات دیے جا سکیں۔ (بعض روایات میں آتا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ کو بطاح میں ہی احکامات بھیج دیے گئے تھے اور وہ وہیں سے ابلہ کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔ مگر یہ کئی وجوہات سے قرین قیاس نہیں ہے۔ ایران کی مہم عام مرتدین یا باغیوں کے خلاف نہیں تھی بلکہ ایک بڑی جنگی طاقت کے خلاف تھی اور اس کے لیے معمولی احکامات کافی نہیں ہو سکتے تھے۔ زیادہ قرین قیاس بات یہی ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ مدینہ طلب کیے گئے اور تمام جنگی پلان آپ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ہی بنایا گیا۔ واللہ اعلم)

خالد رضی اللہ عنہ کو دس ہزار مجاہدین کے ساتھ ایران کے شہر ابلہ کی جانب کوچ کرنے کا حکم ملا۔ مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور مذعور بن عدی العجلی کو حکم ملا کہ خالد رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کام کریں۔ جبکہ عیاض بن غنم جو اس وقت بناج کے مقام پر تھے، بھی خالد رضی اللہ عنہ کے ماتحت کر دیا گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل ہدایات دیں۔

1۔ عراق کا کوچ اس کی بلند زمینوں کے ذریعے طے کریں۔ عیاض رضی اللہ عنہ کو نشیبی زمینوں سے کوچ کرنے کا حکم ملا ان تمام لشکروں کو جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں ابلہ کے مقام پر جمع ہونا تھا۔

2۔ عراق کی سرزمین میں پہنچ کر لوگوں کی دلجوئی کریں اور ان کو اللہ کی طرف بلائیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جزیہ طلب کریں اور ان کو امن دیں اگر یہ بھی نہ ہو تو ان سے جنگ کی جائے۔

3۔ جو شخص اپنی مرضی سے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مہم پر جانا چاہے اس کو ساتھ لیں اور کسی قسم کی زبردستی نہ کریں۔

4۔ جو لوگ سابقہ بغاوت میں شریک تھے اور اب انہوں نے اطاعت قبول کر لی تھی ان سے مدد طلب نہ کی جائے نہ ہی ان کی پیش کش کے باوجود ان کو ساتھ ملایا جائے۔

مثنیٰ اپنے مقام سے ابلہ کی جانب پیش قدمی کر رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ ایرانی حکومت کسی قسم کی مدافعانہ کارروائی کرتی تینوں مسلمان لشکر ابلہ فتح کر چکے تھے۔ یہاں سے ان لشکروں نے حفیر کا رخ کیا جہاں ہرمز ایرانی صوبہ دار تھا۔ ہرمز حفیر میں اسلامی لشکر کے سامنے آیا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو براہ راست مبارزت کے لیے للکارے اور جب وہ آجائیں تو اپنی فوج کے کچھ لوگوں سے مدد طلب کرے جو پہلے ہی چھپا کر بٹھا دیے گئے ہوں اس طرح خالد رضی اللہ عنہ اس کی چال میں آکر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تو باقی لشکر کو شکست دینا کوئی مشکل نہ ہوتا۔ مگر ہوا یہ کہ خالد رضی اللہ عنہ نے ہرمز کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھی قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی تلوار کا شکار بن گئے۔ اس

جنگ میں ایرانی دستوں نے خود کو زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے سے منسلک کیا ہوا تھا۔ عام طور پر مورخین اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ وہ بزدلی کی وجہ سے میدان سے بھاگنا چاہتے تو ان زنجیروں کی وجہ سے بھاگ نہ پاتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایرانی فوج کی آزمودہ جنگی چال تھی جتنا بھی تیز رفتار حملہ ہوا ان زنجیروں کی رکاوٹ کی وجہ سے اس کا زور ایرانی صف بندی کی ابتدا میں ہی ٹوٹ جاتا تھا اور باقی فوج اس حملے کی تیزی سے محفوظ رہ کر پیش قدمی کرتی تھی۔ یہاں یہ ہوا کہ ہرمز کے قتل کے بعد اس کی فوج نے عام حملہ کیا مگر مسلمان اس حملے کو سہارنے کی بجائے دائیں بائیں ہو گئے ان کے پیچھے طوفانی دستے تھے جو حملہ کرتے ہوئے ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ جو دستے دائیں بائیں ہٹے تھے وہ ایرانی لشکر کے عقب میں جا پہنچے اور ان کے پیچھے ہٹنے کا راستہ روک دیا۔ اب ایرانی چاروں جانب سے گھر چکے تھے اور صرف اپنی جانیں بچانے کے لیے لڑ رہے تھے۔ ہرمز کی بیش قیمت ٹوپی اور ایک ہاتھی بھی اس جنگ کے مال غنیمت میں شامل تھا جو مدینہ بھیج دیا گیا۔

حفیر سے آگے خالد رضی اللہ عنہ کی منزل مذار تھی جہاں قارن انوشجان اور قباذ جو شاہی خاندان کے لوگ تھے اس پیش قدمی کو روکنے کے لیے اکٹھے ہو گئے تھے۔ حفیر کے شکست خوردہ دستے بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مسلمان لشکر کی کل تعداد اٹھارہ ہزار تھی اور یہ تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مثنیٰ بن حارثہ حفیر کے شکست خوردہ دستوں کا تعاقب کر رہے تھے ان کو قارن کے لشکر کی خبر ملی انہوں نے پیچھے ہٹنے کی بجائے اس لشکر کے سامنے پہنچ کر صف بندی کر لی۔ ایرانیوں کے لیے یہ انتہائی ہتک آمیز تھا کہ صرف پانچ ہزار سپاہی وہ بھی غیر متمدن اور اسلحہ اور ساز و سامان میں ان سے کہیں کم ان کو للکاریں۔ انہوں نے اگلے دن صبح ہی حملہ کر دیا تاکہ اپنی شکست کا بدلہ لے سکیں۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہیوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ان کو دائیں بائیں ہٹا لیا۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا لشکر ایک پردہ تھا جو ڈیڑھ کلو میٹر لمبے محاذ پر چھایا ہوا تھا۔ ایرانی حملہ ہوا میں گھونسے کے مترادف تھا جس کا ہدف اس کے سامنے سے ہٹ چکا تھا مگر اس پردے کے پیچھے خالد رضی اللہ عنہ ایرانیوں کو روکنے کے لیے تیار تھے جو رات کو ہی مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو چکے تھے۔ ایرانیوں کو اپنے سامنے ایک نئی فوج دکھائی دی وہ اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہ تھے اس کے علاوہ ان کے حملے کا زور بھی ٹوٹ چکا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ کے جوابی حملے میں الجھ کر وہ اپنے پہلوؤں سے بھی غافل ہو چکے تھے جہاں سے مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے سوار پھیل کر ان کے عقب میں جا پہنچے تھے۔ ایرانی فوج نرغے میں آ چکی تھی۔ قارن، انوشجان اور قباذ تینوں اس جنگ میں قتل ہو گئے۔ یہ ایران کے اس درجے کے لوگ تھے کہ آئندہ کسی جنگ میں ایرانی اس درجے کے لوگوں کو میدان میں نہ لا سکے۔ مذار کی شکست سے ایرانی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کا مقابلہ بدوؤں کے غیر منظم لشکر سے نہیں تھا بلکہ ایک باقاعدہ فوجی طاقت کے ساتھ تھا جو جنگ کے نئے نظریات کو سامنے لائی تھی اس کے علاوہ اس کا نظامِ زندگی اور فلسفۂ زندگی بھی ایرانی نظام اور تہذیب کو شکست دے رہا تھا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابھی مسلمان عراق کے کسی علاقے پر قابض نہیں ہوئے تھے بلکہ صرف نگرانی کے طور پر شہروں میں تھوڑی تھوڑی فوجی طاقت رہنے دی گئی تھی تاکہ کسی بغاوت کے خطرے کو دبایا جا سکے۔ مسلمانوں نے عراق کے شہروں پر قبضہ قادسیہ کی جنگ کے بعد کرنا شروع کیا جب ایران کی فوجی طاقت کچلی جا چکی تھی۔

مذار کی جنگ میں قید ہونے والوں میں ایک ابو الحسن بصری رحمہ اللہ بھی تھے جو مسلمان ہوئے ان کے بیٹے حسن بصری رحمہ اللہ مشہور صاحب طریقت بزرگ گزرے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ اب حیرہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ یہ خلیج فارس اور مدائن کے درمیان میں واقع ہے اور اس وقت یہ عراقِ عرب کا دارالحکومت بھی تھا اس لیے اس کی اہمیت بھی تھی۔ اردشیر کو مذار کی شکست کی خبر ملی تو اس نے اندرزغر کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا، اس کے علاوہ وہ عرب قبائل جو دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں میں آباد تھے ان کو آزادی اور حریت کے نام پر اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ قبائل عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ اس طرح یہ ایک بین المذاہبی لشکر وجود میں آ گیا۔ ایرانیوں نے عرب دستوں کو آگے رکھا ان کا سردار عقہ بن ابی عقہ تھا۔ مگر مسلمان براہ راست سامنے آنے کی بجائے مختلف جانب سے ایرانی لشکر پر حملہ آور ہوئے اور خالد رضی اللہ عنہ خود اس مرتبہ سامنے کی بجائے عقب سے دشمن پر حملہ آور ہوئے اور ایرانی لشکر کو نرغے میں لے لیا ایرانی شکست کھا کر بھاگے۔ اندرزغر بھی میدان سے نکل بھاگا لیکن راستے میں پیاس کی وجہ سے مر گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے مقامی کسانوں سے نرمی کا معاملہ کیا اور سب کو امان دے دی۔

یہ پے در پے تیسری شکست تھی جو ایرانیوں کو اٹھانی پڑی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایرانی اور عرب قبائل جو عراق میں آباد تھے اور ان کو تازہ تازہ شکست ہوئی تھی بھڑک اٹھے۔ ان دونوں کا مشترکہ لشکر الیس کے مقام پر اکٹھا ہوا۔ اس لشکر کا سالار بہمن جاذویہ کو بنایا گیا۔ بہمن خود تو مدائن چلا گیا تاکہ شہنشاہ سے نئی ہدایات حاصل کر سکے مگر وہاں پہنچ کر اس کو شہنشاہ کی بیماری کا حال معلوم ہوا تو اس کو انتظار میں ٹھہرنا پڑا۔ ادھر جابان کی قیادت میں ایرانی لشکر پر خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اور اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر شکست فاش دی۔ ایرانی اس قدر بدحواسی میں بھاگے کہ وہ اپنا پکا ہوا کھانا بھی چھوڑ گئے۔ مورخین اس جنگ میں ایرانی مقتولین کی تعداد ستر ہزار لکھتے ہیں اس میں تعداد مقصود نہیں بلکہ مقتولین کی کثرت دکھانا مقصود ہے۔ یہاں سے خالد رضی اللہ عنہ نے امغیشیا کا رخ کیا جو ایک تجارتی شہر تھا۔ یہاں جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اب مسلمان دجلہ و فرات کے درمیان پورے دوآبے پر قابض ہو چکے تھے۔

مسلسل شکستوں نے ایرانی قوم کا حوصلہ تو پست کیا ہی تھا مگر ایران کی شکستوں کا سب سے زیادہ اثر ان عرب قبائل اور کسانوں پر ہوا جن کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ایرانی پسپا ہو

رہے تھے۔ انہوں نے اپنے تعلقات نئے فاتحین کے ساتھ بنانے شروع کر دیے تھے۔ مسلمان جس علاقے کو فتح کرتے تھے وہاں کی مقامی آبادی کو امان دے دیتے تھے تا کہ معمولاتِ زندگی کسی دشوری کے بغیر چلتے رہیں اور مقامی لوگ دلجمعی کے ساتھ اپنے مشاغل میں مصروف ہو جائیں۔ اس سے ایک جانب تو مسلمانوں کی رواداری اور انسان دوستی کا چرچا بڑھتا جارہا تھا، دوسری جانب مقامی لوگ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنے کاروبارِ زندگی میں مصروف ہو گئے تھے اور معاشی حالات میں زیادہ بگاڑ نہیں آیا۔ پھر سیاسی لحاظ سے بھی یہ امن ایرانیوں کی نسبت مسلمانوں کے لیے زیادہ فائدہ مند تھا۔ اس سے مقامی لوگوں میں مدینہ کی اطاعت کے جذبہ بڑھ رہا تھا بہ نسبت ایرانیوں کے جو صرف جبر اور استبداد کو ہی ہتھیار بنا کر مقامی لوگوں پر حاکم تھے۔ مذہبی طور پر بھی یہ فائدہ مند تھا کہ مقامی لوگ امن وسکون کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کو جانیں اور پوری آمادگی کے ساتھ اس میں داخل ہوں۔

اب مسلمان لشکر حیرہ کی جانب بڑھا جو عراق کا دارالحکومت تھا۔ الیس کی جنگ میں عرب قبائل نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ شرکت کی تھی۔ چنانچہ ان کا زور توڑنا ضرور کی سمجھتے ہوئے خالد رضی اللہ عنہ ے ان کے مرکزی مقام کو فتح کرنا لازمی خیال کیا۔ حیرہ کا حاکم آزدابہ ایرانی تھا۔ اس نے خالد رضی اللہ عنہ کی نقل وحرکت معلوم کی تو پتہ چلا کہ خالد رضی اللہ عنہ دریا کے راستے سے حیرہ کی جانب آرہے ہیں۔ آزدابہ نے اپنے بیٹے کو بھیج کر دریا کا بند رکوا دیا اور دریا میں پانی بالکل تھوڑا رہ گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھ تو کشتیاں چھوڑ کر دریا کے کنارے پر آگئے اور بند پر متعین فوج پر حملہ کر دیا۔ آزدابہ کا بیٹا مارا گیا اور خالد رضی اللہ عنہ نے بند کھلوا دیا اور باقی فوج بھی حیرہ پہنچ گئی۔ آزدابہ فرار ہو گیا اور اہل شہر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک دن کے بعد مسلمان حیرہ کے محلات کے اندر گھس گئے جو حیرہ کے مضافات میں واقع تھے اور بہت مشہور تھے۔ ان محلات سے حیرہ شہر کے اندر تک راستے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف محلات نہیں بلکہ دفاعی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی چوکیاں بھی تھیں۔ ان محلات پر قبضہ ہوتا دیکھ کر اہل حیرہ نے صلح کی درخواست کی اور ایک تجربہ کار شخص عمرو بن عبد المسیح کے ذریعے صلح کی شرائط طے کیں۔ خالد رضی اللہ عنہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ پر صلح کی۔ اس کے علاوہ اہل حیرہ ایرانیوں کے خلاف جاسوسی کا کام سر انجام دینے کے لیے بھی آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے تسلیم کیا کہ اہل حیرہ کی کوئی عبادت گاہ نہیں گرائی جائے گی۔

حیرہ میں خالد رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ جب تک عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ ان سے آکر نہ مل جائیں اور اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اجازت ملے وہ حیرہ سے آگے پیش قدمی نہ کریں۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ کو اپنا مرکزی مقام بنالیا اور کم وبیش سال بھر یہیں مقیم رہے۔ اب جنوب میں خلیج فارس شمال میں حیرہ مغرب میں بلاد عرب اور مشرق میں دجلہ تک کا سارا علاقہ ایرانیوں سے پاک ہو چکا تھا اور مسلمان افواج کے سامنے عراق مغلوب ہو چکا تھا۔ اسی وقت میں شاہ ایران اردشیر مر گیا اور ایرانی سلطنت کے مختلف دعوے داروں کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ اس کشمکش سے ایران کے امرا میں انتشار پھیل گیا۔ لیکن عربوں کے خطرے نے ان کو ایک مرکز فراہم کر دیا تھا جس پر وہ سب متفق تھے۔ ایرانیوں نے انبار اور عین التمر میں اپنی افواج بھیج کر قدم جمانے کی کوشش کی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس صورتحال کی اطلاع دی اور اجازت ملنے پر اقرع بن حابس کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر روانہ کیا اور خود ان کے پیچھے انبار کی جانب روانہ ہوے۔ ایرانی انبار میں قلعہ بند ہو چکے تھے اور قلعہ کے گرد خندق تھی جس کی وجہ سے مسلمان براہ راست قلعے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے تیر اندازوں کو آگے کیا اور حکم دیا کہ نشانہ ایرانی سپاہیوں کی آنکھوں پر رکھا جائے۔ اس تیر اندازی سے کثیر تعداد میں ایرانی اپنی آنکھوں سے محروم ہو گئے۔ اسی لیے اس جگہ کو ذات العیون کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ایرانی فوج کی قیادت شیر زاد کر رہا تھا جو اپنے تدبر کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس نے صلح کی پیش کش کی لیکن شرائط ایسی تھیں جن کو خالد رضی اللہ عنہ منظور نہیں کر سکتے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ مسلمان لشکر میں جتنے کمزور اونٹ ہیں ان کو ذبح کر کے خندق میں پھینک دیا جائے۔ اس سے خندق کا ایک حصہ بھر گیا اور مسلمان اس حصے سے قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر شیر زاد نے خالد رضی اللہ عنہ کی شرائط پر صلح کر لی اور اپنی جان بچا کر بہمن کے پاس چلا گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے زبرقان بن بدر کو انبار میں چھوڑ کر عین التمر کی جانب کوچ کیا جو عراق اور صحرائے شام کے درمیان واقع ہے۔ تین دن بعد خالد رضی اللہ عنہ عین التمر پہنچ گئے۔ یہاں ایرانی اور عرب لشکر خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے تیار تھا۔ عرب لشکر کی قیادت عقہ بن ابی عقہ کے ہاتھ میں تھی اور سارے لشکر کی قیادت مہران چوبین کر رہا تھا۔ عقہ کا کہنا یہ تھا کہ "عربوں کے ساتھ عرب ہی لڑ سکتے ہیں"۔ مہران نے اس کو خالد رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنے کا حکم دیا تا کہ عربوں سے لڑ کر مسلمان کمزور پڑ جائیں اور ایرانی لشکر کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ عقہ اپنی فوج سمیت خالد رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھا اور ان پر حملہ کر دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی حملہ کیا اور عقہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اس گرفتاری سے اس کی فوج کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور وہ جان بچا کر بھاگ نکلے۔ مہران کو اس شکست کی خبر ملی تو وہ عین التمر چھوڑ کر پسپا ہو گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عین التمر پر قبضہ کر لیا اور عقہ اور اس کے فتنہ پرداز ساتھیوں کو قتل کروا دیا۔ یہاں ایک گرجا سے مسلمانوں کو چالیس لڑکے ملے جو انجیل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو مسلمان لشکر میں غلام کے طور پر تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک موسیٰ بن نصیر کے والد ہیں جو اندلس کے فاتح تھے، دوسرے امام محمد بن سیرین کے والد ہیں جو فقہ اور تعبیر کے مشہور امام ہیں۔

ابھی تک عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ ٗخالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں مل سکے تھے۔ وہ دومۃ الجندل میں لڑ رہے تھے مگر یہ مورچہ فتح ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک جانب عیاض رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کو محاصرے میں لیا ہوا تھا تو دوسری جانب وہ خود بدو عربوں کے لشکر کے محاصرے میں تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ان کو مشورہ دیا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کریں۔ چنانچہ انہوں نے جب خالد رضی اللہ عنہ کے عین التمر فتح کرنے کی خبر سنی تو ان کو مدد کے لیے پیغام بھیج دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ دس روز میں تین سو میل کا سفر کر کے دومۃ الجندل پہنچ گئے۔ یہاں کے حاکم اکیدر بن عبد الملک اور جودی بن ربیعہ تھے۔ اکیدر پہلے خالد رضی اللہ عنہ کا سامنا کر چکا تھا اس لیے اس نے جودی کو مشورہ دیا کہ صلح کر لے۔ مگر جودی نہیں مانا، اس پر اکیدر اس سے الگ ہو کر اپنی بستی میں چلا گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمرو کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور اس کو گرفتار کر کے ارتداد کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ جودی نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن شکست کھائی۔ اس شکست سے قلعہ بند فوج کا حوصلہ بھی ٹوٹ گیا انہوں نے کچھ مقابلہ کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جودی کی بیٹی کو مال غنیمت سے خریدا اور اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔

اس دوران میں عراق میں عرب قبائل نے بغاوت کر دی اور قعقاع رضی اللہ عنہ نے جو حیرہ میں خالد رضی اللہ عنہ کے قائم مقام تھے خالد رضی اللہ عنہ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل سے روانہ ہوئے اور حیرہ پہنچ کر قعقاع رضی اللہ عنہ کو حصید روانہ کر دیا جہاں اس وقت روز مہر اور روزبہ ایرانی لشکر کے ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان کو شکست دی اور روز مہر اور روزبہ دونوں قتل ہو گئے۔ ایرانی لشکر یہاں سے بھاگ کر خنافس میں قیام پذیر ہوا، یہاں مہبوذان سالار تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ کو خافس کی جانب پہلے ہی روانہ کر دیا تھا، مہبوذان نے یہاں سے بھاگ کر ہذیل بن عمران کے پاس پناہ لی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے سارے لشکر کو مصیخ میں جمع ہونے کا حکم دیا اور یہاں سے ہذیل پر شبخون مارا۔ اس شبخون میں ہذیل کے اکثر ساتھی قتل ہو گئے لیکن ہذیل جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس حملے میں دو مسلمان جو ہذیل کے پاس مہمان تھے غلطی سے قتل ہو گئے۔ ان کے ورثا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس استغاثہ کی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو خون بہا ادا کیا مگر ساتھ ہی فرمایا:

> ''میں نے تمہاری دلجوئی کے لیے دیت ادا تو کر دی ہے لیکن یہ مجھ پر واجب نہیں تھی کیونکہ یہ دونوں اہلِ حرب کے ہاں مقیم تھے اور جنگی حالات میں جو اہلِ حرب کے ہاں مقیم ہوتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے''۔

چونکہ یہ سارا فتنہ بنو تغلب کا کھڑا کیا ہوا تھا اس لیے خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی بستیوں پر چھاپے مارے اور یہ خاص خیال رکھا گیا کہ کوئی شخص بھی وہاں سے باہر نہ جانے پائے۔ اس اقدام نے بنو تغلب کو مجبور کر دیا کہ وہ اطاعت کر لیں۔ ان حملوں میں گرفتار ہونے والی عورتوں میں ربیعہ بن بجیر کی بیٹی صہباء بھی تھی جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت سے خرید لیا۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمر اور بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔

عراق کے اندرونی محاذ سے فارغ ہو کر خالد رضی اللہ عنہ فراض پہنچے جو ایران روم کی سرحد پر واقع تھا رمضان کا پورا مہینہ خالد رضی اللہ عنہ نے فراض میں گزارا۔ یہاں آپ کو ایک نئے خطرے کے متعلق معلوم ہوا یہ ایران روم ور عرب قبائل کا اتحاد تھا جو فراض کے مقام پر ہوا تھا۔ اس اتحاد کا مقصد مسلمان لشکر کی پیش قدمی کو روکنا اور ان کو فیصلہ کن شکست دے کر واپس عرب میں دھکیلنا تھا۔ ذیقعدہ ۱۲ھ میں متحدہ لشکر نے دریا پار کر کے مسلمان کیمپ پر حملہ کر دیا۔ مگر مسلمان اس سے پہلے ہی جنگ کے لیے تیار تھے انہوں نے اطمینان سے حملہ روکا اور اپنی پرانی چال چلی یعنی سامنے ایک معمولی دستے کو چھوڑ کر دشمن کو گھیرے میں لے لیا۔ نرغے میں آئے لشکر میں سے بہت کم لوگ جانیں بچا کر نکل سکے۔ اس جنگ کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ایران اور روم کے درمیان اتحاد کے کوئی امکانات موجود بھی تھے تو اس شکست نے ان کو مکمل طور پر ختم کر دیا۔ دوسرا اثر یہ پڑا کہ ایرانی محاذ پر عرب قبائل پھر کبھی مسلمان لشکر کے سامنے آنے پر آمادہ نہیں ہوئے بلکہ اب وہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے اور آئندہ ایران کے خلاف جنگوں میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔

اس فتح سے فراغت کے بعد خالد رضی اللہ عنہ حج کے لیے روانہ ہو گئے مگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس حج کی اطلاع نہ دی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اس سال خود امیر حج تھے چنانچہ ان کو علم ہوا تو انہوں نے ایک سخت خط لکھا اور ہدایت دی کہ ''فتوحات پر مغرور نہ ہو جاؤ اور آئندہ اس طرح کی حرکت نہ ہو''۔

عراق میں خالد رضی اللہ عنہ کا قیام تیرہ ماہ تک رہا اور اس قلیل عرصے میں انہوں نے پندرہ معرکے لڑے ان میں وہ سب معرکے شامل ہیں جو آپ کی کمان میں لڑے گئے یا جو لشکر آپ نے روانہ کیے ان معرکوں میں آپ نے ایران کی فوجی قوت کو تباہ کر دیا اور ان کے حوصلے توڑ دیے۔ اس کے علاوہ ایران کے عرب اتحادیوں کو بھی ان سے توڑ لیا۔ آئندہ جنگوں میں ایران کا فوجی لشکر خالص ایرانیوں یا خراسانیوں پر مشتمل رہا اس میں سے عرب عنصر خارج ہو گیا۔ یہ سیاسی لحاظ سے ایک شاندار فتح تھی کہ عرب قبائل اب اپنے بنی اعمام سے لڑنے کی بجائے ان کی دوستی میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور دجلہ و فرات کے درمیان موجود تمام عرب آبادی مسلمانوں کی طرف دار ہو گئی تھی۔ اس سے اس دوآبے میں مزید کسی بغاوت کے امکانات بھی معدوم ہو گئے تھے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

آسیہ ملعونہ اور طریقِ محمدی ﷺ

عمر صلاح الدین

اللہ تعالیٰ رحم و عافیت والا معاملہ فرمائیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان روشن خیالی اور جدت پسندی کے نام کی حامل گھٹاٹوپ گہری بدبودار دجالی کھائیوں میں گرتی ہی چلی جارہی ہے۔نظامِ تعلیم،خاندانی نظام،معیشت و حکومت ان سب میں خون کی طرح سرایت کرچکا ارتداد و فسق اور اس کے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتے ثمرات تو ایک جانب مگر اس ریاست میں ناموسِ رسالت سے اس قدر کھلواڑ نے تو سب حدیں ہی توڑ دیں۔ تمام تر عوامی دباؤ اور احتجاجی خدشات کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس مرتد نظام نے ملک ممتاز حسین قادری تقبلہ اللہ کو پھانسی دی اور اب بے بہا احتجاج اور شدید مزمت کے باوجود عاصیہ ملعونہ کو بھی رہا کر دیا گیا۔ بعض اطلاعات کے مطابق اسے عالمی صلیبی صہیونی گروہ ملک سے فرار کرواچکا ہے اور بعض کے مطابق وہ پاکستان ہی میں موجود ہے جو اہلِ ایمان کے لیے پہلے خدشے سے انتہائی زیادہ اذیت ناک بات ہے۔

وجوہات میں پہلی یہ کہ ہماری انفرادی زندگیوں میں دین کی حقیقی اہمیت کا علم مفقود ہے، دوبارہ دیکھیے ہم عامی محض دین کی اہمیت ہی کا صحیح اندازہ کر لیں تو شاید کفایت ہو جائے۔ اور دوسری وجہ بطورِ قوم عشقِ رسول کے تقاضوں اور نفاذِ دین کی محنت سے لاتعلقی ہے۔ اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرمائیں۔ یہ کچھ سخت اور کڑوی سی ہی باتیں ہیں۔ کیوں نہ پاکستانی قوم ممتاز قادری کی پھانسی رکوا سکی یا کیوں نہ ان کی شہادت کے بعد اس مرتد نظام کو اٹھا کر پھینک دیا گیا۔ پھر کیسے ملک کا ملعون چیف جسٹس عاصیہ مسیح کی رہائی کا فیصلہ کر پایا۔ اور پھر کس طرح اسے رہا بھی کر دیا گیا اور وہ کافرہ سلامت موجود ہے۔

آیئے سرزمین پاکستان میں گستاخانِ رسول کے حقیقی سہولت کاروں کی ٹوہ لگائیں۔ کیا جسٹس شوکت عزیز صدیقی کی عدالتی کاروائیوں میں مداخلت کی بابت آئی ایس آئی سے متعلق گفتگو ہم بھول چکے ہیں۔ یا ہم یہ نہیں جانتے کہ اس موجودہ بھکاری حکومت کو مسند اقتدار پر لانے والا امپائر کون ہے۔ جس کی "انگلی" کا موجودہ کٹھ پتلی وزیر اعظم دھرنوں میں تذکرہ بھی کر چکا ہے۔ کیا عمران خان کو اقتدار میں لانے کے لیے ہر حد سے گزرنے والی، انتخابات میں داخل ساڑھے تین، چار لاکھ فوج کا ہمیں نہیں پتہ۔ اور کیا ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اس گستاخ ملعونہ عیسائی عورت کے پاکستان میں معاون و محافظ عدلیہ، حکومت اور ان کو استعمال کرتی اس فوج کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ تو پھر کیونکر یہ قوم خود کو دھوکے ہی میں رکھے ہوئے۔

اس حقیقی دشمن کو پہچانیے، جو ایک مدت سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے بھینسا گروپ کو محض اپنی گستاخی پر گرفتار کرلیتا ہے اور عالمِ کفر کے دباؤ پر انہیں سلامتی سے یورپی ممالک بھی روانہ کر دیتا ہے۔ پھر اس گستاخِ رسول گروپ کی پشت پناہی کرتے حاضر سروس جنرل اور کرنل بھی، اور لال مسجد و جامع حفصہ میں آپریشن کرنے والا یہ تمامی لشکر، G6 کے گندے نالے میں قرآن کے شہید نسخے پھینکنے والی یہ "پاک فوج"۔ اور ابھی ناموسِ رسالت کے لیے بیٹھے دھرنے کو شرکا کو بھون دینے کی دھمکی دینے والا وہ جنرل فیض، گستاخِ رسول فرانسیسی رسالے چارلی ہیبڈو پر مجاہدین کی جانب سے کیے گئے عظیم حملے کی مذمت کرنے اور اس پر عالمی صہیونی گروہ کے موقف کی حمایت کرنے والا ڈی جی آئی ایس پی آر جنرل عاصم باجوہ، یہی تمام طائفہ گستاخانِ رسول کا پاکستان میں واحد پشتیبان ہے۔ وگرنہ اللہ، المنتقم کی قسم یہ زندیق فوج اگر راہ میں حائل نہ ہو تو دین و اسلام، شعائر و احکام، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر میلی نظر سے دیکھنے والا کون سا لعین اس ملک میں مجاہدین کے ہاتھوں بچ سکتا ہے۔

اور واللہ مجاہدین تو اپنی حتی الوسع کوشش کیے بھی جاتے ہیں اور اس کی خاطر مسلسل قربانیاں بھی دے رہے ہیں۔ اور بفضل اللہ محض القاعدہ برصغیر کے مجاہدین نے کراچی، پنجاب، ڈھاکہ اور برصغیر کے دیگر علاقوں میں ۲۰ کے لگ بھگ گستاخانِ رسول اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا ہے۔ اگر القاعدہ جزیرۃ العرب کی جانب سے سرانجام دی گئی پیرس چارلی ہیبڈو کے ہیڈ کوارٹر پر کی گئی کارروائی کو بھی شامل کر لیا جائے اور پھر ڈنمارک اور دیگر ممالک میں کی گئی کاروائیوں کو گنا جائے تو یہ تعداد الحمدللہ تسلی بخش ہے۔ اور پھر ناموسِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے، دشمن کو قتل کرتے مجاہدین گرفتاریاں اور شہادتیں، جیسا کہ ابھی چندماہ قبل بنگلہ دیش میں گستاخِ رسول شاہجہاں باچو کے قاتل، مجاہد عبداللہ باری کی پولیس سے جھڑپ میں شہادت۔ پھر دعوتی میدان میں القاعدہ برصغیر کی طرف سے یورپ میں رہنے والے اہلِ ایمان کو ناموسِ رسالت کی حفاظت کی خاطر حملوں اور کاروائیوں کی حالیہ دعوت، اور القاعدہ جزیرۃ العرب کی جانب سے گستاخان کی جاری ہوتی فہرست اور ان کے سروں کی لگائی جاتی قیمتیں۔

تو یہ تمام واقعات اسلامیان امت کے سامنے خیموں کی واضح تقسیم ہیں۔ ایک جانب صلیبیوں کی فرنٹ لائن اتحادی، ہر طرح کے کیل کانٹے سے مسلح، مسلم ممالک پر مسلط مرتد افواج ہیں۔ تو دوسری جانب ہر سمت سے نشانہ بنائے جاتے، ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور ان کے لائے میٹھے نظام کو دنیا پر غالب کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرتے کچھ مٹھی بھر مجاہدین۔ مگر قابلِ صد درجہ افسوس بات تو یہ ہے کہ یہ سب

دیکھتے سمجھتے ہوئے بھی امت، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متوالوں کا ساتھ نہیں دے پارہی ہے۔ولا حول ولا قوة الا باالله

پھر عاصیہ ملعونہ کی حالیہ رہائی کے خلاف کیے جانے والے احتجاج کے تو کیا ہی کہنے، کہ مقامی کفریہ ایجنسیوں اور میڈیا نے انتہائی چالاکی سے عامۃ المسلمین کو احتجاج کرنے والوں ہی کے خلاف غضبناک کر دیا۔ اور حکومت کے شاطر عہدیداروں نے کراچی میں لاشیں اٹھا چکے اور پورے ملک میں درجنوں کارکن زخمی اور بیسیوں گرفتار کروا چکے۔ احتجاجیوں کو ایک بالکل جھوٹے اور شرمناک سے معاہدے پر "ٹرخا" کر گھروں کو روانہ کر دیا اور مطلع ذرا سا صاف ہوتے ہی تمام تر وعدوں اور معاہدوں سے انکار کر دیا۔ وفاقی وزراء کاذب فواد چوھدری اور خبیث ترین شخص شہریار آفریدی کی زبانوں سے نکلنے والی کفریات جو دلوں کو چھلنی کیے جاتی ہیں۔والله المستعان علی ما تصفون۔

یوں پاکستانی "حساس اداروں" اور ان کی لونڈی اس کٹھ پتلی حکومت کے سبب یہ احتجاج خود عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گیا۔

اللهم انا نجعلك في نحورهم و نعوذبك من شرورهم

اس تمام پس قدمی یا شکست کا سبب آقا مدنی علیہ الصلوۃ والسلام کے طریقے کو چھوڑ کر خدانخواستہ عاصیہ ملعونہ ہی کے حمایتی عالمی طاغوتی نظام کے ایجاد کردہ طریقوں کو اپنا لینا ہے۔

کیا رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخوں اور ان کے "انویسٹرز" اور اونرز سے برتاؤ کا یہ طریقہ سکھایا ہے جو آج یہ سادہ لوح مسلمان اپنائے ہوئے ہیں یا وہی جو آج مجاہدینِ اسلام سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سادہ سے تقابل کے لیے یقیناً ہمیں کسی خاص تحقیق کی ضرورت نہ ہو۔ تو سرزمین پاکستان میں اسلام پسندوں کی ہوتی پس قدمی یا دوسرے الفاظ میں سر چڑھتی ذلت کا حل محض رسول امین ﷺ کے ورثہ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قتال میں ہے۔

یہی نبوی منہج اپنا کر آج مجاہدینِ اسلام فتح یاب و کامران ہو رہے ہیں اور باذن اللہ اب اس کی گواہیاں خود دشمن صلیبی بھی دے رہے ہیں۔ اور دوسری جانب کفریہ جمہوری نظام محض ذلت و گمراہی کا سبب بنا اور لاچاروں و تنگدستوں کا طریقہ کار یعنی احتجاج، ہڑتالیں، جلوس وغیرہ کا نتیجہ صرف تضحیک اور بے عزتی کی صورت ہی ملا۔

ابھی بھی بات سمجھ نہ آئی ہو تو یوں سمجھیے کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کاذب دعویدار نبوت کو الیکشن میں داخل ہو کر مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے تو نتیجہ کیا ہوتا یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعب بن اشرف کے قلعے کے باہر کوئی دھرنا دلوا دیتے، نعوذ باللہ من ذالک۔

مگر نہیں آج اگر ناموس رسالت کا مسئلہ درپیش ہے تو اس کا حل خود اسوہ رسول ﷺ میں موجود ہے۔ ہماری گزارشات عشق رسول ﷺ سے سرشار بیدار مسلمانوں کے لیے یقیناً کوئی اجنبی نہیں ہیں۔ شرعِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر ہر راستہ بلاشبہ گمراہی اور ناکامی کی سمت جاتا ہے۔ چاہے بظاہر اس کے کتنے ہی فوائد نظر آ رہے ہیں، چاہے اس راستے پر چل کر بڑے بڑے جلسے منعقد کرنا نہایت ہی سہل ہو۔ اور ہٹو، بچو کی صدائیں بھی عام ہوں۔ لاریب کے وہ دنیا اور آخرت کے خسارے کی سمت لے جاتی راہ ہے، اس راہ سے دنیا میں کتنے ناکام و نامراد اور ذلیل ہوئے مصر سے الجزائر اور پاکستان و ہندوستان کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

مگر طریق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بدر و حنین سے قندھار و وزیرستان میں تقدیس رسالت کا یہ معرکہ سر کرتے وہ چند بے کس لٹے پٹے اجنبی دنیا و آخرت میں کامیاب ہی ٹھہرتے ہیں۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہی ہے۔ آیئے ناموس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی خاطر عہد کریں کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی مانند خود گستاخان رسول کو اپنے احباب کی مدد سے قتل کر ڈالیں گے، یا مجاہدین کو ان ملعونوں تک رسائی میں مددگار ہو جائیں گے۔ وگرنہ ان تمام گستاخوں کے محافظ و نگہبان اس مرتد نظام اور اس کے جھوٹے خدا امریکہ اور اس کے اہداف کو ہر جگہ مجاہدین کے ہمراہ نشانہ بنائیں گے اور یہ قصہ ہی نپٹ جائے گا۔

عاصیہ ملعونہ اور اس کو رہا کرنے والوں کی سرکوبی نہ تو ان لایعنی دھرنوں مظاہروں سے ہو گی اور نہ ہی کفریہ جمہوری نظام میں شمولیت سے بلکہ حل مجاہدینِ امت اور کواشی برادران رحمہا اللہ کا اپنایا ہوا راستہ ہے۔ جو باالفاظ خدا کچھ یوں ہے:

مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا۟ أُخِذُوا۟ وَقُتِّلُوا۟ تَقْتِيلًا

"یہ لعنت زدہ، جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں"۔

اگر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ہمیں ہماری جانوں، اموال و اولاد سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو آیئے مجاہدینِ اسلام حصہ بن جایئے چاہے جس طرح بھی ممکن ہو۔ وہ مجاہدین جو نہ صرف حرمتِ رسول پر قربانیاں دے رہے ہیں بلکہ اس غلیظ فعل کی جڑ اور حصار یعنی اس کفریہ طاغوتی نظام ہی کو اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہیں اور وہ بھی محض طریقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جس پر چل کر خسارہ و نقصان ہونا تو سو فیصد ہی ناممکن ہے۔

فقطع دابر القوم الذين ظلمو و الحمدلله رب العالمين

☆☆☆☆☆

گستاخوں پر زمیں تنگ رہے گی!

آسیہ مسیح کا مقدمہ...ہم ضرور بولیں گے

عمر فاروق

پاکستان میں شاتم رسول کے لیے سزائے موت کا قانون ہے لیکن آج تک کسی شاتم کو سنائی گئی سزا پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ بلاشبہ پاکستان میں قانون توہین رسالت کا غلط استعمال ہوا اور ہو رہا ہے۔ غیر مسلم ہی نہیں درجنوں بے گناہ مسلمانوں کے خلاف بھی فرقہ وارانہ اختلاف اور ذاتی لڑائی جھگڑے کی آڑ میں توہین رسالت کے مقدمے بنائے گے۔ اس حد تک ظلم ہوا کہ ختم نبوت کے ایک عظیم محافظ کہ دفاع ختم نبوت پر جن ایسا کام کوئی نہ کر سکا، انھیں بھی گستاخ رسول کہا گیا اور وہ اپنی جان بچانے پر مجبور ہوئے۔ یہ فرقہ وارانہ باہمی آویزش ہم مسلمانوں کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کو بھی مولویوں نے فتووں کا نشانہ بنایا۔ جبکہ شاتم رسول کے بارے میں شیخ الاسلام کی کتاب [الصارم المسلول علی شاتم رسول] آج تک حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ اس مسئلے پر تحقیق اس وقت تک مکمل ہی نہی ہوتی جب تک امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب نہ دیکھی جائے۔ تقسیم ہند سے پہلے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ پر کلہاڑے سے حملہ ہوا. شدید زخمی ہوئے، وجہ ایک مولوی صاحب کی طرف سے [ثناءاللہ گستاخ] کو قتل کرنے والے کے لیے جنت کی خوش خبری تھی۔

جب ہم پاکستان میں قانون توہین رسالت کے عدم نفاذ کی بات کریں گے تو ساتھ ہی اس قانون کے غلط استعمال کی بات بھی کی جائے گی۔

لیکن....لیکن

اس کا یہ مطلب کہاں سے آگیا کہ ایک حقیقی شاتم کو معاف کر دیا جائے؟

صرف اس لیے کہ وہ ایک غیر مسلم ہے؟

صرف اس لیے کہ وہ ایک عورت ہے؟

صرف اس لیے کہ عالم مغرب اس کا پشت پناہ ہے؟

اگر کوئی احساس کمتری کا مارا ہوا نام نہاد مسلمان کسی ثابت شدہ شاتم رسول کے لیے معافی کا گوشہ رکھتا ہے تو پھر وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

اللہ کی قسم!

یہ ساری دنیا ایک لمحے میں مٹی کا ڈھیر بن جائے، یہ قبول ہے! لیکن ناموس رسالت علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں۔ ہمارے مغربی قانون پڑھے ہوئے پاکستانی ملحدین اور غیر ملحدین قانون دانوں کے نزدیک عالم مغرب کا فرمایا ہوا حرف آخر ہو سکتا ہے، لیکن ہم مسلمانوں کے نزدیک سپریم لاء قرآن و سنت ہی ہیں!

قانون توہین رسالت کا غلط استعمال شدید ترین گناہوں میں سے ہے لیکن اقبالی مجرم سے رعایت کیوں؟

اس قانون کے غلط استعمال کا میرے سے بڑا گواہ اور کوئی نہیں۔ یہ میرا موضوع ہے، میں مسئلہ توہین رسالت پر کتاب بھی تحریر کر چکا ہوں۔ میں کتنے ہی مقدمات سے آگاہ ہوں جن میں بے گناہوں کو پھنسایا گیا...لیکن آسیہ مسیح نے تو ایس پی شیخوپورہ کے دفتر میں اپنے شوہر کی موجودگی میں بقائمی ہوش و حواس اپنے جرم کا اعتراف کیا تھا۔ پھر پنچایت میں بھی اس نے اقرار جرم کیا تھا۔ اس کے اسی اقرار کی وجہ سے تو ماتحت عدالت نے اسے سزا سنائی تھی۔ اس کے اسی اقرار کی وجہ سے تو لاہور ہائیکورٹ کے تین رکنی بنچ نے اس کی اپیل مسترد کر دی تھی۔ اس لیے ایسی شاتمہ رسول کو کیوں معافی دی جائے؟

یہاں میں اپنے بارے میں ضرور لکھنا چاہوں گا کہ میں وہ ہوں کہ میں نے مسیحی دوستوں سے مل کے طویل عرصہ مذہبی ہم آہنگی کے لیے کام کیا ہے اور کر رہا ہوں۔ مجھے اس پر فخر ہے اور میں یہ ثواب سمجھتے ہوئے کرتا ہوں۔

سانحے میں چرچ پر ہونے والے حملے میں شرپسندوں کے سامنے میں کھڑا ہوا تھا. باہمی احترام، مذہبی رواداری اور ثقافتی برداشت کی روایات عام کرنے کے لیے مصروف عمل ہوں

لیکن.....لیکن.....ایک بار پھر.....لیکن

اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ایک اقبالی شاتم رسول کے لیے نرم گوشہ رکھوں یا اس حقیر دنیا کے مفادات کے لیے ایمان فروشی کروں۔ ایک مجرم نے جب اقبال جرم کر لیا، تو پھر اس کے لیے کیسی معافی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس پر کسی ادنیٰ سی مداہنت کا تصور بھی حرام ہے!

☆☆☆☆☆

شاتمین رسول کے تحفظ کا معاملہ؟

محمد ایوب عمر

صلیبی جنگ اپنی پوری شدت سے جاری ہے۔ میدان جنگ سے لے کر میدان فکر تک کے تمام شعبوں میں محاذ دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ کفار کا اہل ایمان سے حسد، بغض وعدوات، کینہ ابل ابل کر باہر آرہا ہے۔ نفرت کی یہ چنگاریاں کبھی اہل ایمان کو قید وبند کی صعوبتوں سے گزار کر، ان کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عصمت دری کر کے، قید خانوں میں اہل ایمان کے ساتھ ظلم و تشدد کر کے تو کبھی درجنوں ڈرون حملے کر کے بھی پوری نہ ہو تو پھر وار براہ راست اہل ایمان کے مرکز، محبت کے محور، ایمان کی شرط تکمیل، سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملہ کر کے اپنے غلیظ اور قبیح جذبات کو تسکین پہنچانے کی کوشش میں صرف ہوتے ہیں۔ امت مسلمہ کے محبت کے محور پر حملہ، جذباتی اور روحانی اذیت پہنچا کر اپنے اندر بھری گندگی دکھانے کا یہ سلسلہ کوئی نیا تو نہیں، اگر آج ملعونہ آسیہ اس ناپاک حرکت کی مجرم ہے تو اس سے پہلے بین الاقوامی سطح پر خاکے بنوا کر ڈنمارک، ناروے کے اخبار مالکان نے اپنے مذموم جذبات کو تسکین پہنچائی تھی۔ گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کے بعد تو جیسے پورا صلیبی یورپ وحشت زدہ ہو کر رہ گیا ہے، عراق میں ملنے والی ہزیمت، افغانستان میں دن بدن ہونے والی رسوائی تمام تر جھوٹے دعووں کے باوجود ناکامی کا اذیت ناک احساس ایسا جان لیوا ثابت ہو رہا ہے کہ بے بسی میں دشمن، انتہائی گری ہوئی، ایسی گھٹیا و گھناونی حرکتوں پر اتر آیا ہے جو اہل ایمان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دینے کو ہے۔

توہین رسالت کے واقعے کی مجرمہ ملعونہ آسیہ کو بین الاقوامی کوریج مل رہی ہے، جس کے پردے میں وہ تمام چہرے بے نقاب ہو گئے جن کے دلوں میں اسلام سے ازلی بغض و عداوت ہے، یہ واقعہ کیسے پیش آیا، اس کا پس منظر کیا ہے، ذرائع ابلاغ کے مطابق ملعونہ آسیہ پنجاب کے ضلع ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں اٹاں والی کی رہنے والی ہے۔ شاتمہ رسول نے کچھ عرصہ قبل قران پاک اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدگوئی کی۔ تفصیل کے مطابق ۳۸ سالہ شاتمہ رسول وقوعہ کے روز گاؤں کی دوسری خواتین کے ساتھ مقامی زمین دار کے کھیت میں فالسہ چن رہی تھی کہ اس نے دانستہ دو کمسن مسلمان بہنوں کے گلاس سے پانی پی لیا۔ ان دونوں بہنوں نے اس گلاس سے پانی پینے کے بجائے پیالی میں پانی پی لیا جس پر اس ملعونہ عورت نے ان دونوں بہنوں کو برا بھلا کہنے کے بجائے براہ راست اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان طعن دراز کی اور قرآن مجید پر تنقید شروع کر دی۔ اُس نے اپنی ناپاک زبان کے استعمال سے اہل ایمان کی عقیدتوں اور محبتوں کے مرکز کو نشانۂ تضحیک بنایا۔ یہ باتیں سن کر دونوں کمسن بہنیں رونے لگیں۔ چیخ و پکار سن کر کھیت کا مالک بھی ادھر آگیا اور جھگڑے کی تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ اس پر مالک نے آسیہ سے تمام واقعہ کی تصدیق چاہی اور اس کے الفاظ کا اقرار کروایا تو آسیہ نے انتہائی ڈھٹائی سے اپنے الفاظ کی تصدیق کی۔ گاوں کی پنچائیت میں بھی اس نے اپنی بات کا انکار نہ کیا بلکہ کہتی رہی کہ ہاں اس نے یہ بات کہی ہے اور اب اسے سب سے کہتی ہوں۔ جس کے بعد گاؤں والوں نے فیصلہ کر کے اس کی ایف آئی آر درج کروادی۔ بعد ازں جیل جانے تک جیل میں بھی قیدی خواتین سے اس عورت نے اپنے کارنامے کا فخریہ تذکرہ کیا۔ مقدمے کی سماعت کے دوران گو اس نے اپنے توہین آمیز جملے دہرائے نہیں لیکن ان کا انکار بھی نہیں کیا۔

ملعونہ کی ذاتی زندگی:

ملعونہ کی ذاتی زندگی بھی ایسے تضادات اور گندی باتوں سے بھری ہوئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عورت کا ذاتی کردار بھی کتنا خراب ہے اور جس قبیل کی یہ عورت ہے اس سے یہ جرم کسی کوتاہی یا غلفت کا نتیجہ نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کیا جانے والا عمل ہے۔ اخبارات کی رپورٹ کے مطابق ملعونہ آسیہ نے اپنی بڑی بہن کے شوہر سے شادی کر رکھی ہے جو کہ مسیحی قوانین کی رو سے بھی جائز نہیں۔ خود اس کا ذاتی بیان ہے کہ وہ شہر میں بیوٹی پارلر چلاتی رہی ہے۔ گاؤں کی خواتین کے مطابق ملعونہ سیدھی سادی عورتوں میں عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتی رہتی تھی جسے اکثر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ عدالت میں بات پہنچنے تک ملعونہ کے لیے دس وکلا کام کرتے رہے ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی پشت پناہ قوتیں کون ہیں۔ ملعونہ کی ذاتی زندگی اور اُس کے معالات کا تذکرہ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ قارئین کے ذہن میں اُس کا کردار اور ماضی کے کرتوت تازہ رہیں۔ شاتمین رسول کی بدکرداریوں اور لہوولعب میں گزری زندگیوں کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی اسی لیے کیا کہ اُن کے شیطانی کردار کو پوری طرح واضح کیا جا سکے۔ ولید بن مغیرہ 'جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس میں گستاخیوں کو مرتکب ہوتا تھا' کا تذکرہ قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ o مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ o عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ

”طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لیے پھرنے والا، مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار، سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے“۔

قرآن مجید کے ان الفاظ نے ولید بن مغیرہ کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا سو ہر شاتم رسول اسی طرح بدکردار اور خبیث الفطرت ہوتا ہے جس کے بارے میں آگہی ہونا ضروری ہے۔

ملعونہ کے لیے پیٹ میں مروڑ کیوں؟

مقامی عدالت سے سزا کا اعلان ہوتے ہی تمام صلیبی قوتیں سرگرم ہو گئیں، ویٹی کن سے دنیائے عیسائیت کا سردار پوپ بنی ڈکٹ چیخ اٹھا کہ یہ سزا فوری طور پر ختم کی جائے۔ پھر کیا

تھا، میڈیا میں موجود صلیبی ہرکاروں کے ملعونہ کی مظلومیت ثابت کرنے کے لیے بہتے ٹسوؤں سے لے کر حکومتی ایوانوں میں براجمان شیطانوں کی پھرتیاں زور پکڑ گئیں۔ خاص طور پر سلمان تاثیر کی اس ملعونہ کے لیے پھرتیاں قابلِ دید تھیں جبکہ اس عورت کو بچانے کے لیے امریکہ نے ۲۱ نومبر ۲۰۱۰ کو اعلان کیا کہ وہ آسیہ کو پورے خاندان سمیت پناہ دینے پر تیار ہے۔ دوسری طرف سیاسی ہرکارے، حکومتی اہلکار، صلیبیوں کے تنخواہ دار، صدر سپریم کورٹ بار، بعض این جی اوز، اور میڈیا میں توہین رسالت کی اس مجرمہ کو مظلوم ثابت کر کے توہین رسالت کے قانون کے خلاف راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ اس ساری صورت حال کو ویٹی کن سے خصوصیت کے ساتھ مانیٹر کیا جا رہا ہے اور ویٹی کن کا نمائندہ بھی پاکستان پہنچا۔

پاکستان میں قانون توہین رسالت:

گزشتہ بیس سالوں کے دوران اس قانون کے تحت ۷۰۰ مقدمات درج کرائے گئے جس میں سے نصف سے زائد مقدمات مسلمانوں نے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف درج کرائے ہیں۔ ملعونہ آسیہ وہ پہلی عورت ہے جس کو ۲۸ سالوں کے دوران پہلی مرتبہ سزائے موت سنائی گئی ہے۔ جبکہ یہ وہ قانون ہے کہ جس کے تحت آج تک کسی بھی مجرم کو سزائے موت نہیں ہوئی ہے۔ اب تک اس قانون کے تحت ملزموں کو نہ صرف تحفظ ملا بلکہ ان کو منظرِ عام پر ایک مظلوم، بے کس اور لاچار فرد کے طور پر پیش کیا گیا۔ عدالت سے سزا پانے والوں کو بے گناہ قرار دیا جاتا رہا۔ ماضی میں رحمت، سلامت اور منظور مسیح نے گوجرانوالہ کے نواح میں مسجد کی دیوار پر توہین آمیز چاکنگ کی۔ ایک پیشی کے وقت ان پر حملہ ہوا تو ایک ملزم منظور مارا گیا۔ بعد میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو جسٹس (ر) عارف اقبال بھٹی نے سیشن کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے بری کر دیا تھا اور وہ جرمنی چلے گئے تھے (یعنی دونوں کو جرمنی فرار کروا دیا گیا)۔ یاد رہے کہ مذکورہ جج کو ریٹائرمنٹ کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔

یہ سب اس کفریہ نظام کی وجہ سے ہی ممکن ہوا کہ جس کا کام ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی پشت پناہی کرنا ہے۔ وہ لوگ جن کو نیچے اور ذلیل بن کر رہنا اور جزیہ دے کر جان بخشی کا حکم ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کی جرات کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے اہمیت قانون کی نہیں بلکہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو اس کے لیے ایمان کا مسئلہ ہے۔ ناموس رسالت کسی قانون کا پابند نہیں نہ ہی اس کے لیے کسی قانون کی ضرورت ہے۔ قانون کے ہوتے ہوئے بھی اگر ناموس رسالت کا دفاع نہ ہو سکے تو تف ہے ایسی تمام دفعات پر جو الٹا مجرم کو تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ توہین رسالت کے لیے ایک ہی سزا ہے جو کہ دور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مجرم کو نہیں بخشا گیا۔ پاکستان میں اس جرم کی سزا کو قانون کا پابند کر کے مجرموں کے ہاتھ مضبوط کیے گئے ہیں ورنہ شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے نہ تو امت کسی قانون کی پابند ہے نہ ہی کسی دنیاوی حکم کی' اس کے لیے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے، اور سزا کا شرعی طریقہ کار بھی۔ امت میں غازی علم دین شہید اور غازی عبد القیوم کا کاروان بھی موجود ہے، جو اپنے جلو میں عامر چیمہ شہید جیسی موجودہ دور کی زندہ مثالیں بھی رکھتا ہے۔ نہیں ہے تو وہ نظام نہیں ہے جو کفر اور ایمان کی تفریق کر دے۔

توہین رسالت بمقابلہ توہین عدالت!

اس سلسلے میں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کفریہ نظام کو چلانے والی یہ عدالتیں کتنی معتبر، معزز اور مقدس ہیں کہ ان کی توہین کرنے والے کو باقاعدہ سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن توہین رسالت کا قانون بھی اس قدر مظلوم ہے کہ اس پر ہر کوئی رائے زنی کر کے اپنے آپ کو فقہ کا عالم ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ یہ نظام باطل کے شجرہائے خبیثہ کی خباثتیں ہیں جو امر بیل کی طرح امت مسلمہ سے چمٹ گئی ہیں کہ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ بھی ممکن نہیں رہا جبکہ ذلیل لوگوں کی گردنیں مارنے والوں کو تکذیب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

گستاخانِ رسول اور ان کا انجام:

آیئے! دیکھتے ہیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں سے کیا سلوک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین رسالت پر کیا رویہ اختیار کیا، تابعین اور ائمہ نے کیا ردعمل ظاہر کیا اور گستاخِ رسول سے کیا سلوک کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شانِ نبوت میں گستاخی کرنے والے بعض مردوں اور عورتوں کو بعض مواقع پر قتل کروایا، کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے کر اور کبھی پوری منصوبہ بندی کے ساتھ روانہ کر کے۔ کبھی کسی صحابی نے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خود گستاخِ نبی کے جگر کو چیر دیا اور کبھی عزم کر لیا کہ خود زندہ رہوں گا یا گستاخِ نبی زندہ رہے گا۔ کبھی نذر مان لی کہ فلاں گستاخ کو ضرور قتل کروں گا۔ جو گستاخ مسلمانوں کی تلوار سے بچے رہے، انہیں اللہ جل شانہ نے عذابوں میں مبتلا کیا، رسوائیوں کا شکار رہے، قبر نے اپنے اندر رکھنے کے بجائے باہر پھینک دیا کہ عبرت کا نمونہ بن جائے۔

عصما بنت مروان کو عمیر بن عدی نے قتل کیا۔ یہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھی، اس متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس عورت سے کون نمٹے گا؟''۔ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ 'جن کی بینائی بھی کمزور تھی' نے اس عورت کو اس حالت میں قتل کیا کہ ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اس عورت کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی

ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس سے الگ کر دیا پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہو گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس صحابی کے بارے میں فرمایا "تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتے ہو، جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی مدد کی ہے، تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو، اسے نابینا نہ کہو، یہ بینا ہے"۔ (الصارم المسلول)

ابو عفک یہودی ‘جو کہ ۱۲۰ سال کا بوڑھا اور ضعیف العمر تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتا تھا‘ کو سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اسی طرح ایک یہودی عورت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دشنام طرازیاں کیا کرتی تھی‘ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

ابو رافع یہودی جو کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی پر ابھارتا تھا کو قتل کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چند انصاری صحابہ کو بھیجا، جنھوں نے اُسے قتل کیا۔ ایک اور یہودی سردار کعب بن اشرف کی ایذا رسانیوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ستا رہا ہے"۔ اس دشمن اسلام کو اسی جرم کی بنا پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

ایک نابینا صحابی کی باندی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، جب ایک رات اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کی تو اس نابینا صحابی نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا، وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ پھر صبح وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اُس باندی کو مار چکا ہوں، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی، میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی، میں دھمکاتا تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں وہ مجھ پر مہربان بھی تھی لیکن آج رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینی اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو گواہ رہو! اس کا خون بے بدلہ (بے سزا) ہے۔ (ابو داؤد)

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے شاتم رسول ابن خطل کو قتل کیا۔ اس کی دونوں لونڈیوں کو بھی قتل کیا گیا جو شان رسالت میں لکھے گئے گستاخانہ اشعار کو پڑھا کرتی تھیں۔ ابن خطل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اگر کعبۃ اللہ کے پردوں میں بھی پناہ لیے ہوئے ہو تو اُسے قتل کیا جائے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور کی توہین کرنے والا مباح الدم (جس کا خون بہانا جائز ہو) بن جاتا ہے۔ اگر عورت بھی گستاخی کی مرتکب ہو تو اس کی سزا میں کمی واقع نہ ہو گی، شرعی حد کے طور پر قتل ہی کی جائے گی۔

ناموس رسالت اور صلیبیوں کا بغض:

جیسا کہ قرآن خود بیان کرتا ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

"جو نفرت ان کافروں کی زبانوں سے ظاہر ہے وہ تو تم کو معلوم ہے اور جو بغض ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بہت زیادہ ہے"۔

یہود و نصاریٰ روزِ اول ہی سے شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نازیبا کلمات کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کبھی یہودی عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ کبھی کافر مردوں نے گستاخانہ قصیدے کہے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھے اور کبھی نازیبا کلمات کہے۔ (اُس زمانے میں شاعری کا دور دورہ تھا، کسی کی ہجو کہی جاتی تھی، آج کافروں نے توہین کا انداز بدل دیا ہے اور فلموں، کارٹونوں اور خاکوں کے ذریعے مذاق اڑایا جاتا ہے)۔ لارس ولکس، فلیمنگ روز، کرسٹن جسٹ، گرٹ ولڈرز، سلمان رشدی، کرٹ ویسٹر گارڈ، آیان ہرسی علی، اُلف جانسن، مولی نورس سمیت لاتعداد شیطان صلیبی دنیا کی آشیرباد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر طعن و تشنیع کے تمام حربے آزما رہے ہیں۔

توہین رسالت صلیبی جنگوں کا ایک تسلسل ہے۔ جس کے تحت ایمان و عقائد پر حملے کر کے امت کو ذہنی و جذباتی طور پر مضمحل کرنا ہے۔ توہین رسالت کے ذریعے احکامات ربانی کا مذاق اڑانا، تمام انبیا کی توہین کرنا، اور دین اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینا' اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ وحشی، اپنے کفر میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اگر ان کو روکنے والے ہاتھ نہ ہوں اور ان پر اللہ کی لعنت نہ ہوتی تو یہ کوئی جگہ ایسی محفوظ نہ چھوڑتے جہاں مسلمان سجدہ بھی کرنے کے قابل ہوتے۔ اسلام کی مستحکم بنیادوں سے لرزاں کفار اپنے نظام باطل کی کمزور عمارت کا بوجھ اٹھائے، اسلام کو اپنی چند کمزور پھونکوں سے مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ خائف ہیں تو دراصل اس نظام سے جو مظلوموں کو ان کے ظالمانہ چنگل سے نکال دے گا، جو اللہ کی حاکمیت قائم کر کے ان جھوٹے خداؤں کے بت پاش پاش کر دے گا۔ لہٰذا جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو اپنی گندگی اور خبثِ باطن کو اپنے الفاظ، خیال، قلم کے ذریعے باہر لے آتے ہیں تا کہ دیکھ سکیں کہ امت میں اب بھی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی رمق باقی ہے یا نہیں؟ اور کتنے کلمہ گو ہیں جو اپنے ایمانوں کا سودا ان صلیبیوں سے کر چکے ہیں!

☆☆☆☆☆

عقل تمام بولہب

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

بولہب، اولین شاتم رسولؐ کا بیٹا عتیبہ، شام کے سفر پر جانے سے پہلے آیا۔ النجم کی آیات کا انکار کرتے ہوئے آپؐ کی طرح منہ کر کے تھوکا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا دی:

”اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے“۔

شام کے سفر میں پڑاؤ ڈالا۔ ابولہب بد دعا سے خوفزدہ تھا۔ بیٹے کو اونٹوں کے پہرے میں محفوظ کر کے سلایا۔ رات کو شیر آیا، سب کے منہ سونگھتا ہوا عتیبہ تک پہنچا۔ سر پکڑ کر ذبح کر ڈالا۔ چیر پھاڑ گیا۔ گستاخ رسول پر پہلی سزائیں اللہ نے خود نافذ فرمائیں۔ پہلے بیٹے اور بعد ازاں خود ابولہب پر عبرتناک موت کی صورت۔ یہاں تک مدینہ کی ریاست قیام ہونے پر شاتم رسول کی سزا قانوناً نافذ ہوئی۔ کعب بن اشرف، ابورافع جیسے یہودی سرداروں اور دیگر ملعونین پر لاگو کی گئی۔ امام مالکؒ کے قول کے مطابق:

”اس امت کے باقی رہنے کا کیا جواز ہے جس کے نبی کو سب و شتم کا نشانہ بنا ڈالا جائے“۔

سوٗشان رسالتؐ امت، ملت، مملکت کی بقا کا سوال ہے۔ شاتم رسول کا جرم روئے زمین پر سب سے بڑا جرم ہے۔ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب بن اشرف کے قتل پر شکوہ کیا۔ (خوف کی لہر دوڑ گئی تھی ان کے رگ و پے میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو فرمایا۔ وہی عین توہین رسالت کا قانون بھی ہے۔

”اس نے ہمیں نقصان پہنچایا۔ شاعری میں ہماری ہجو کی۔ اب تم میں سے جو کوئی یہ کام کرے گا ہم اس سے تلوار سے نمٹیں گے۔ یہ کفر نہیں گستاخی کی وجہ سے قتل ہوا“۔

اس زمین پر سب سے بڑا جرم توہین رسالت ہے۔ جس پر مذاکرات، معافی، مفاہمت نہیں ہے۔ اسی لیے کفار و یہود کو ایک دستاویز پر دستخط کے لیے بلایا کہ وہ جان لیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں بولیں گے۔ یہ جرم ہے۔ جو زبان سے اذیت دے گا۔ اس کا خون محفوظ نہیں۔ ہولوکاسٹ (یہود کی نسل کشی) کی عصمت پر شک کرنا جرم ہے۔ یہود نے دنیا کو پڑھا دیا۔ جو آزادئ اظہار ہولوکاسٹ پر گھگھیا جاتی دم سادھ لیتی ہے۔ رواداری برداشت، پر امن بقائے باہمی کے بھاشن نہیں دیتی، اسے شان رسالت بھی پڑھنی پڑے گی۔

عشقِ تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب!

تمام احتیاط برتتے ہوئے، پھونک پھونک کر قدم رکھتے آسیہ ملعونہ کا کیس لاہور ہائی کورٹ تک پہنچا۔ تمام تر گواہیوں اور آسیہ کے بیانات / اقرار کی روشنی اور شفاف مقدمے میں اسے سزائے موت سنائی گئی۔ اور پھر یکایک قانون و انصاف پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ۲۹۵-سی کا گلا گھونٹتے ہوئے آسیہ بری ہو گئی۔ اچانک، یکایک!

ممتاز قادری پر تو دن رات ایک کر کے پھانسی کی سزا صادر ہو گئی۔ آسیہ پر پورے دس سال لگا دیے اور پھر جو رہائی دی تو پورا مغرب کھکھلا اٹھا۔ داد و تحسین کے ڈونگرے برسنے لگے۔ براؤن صاب میڈیا (پرنٹ، سوشل) نے خوشیاں منائیں۔ شاباش دی! لیکن ایسا کیوں ہے کہ سارے چینلز کو سانپ سونگھ گیا۔ گڑھے میں گری گائے پر بریکنگ نیوز لگانے والے۔ اس کاریسکیو آپریشن براہ راست نشر کرنے والوں نے گڑھے سے نہلا دھلا کر نکالی جانے والی آسیہ بی بی، اور اس پر قوم کا ردعمل کیوں نہ دکھایا؟ فیصلہ جاری ہونے سے پہلے ہی سرکاری طور پر میڈیا کی زبان بندی کر دی گئی۔ اگر یہ فیصلہ شفاف اور برحق تھا تو ڈر کیسا؟ ذی شعور قوم نے اتنا شدید ردعمل کیوں دیا؟ تادم تحریر دو دن ہو گئے۔ پورا ملک معطل ہو گیا۔ قومی شاہراہیں، مارکیٹیں بند، سکول کالج بند، امتحانات منسوخ، ٹرانسپورٹ بند، سگنل بند، دفعہ ۱۴۴ لاگو۔ ملک بھر سراپا احتجاج۔ اگر آپ فیصلے پر اتنے پر اعتماد ہیں تو آپ نے میڈیا کا منہ کیوں باندھے رکھا؟ اگر یہ فیصلہ مبنی بر انصاف تھا تو قوم یک زبان اتنی سیخ پا اور برہم کیوں؟ وزیر اعظم کہتے ہیں:

”ریاست سے جنگ نہ کریں، نہ ٹکرائیں“۔

آپ ریاست مدینہ کے نام لیوا، اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی جنگوں کے متحمل ہو سکتے ہیں؟ سودی نظام والی جنگ تو جاری ہی تھی۔ (البقرۃ ۲۷۸-۲۷۹) اب روئے زمین پر افضل الخلائق، سید الانبیاء، خاتم النبیین، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس ایک چھوکری کے ہاتھ بیچ دی؟ زبان کپکپاتی، وجود لرزتا اور جگر پاش پاش ہوتا ہے ہر صاحب ایمان کا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا (ارتداد کی لہر پر)

ایبدل الدین وانا حی

”کیا میرے جیتے جی دین بدل دیا جائے گا؟“

آج بحمد للہ ہر ذی شعور (سوائے جہلاء کے) اسی تپش کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اٹھ گیا ہے۔ بلا استثناء تمام دینی جماعتیں یک زبان ہیں، یہ سیاسی ایشو نہیں ہے (اسی لیے

سیاستدان تو اب بھی سیاست ہی کر رہے ہیں۔ حکومت، اپوزیشن ایک عرصے بعد یک جا مفاہمتی انداز میں ہنستے مسکراتے دیکھے جاسکتے ہیں) آسیہ بی بی پر اتفاق رائے کی تصویر دیکھ لیجیے۔ کمزور ترین ایمان کا مسلمان بھی اہانت رسول قبول نہیں کر سکتا۔

ادھر حکومتی اہتمام ملاحظہ ہوں۔ آسیہ کا خاندان پہلے ہی برطانیہ جاچکا۔ یہ معزز مہمان بن کر اب اپنی قیمتی متاع، ملعونہ آسیہ کو لے جانے پاکستان آئے ہیں۔ مکمل حفاظتی پروٹوکول کے ساتھ ان کا استقبال کیا جاچکا۔ آسیہ جیل سے سیدھا بذریعہ سرکاری ہیلی کاپٹر ایئرپورٹ پہنچادی جائے گی۔ (دی نیوز: یکم نومبر' کے گمان، قیاس آرائی کے مطابق)۔

اقلیتوں سے حسن سلوک پر نوبل پرائز سے بھی بڑا انعام ان حکومتوں کا حق ہے۔ شان رسالتؐ ہی قربان نہ کی، ایک بھاری بھر کم گورنر نے اپنی جان اس دیہاتی عورت پر نچھاور کر دی۔ ایک عاشق رسول کو اس کی خاطر تختہ دار پر چڑھا دیا۔ عوام میں جس کی مقبولیت کا یہ عالم کہ تمام تر حکومتی رکاوٹوں، میڈیائی بلیک آؤٹ کے باوجود اس گئے گزرے دور میں بھی لوگ امڈے چلے آئے۔ عاشقانِ عاشق رسولؐ نے شہیدِ ناموس رسالت کا جنازہ پڑھا۔ حد نظر تک انسانوں کا سیلاب تھا!

کیا عدالتوں میں شک کے سارے فائدے، دینِ اسلام کے امن ودرگزر کے سارے حوالے گستاخان رسالت ہی کے لیے ہیں؟ اس چھوکری کے مقابل وہ ہماری ایک بیٹی عافیہ جرم بے گناہی کے ۸۱ سال کاٹنے کو پھینک رکھی ہے؟ جس کے ۲۰ لاکھ ڈالر امن پسند ہضم کر گئے! اس فیصلے نے قوم کو بڑا واشگاف پیغام دیا ہے۔ ۲۹۵ سی عملاً فریز کیا جاچکا۔ آئندہ فیصلہ خود ہی چکا دینا۔ ہمارے پاس لاؤ گے تو ہم اس گھناؤنے جرم کو شاباش کی تھپکی دینے پر مجبور ہیں۔ یوں بھی حکومتی مجبوری سمجھنی چاہیے۔

ریمنڈ ڈیوس کیس میں حکمرانوں کی شرمناک فدویت یاد کر لو۔ بلا استثناء تمام حکمران کرسی پر بیٹھنے سے پہلے ایمان، جرأت، غیرت، نظریہ، قومی ملی حمیت سے ہاتھ دھو لیتے ہیں تو بیٹھ پاتے ہیں۔ اسی لیے آسیہ کیس میں تمام کرسی طلب ایک پیج پر ہیں! توہین رسالتؐ کا ہر مجرم، اسلام دشمنی کا ہر سورما مغرب میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ پاکستان نے انہیں معزز مہمان بنا کر مکمل تحفظ دیا مغرب نے آؤ بھگت کی۔ گستاخی کے عالمی ایجنڈے پر ہمارا ہر لیڈر حصہ دار بنا۔

یہ تیرے عشق کے دعوے، یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمئ گفتار، پستئ کردار!

یوں بھی یہ سانحہ ۳۱ اکتوبر کو پیش آیا ہے۔ مغربی دنیا میں یہ "ہیلووین" (جنات، بلاؤں، بھوتوں) کا دن ہے شیطان پرستوں کا دن ہے۔ شیطانی چرچ کے بانی کے مطابق، اپنی سالگرہ کے بعد یہ شیطانی مذہبی رسومات کا اہم ترین دن ہے۔ اسے ان کے ہاں شیطان کی سالگرہ کا دن بھی گردانا جاتا ہے۔ پاکستان میں چند سالوں سے ہم نے مغربی تہذیبی لنڈا بازار سے جو تہوار خرید کر سجائے ہیں یہ ان میں سے ایک ہے۔ جس پر نوجوان، عیش کوش طبقے کے چھوٹے بڑے، شیطانی خوفناک حلئے بناتے، آگ جلاتے، خوفناک فلمیں دیکھتے ہیں۔ گورے تو ایک آدھ دن ہی منا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں "ہیلوین" ہفتہ بھر جاری رکھنے کے پروگرام سوشل میڈیا پر موجود ہیں۔

۲۶ اکتوبر تا ۳ نومبر کے تماشے موجود ہیں۔ خوف بھری تفریح کیجیے، مہنگے ریسٹورانٹوں، ہوٹلوں، پوش علاقوں، نجی سکولوں یونیورسٹیوں میں۔ سو حکومتی عدالتی سطح پر یہ شیطانیت آسیہ کی رہائی کی صورت سامنے آگئی سوئے اتفاق سے ہماری خوش باش نوجوان نسل کو ان تماشوں میں لگا کر دینی حمیت شل کرنے کے سارے اہتمام فراہم ہیں۔ مغرب میں اس کا مآل دیکھیے۔ وسطی فلوریڈا میں، گیارہ بارہ سالہ دو لڑکیاں، جو شیطان پرست تھیں، سکول چاقو لے کر آئیں۔ (پکڑی گئیں بروقت) خوفناک فلم دیکھ کر منصوبہ بنایا تھا، چھوٹے طلباء کو پکڑ کر ان کا خون پینے اور گوشت کھانے کا، بعد ازاں خود کو بھی چاقو سے قتل کرنا تھا۔

ہمارے ہاں ابھی ایمان سے فراغت پانے کے مراحل جاری ہیں۔ یوم کشمیر پر اخبار میں ایک تصویر تھی۔ کشمیریوں پر بھارتی مظالم کی تصویری نمائش کی۔ شریک لڑکیاں کالے دیدہ زیب، کھلے گلے والے کشمیری نوعیت کے (ڈرامائی انداز) لباس زیب تن کئے، خود نمائی کا شاہکار بنی، نمائش میں تصاویر ملاحظہ فرما رہی تھیں۔ مظلوم کشمیری خواتین، نوجوانوں، بچوں کے خونچکاں حال پر بے دردی، بے بسی کا یہ عالم، کشمیر سے ہماری ہمدردی، یک جہتی، غم خواری کا مذاق ہی اڑایا گیا۔ چند نمائشی اقدامات، بیانات، مظاہرے ڈرامے۔ ہمارے سیرت و کردار کس درجہ مسخ ہوگئے۔ نظریہ جاتا رہا۔ دنیا کے پجاری، حرص وہوس مجسم، ایسے میں اسرائیلی طیاروں کا شوشہ، بڑھتے پھیلتے گریٹر اسرائیل کے لیے اقدامات (جو مشرق وسطیٰ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں) کا حصہ ہیں۔ پتھر پھینک کر لہریں گننے کا عمل ہے۔ فیلرز چھوڑے جاتے ہیں ایک دیوانی قوم کا ردعمل جانچنے کو!

☆☆☆☆☆

گستاخِ رسول کی سزا صرف موت

فیض احمد

اللہ تعالیٰ کو جس ہستی سے محبت میں کوتاہی برداشت نہ ہو۔ اس ہستی سے محبت میں دنیا اور اس کا مال ومتاع رکاوٹ بن جائے یا کمی کا باعث بن رہا ہو تو ایسا شخص اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اور ایسے مواخذہ کا حقدار ہے جو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی بعض اوقات گھیر سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس وقت دنیا کے نقشے سے جہاں مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی سفاکانہ و بہیمانہ کوششیں ہو رہی ہیں وہاں مسلمانوں کا ایمانی وجود بھی کڑے امتحان میں ہے۔ اور ایک عرصہ سے مسلمانوں پر امتحانات پر امتحانات آرہے ہیں کبھی امت مسلمہ پر آگ و بارود کی بارش کرکے مسلمانوں کا امتحان لیا جاتا ہے کبھی شعائر اسلام اور مقدس مقامات کے خلاف ہرزہ سرائی کرکے مسلمانوں کی دینی حیمت اور اسلامی غیرت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ان تمام مراحل میں امت مسلمہ کو خوابیدہ پاکر دشمنان اسلام اور شیطان لعین کی روحانی ذریت رسول عربی و رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیواؤں پر مسلسل حملے کر رہی ہے۔

رسول عربی و رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور محبت بھی ایسی کہ جس کے سامنے دنیا کی ہر عزیز اور محبوب چیز ہیچ ہو' اگر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے بڑھ کر مسلمانوں کی محبت' مادیت اور دنا کی چیزوں سے غالب رہی تو یہ اسلام کی راہ شمار نہ ہو گی' بلکہ ہلاکت کا راستہ ہو گا۔ (اعاذنا اللہ من ذلک)

رسول عربی و رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابہ کرام نے محبوب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں دریدہ دہنی کرنے والوں کے خلاف منشاء رب العالمین (محبت رسول) کو کیسے پورا کیا؟ چنانچہ علماء دین حق فرماتے ہیں کہ یوں تو پورا قرآن کریم حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآئہ وسلم کی حرمت و تقدس کے بغیر قرآن کریم کی حرمت و تقدس کا تصور قائم نہیں ہو سکتا' جبکہ قرآن کریم میں بطور خاص دو درجن سے زائد آیات مبارکہ ایسی وارد ہوئی ہیں جن میں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت و تقدس کو بطور خاص موضوع بنایا گیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی' گستاخی اور ایزاء رسائی کو حرام قرار دیا ہے۔ ذخیرہ احادیث میں اس باب کی احادیث لاتعداد و بے شمار ہیں' یہاں پر اسلامی تاریخ کی چند اہم اہم واقعات کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ جن میں مسلمانوں نے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے حقیقی انجام تک پہنچایا۔

دور نبوت میں گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند واقعات رونما ہوئے تھے۔ جن مں کعب بن اشرف، عبداللہ بن ابی الحقیق، ابوعفک یہودی، نضر بن الحارث، عقبہ بن ابی معیط، حورت بن قصید، حارث بن طلا طلا اور ان کے علاوہ کئی مردوں اور عورتوں کو اس بنیاد پر واصل جہنم کرنے کا حکم دیا گا کہ یہ لوگ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی' بے ادبی اور توہین و تنقیص کے ارتکاب کی وجہ سے خالق کائنات اور مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقابل معافی مجرم قرار پائے تھے۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب' جس کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر حملہ کیا تھا اس کے جرم اور سزا کے متعلق تمام صحابہ اکرام کا اجماع ہوا اور اس اپنے ہم نواؤں سمیت اللہ کی ننگی تلوار (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

اے غلامان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہم ایمان کی سلامتی' کامیابی دنیا کی ذلتوں و رسوائیوں سے نجات اور آخرت کے عذاب سے حفاظت چاہتے ہیں تو ہمیں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا و پکا راستہ وہی ہو گا جو منشاء الٰہی کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل اور آپ کے دین کی عملی تصویر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے میل و مناسبت گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سزائے موت کا مجرم و مستحق تسلم کرانے کی یہ قرارداد ۲ جون ۱۹۹۲ کو پہلی مرتبہ قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کی۔ یہ بات بطور خاص ذہن نشین ہونی چاہئے کہ گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتکب شخص اور اس میں شامل کذاب کے کارندے اللہ' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' پوری امت مسلمہ اور ہمارے آئین و قانون کا ایسا مجرم ہے جس کے جرم کے بعد معذرت و معافی و توبہ کی قطعاً گنجائش نہیں' ایسے لعین مجرم کے ناسوری جسم سے اللہ کی دھرتی کو پاک کیا جائے اور اسے واصل جہنم کر دیا جائے۔

علماء نے پوری صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ کبیرہ گناہوں اور جرام میں سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھرانا ہے۔ اگر کوئی انسان شرک جیسے عظیم گناہ سے توبہ کرتے ہوئے رحمت الٰہی کی سائے میں آنا چاہے تو رحیم ذات اپنے عفو در گزر سے نواز دیتی ہے۔ مگر محقق علماء شریعت کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی (جو بالاجماع کفر ہے) کے بعد "توبہ" کی کوئی صورت نہیں یعنی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توبہ قبول ہی نہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے ہم نواؤں کی بھی توبہ کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کے جرم کا تعلق جہاں اللہ تعالیٰ سے ہے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے بھی ہے "توبہ" کرنے والے سے "حق اللہ" تو معاف ہو سکتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء توہین و تنقیص کی وجہ سے جو حق تلفی ہوئی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۱ پر)

شریعت کی حکمرانی بمقابلہ غیر شرعی قوانین

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کئی ایک اسلامی جماعتوں کو احکامات اور قوانین کے حوالے سے سیکولر آئینوں کے تحت سیاسی سرگرمیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ ہر طرف نقصان اور خسارے کی صورت میں ہی نکلا ہے۔

ان ناکام تجربات کے باقیات اور کھنڈرات آپ کو مراکش سے لے کر انڈونیشیا و ملائیشیا تک نظر آئیں گے جس میں آپ کو ناکامی اور نقصان کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ ان جماعتوں کو نصیحت کرنے والوں نے ان کو سیکولر آئین کے تحت انتخابات اور سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہونے اور غیر شرعی قوانین کو ماننے کے نتائج سے پہلے دن ہی آگاہ کر دیا تھا۔

لیکن انہوں نے اسی بات کی تکرار کی: کہ ہم تو شرعی قوانین کا انکار نہیں کر رہے لیکن مفادات، (ہمارے) غلط استعمال اور دیگر مشتبہ معاملات کی وجہ سے ہمیں ان سرگرمیوں میں ملوث ہونا پڑ رہا ہے اور یہ کہ ہم غیر شرعی قوانین پر تکیہ کر کے شرعی قوانین کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک نے ایسے فتوؤں کا استعمال کیا جو حقیقت سے کافی دور تھے، ایسے فتاویٰ جو حقیقت کے سامنے اندھے تھے۔

بدقسمتی سے یہ فتاویٰ زیادہ تر ان ممالک سے آئے تھے جن میں (فتویٰ دینے والوں کی) سیاسی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ کئی ایک فتاویٰ مقبوضہ امریکی ممالک سے آئے جن میں سیاسی سرگرمیوں کو ان ممالک میں موجود امریکی مراکز سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔

ان فتوؤں کو نشر کرنے والوں نے اُمت مسلمہ اور عالمی مجرمین کے مابین اس تناظر کی جانب اپنی آنکھیں اندھی کی ہوئی ہیں۔ ان کی آنکھیں جمہوریت کی جانب سے بھی اندھی ہیں جس درحقیقت اکثریت کی خواہشات پر چلتی ہے۔ مجرمین کی اس اکثریت نے جمہوریت کو استعمال کیا اور اصرار کیا کہ اُمت اپنے قاتلوں، مجرموں اور چوروں کے سامنے سر جھکا دے۔ یہ لوگ یا تو اپنے ملکوں سیکولر آئینوں کے زیر سایہ چلنے والے گندھے سیاست کی جانب آنکھیں اندھی کی ہوئی ہیں یا پھر انہیں اس کا صحیح ادراک نہیں ہے۔ حسن البناء رحمہ اللہ سے لے کر آج تک ان سب ناکام ہونے والی جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لینے پر اصرار کیا، شکست پر شکست کھائی لیکن پھر بھی ناکامی کے اس چکر کو انہوں نے چاہا کہ دوبارہ سے آزمائیں۔

حسن البناء رحمہ اللہ نے بھی اس طریقے کی ناکامی کا اعتراف کر لیا تھا اور امت سے بھی اس درخواست کی تھی کہ اس سے دور رہے لیکن ان کے پیروکار آج بھی اس کو اپنائے ہوئے ہیں اور روز بروز اس دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں۔ ان کو الجزائر، مصر، اردن، فلسطین، کویت وغیرہ میں کچھ نہ ملا سوائے تباہی، شکست اور ذلت کے۔

اگر کسی بھی سیاسی معرکے میں حصہ لینے سے پہلے اُمت نے اللہ کی خاطر سیکولر نظاموں سے برأت کی ہوتی اور شریعت کے حاکمیت کو اولین ترجیح بنایا ہوتا تو یقیناً اس کو اس پیمانے کی تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑتا جس کے زخم آج بھی اس کے وسائل اور روح سے رِس رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے آسان راستے کو پسند کیا اور گمراہی کی بھول بھلیوں میں اپنا راستہ بھٹک گئے۔

ہم میں سے کون بھول سکتا ہے اخوان المسلمون کی جانب سے شریعت کو حَکَم بنانے میں ٹال مٹول سے کام لینے کو، وہ اسی امید پر رہے کہ کسی طرح سے سیکولر نظام، نصاریٰ اور کرپٹ عناصر کی ہمدردیاں سمیٹ سکے۔ ہم میں سے کون آج اس کمزوری کے تلخ نتائج کو بھلا سکتا ہے؟

کیا ہم پاکستانی علماء کی جانب سے برطانوی تعلیم یافتہ سیاست دانوں کی جانب سے پیش کردہ اس پرفریب آئین کی پیش کشوں کو قبول کرنے کے ہلاکت انگیز نتائج کو نہیں دیکھ رہے؟ جس کو ذکر میں نے اپنی کتاب 'سپیدہ سحر اور ٹمٹماتا چراغ' میں کیا ہے۔

اے ہماری مسلمان امت! کافی نقصان ہو چکا، کافی توانائیاں ضائع ہو گئیں، شریعت سے کافی حد تک ہم دور چلے گئے۔ آؤ کہ آج ہم توحید کے گرد جمع ہو جائیں اور اللہ کی حاکمیت کی رسی کو تھام لیں اور آئیں کہ اس کی خاطر دعوت وجہاد کے معرکے لڑیں۔ ہم مسلمان ہیں جو اسلام کی خاطر جیتے اور مرتے ہیں، اس کی عقیدے اور نفاذ شریعت کے لیے قربان ہوتے ہیں۔

اے ہماری مسلمان امت! اللہ کی شریعت کی خاطر اپنی جان ومال، قید وتعذیب کی قربانیاں دینا کہیں زیادہ سعادت اور عزت کی بات ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ کرپٹ سیکولر آئینی سیاسی جدوجہد کی خاطر دھکے کھائیں جس کی وجہ سے ہم مجرموں کے جرائم کے سامنے سر جھکانے اور ان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اے ہماری مسلمان امت! ہمیں آگاہی کے اس جنگ میں اپنی آپ پر قابو پانا ہوگا اور شریعت کی خاطر دعوت وجہاد کی اہمیت کو سمجھنا ہوگا کہ یہ تمام ذمہ داریوں سے بڑھ کر ہے اور اس کے لیے ایسے رہنماؤں اور سپاہیوں کی ضرورت ہے جو مشکوک معاملات اور خواہشات سے بچتے ہوں اور اللہ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہوں۔

اللہ گواہ ہے کہ میں نے آپ کو خبردار کر لیا۔

وآخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

ملفوظاتِ فقیہ العصر نوراللہ مرقدہ

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

مجاہد کی زیارت شوق جہاد کا ذریعہ

مجاہدین کی ایک مجلس میں حضرتِ اقدس نے والہانہ انداز میں فرمایا:

"آپ حضرات کی زیارت سے میرے دل میں جہاد کے ولولے اٹھ رہے ہیں۔ دیکھنے کی بات ہی اور ہے، مجاہد کے حالات سن کر جہاد کا شوق اٹھتا ہے، اگر کسی کے دل میں مجاہد کو دیکھ کر بھی جزبہء جہاد پیدا نہیں ہوتا تو یہ اس کی علامت ہے کہ دل سیاہ ہے وہ دو رکعت نفل پڑھ کر توبہ کرے کہ:

یا اللہ! گناہوں کی نحوست سے دل اتنا سیاہ ہو گیا ہے کہ مجاہد کو دیکھ کر بھی ولولہ نہیں اٹھتا، جوش تیز نہیں ہوتا، یا اللہ! مجھے معاف فرمادے، پھر اس نیت سے مجاہد کے چہرے کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میرے اندر بھی جہاد کا جذبہ پیدا فرمائیں تو اِن شاء اللہ ضرور جوش اٹھے گا۔

روئے ہر یک بنگر و می دار پاس
بو کہ تو باشی زدیدن روشناس
دیدن دانا عبادت این بود
فتح ابواب سعادت این بود"

[جواہر الرشید ج۱۰، ص۱۷]

مجاہدین کے نام پیغام:

مجاہدین کو امور ذیل کی نصیحت بلکہ وصیت کرتا ہوں:

۱۔ ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی فکر اور اس کی نافرمانی سے سے بچنے کا پورا اہتمام کریں۔ جہاد میں کامیابی کا مدار اسی پر ہے۔ اس کے بغیر جہاد میں نہ تو جان پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی صحیح طور سے کفر پر رعب بیٹھ سکتا ہے۔

۲۔ دشمن تعداد، اسلحہ اور دیگر ظاہری وسائل اور اسباب کے اعتبار سے بہت طاقت ور ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے ہمیشہ شکست ہوئی اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہو گی اس لیے وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اگر مجاہدین گناہوں سے پرہیز نہیں کریں گے۔ تو نافرمانی میں دونوں مساوی ہوں گے۔ پھر اللہ کی رحمت کیونکر ہمارے ساتھ ہو گی؟ جب مسواک جیسی سنت کے چھوڑنے پر نصرت الٰہیہ رک سکتی ہے تو فرائض و واجبات کے ترک پر فتح و نصرت کی امیدیں؟

۳۔ باہم اختلاف سے سخت اجتناب کریں۔ اختلاف سے نہ صرف جہاد بدنام اور بے اثر ہوتا ہے بلکہ دین و دنیا سب برباد ہو جاتا ہے۔ کسی بھی ملک کی افواج کا آپس میں اختلاف در حقیقت دشمن کو بھرپور حملہ کرنے کی نہ صرف دعوت ہے بلکہ اسے کامیابی سے ہمکنار کرنا بھی ہے۔ سب امور مشورے سے طے ہوں تو اختلاف کی نوبت نہیں آئے گی۔

۴۔ بلا تحقیق بات کرنے اور اپنے کام کو حقیقت سے بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے گریز کریں۔ کیونکہ یہ بھی جھوٹ میں داخل اخلاص کے خلاف ہے۔ اجر کا ضیاع اور ریاکاری کا وبال الگ۔

۵۔ غیبت سے بہت بچے بالخصوص کسی مجاہد یا شہید کی غیبت سے ترغیب کی جڑ تکبر ہے۔ اس سے انسان خالق کی نظر سے گر جاتا ہے مخلوق کی نظر سے بھی۔

۶۔ اموال جہاد و اشیاء وقف میں نہایت احتیاط سے کام لیں۔ ایسا نہ ہو قبر و حشر میں رسوائی دیکھنی پڑے۔

۷۔ جہاد کے کسی بھی شعبے میں کام کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں یا کسی اور سے کوئی تکلیف پہنچے۔ تو اسے بھی جہاد کا حصہ سمجھتے ہوئے تحمل اور درگزر سے کام لیں۔

۸۔ کثرت ذکر اللہ کی عادت ڈالیں اور تلاوت کی پابندی کریں۔ اس سے روحانی طاقت کے علاوہ جسمانی قوت میں بھی حیرت انگیز اضافہ ہوتا ہے۔

۹۔ تصاویر کی لعنت، ٹخنے ڈھانکنا اور نماز باجماعت میں سستی، ان سے بچنے کی خصوصی وصیت کرتا ہوں۔

۱۰۔ قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے مجاہدین کے اوصاف کو سوچا کریں۔

۱۱۔ امیر کی اطاعت کو اپنا شیوہ بلکہ شعار بنا ڈالیں۔ صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں۔

(جواہر الرشید ج۸، ص۹،۱۰)

☆☆☆☆☆☆

برصغیر پاک وہند میں اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش

قاری ابو عمارہ

تمام تعریفیں اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات اور اس سے ماوراتمام قوتیں ہیں۔ اس کے علم اور ارادے سے کوئی باہر نہیں، وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور اس کے کسی عمل کے لیے کوئی اس سے باز پرس کرنے کا اختیار نہیں رکھتا! اس نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور اس کی رہنمائی کے لیے اپنے انبیاء و رسل بھیجے۔ ان انبیاء و رسل کا سردار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا اور ان کی امت کو اپنے دین کے غلبہ کے لیے منتخب کیا۔

اللہ نے اپنے دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے انبیاء و رسل کا سلسلہ قائم کیا، یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوا اور ان کو صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت عطا فرمائی تاکہ جو وعدہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا اس کو ان صحابہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کے ذریعے پورا فرمائے۔ یہ وعدہ اپنے دین کو غالب کرنے کا تھا۔ جیسا کہ "لیظھرہ علی الدین کلہ" سے واضح ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کا حکم دیا گیا تاکہ دین تمام کا تمام اللہ کا ہی ہو جائے۔ (قاتلوا حتیٰ لا تکون فتنة و یکون الدین کلہ للہ)۔ چونکہ دین اللہ کا ہی ہے اسی لیے یہ بات قرآن حکیم میں بار بار واضح کی گئی ہے۔ " ان الدین عند اللہ الاسلام" کی اصل حقیقت یہی ہے کہ یہ ایک ایسا نظامِ حیات ہے جس میں کسی بھی انسان کے لیے اپنی پوری زندگی گزارنے کے لیے جامع احکامات موجود ہیں۔

اپنی ابتدا کے ساتھ ہی اسلام کو جو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اس کا دائرہ ۶۰ ھ تک نصف دنیا تک پھیل گیا تھا اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ اس دین کی اصل اللہ کے احکامات پر مبنی تھی اور اس کی حقانیت کے سامنے تمام نظام اپنی شکست کا اعتراف کر چکے تھے۔ اگر ہم تاریخی طور پر فاتحین کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فاتحین ایک خاص عرصے تک کسی علاقے اور قوم پر قابض رہتے ہیں مگر اس دوران مقامی آبادی ان کے جبر یا خوف کی وجہ سے ان کا نظام تو قبول کر لیتی ہے لیکن جیسے ہی ان فاتحین کا قبضہ ختم ہوتا ہے، مقامی آبادی اپنے قدیم نظام پر واپس چلی جاتی ہے۔ بخت نصر سے لے کر برطانیہ عظمیٰ تک یہ کہانی ایک جیسی ہے۔ مگر ایک استثنیٰ کے ساتھ ... یہ استثنیٰ اسلام کا ہے! یہ جہاں بھی گیا وہاں اس قدر مکمل طور سے قابض ہوا کہ مقامی لوگ مسلمان ہوئے اور ان مقامیوں کی اکثریت نے اپنی زبان تک بُھلا کر عربی کو اپنی زبان بنالیا۔ یہ سب کسی جبر کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس دین کی حقانیت کا اعتراف تھا جو انسان کو انسان کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کرتا ہے۔ اسلام کے پھیلاؤ میں بہت بڑا حصہ شیوخِ حدیث کا ہے جنہوں نے پہلی صدی ہجری سے ہی اپنا کام شروع کر دیا تھا اور مختلف شہروں میں اپنے حلقۂ درس قائم کیے تھے۔ ان شیوخِ حدیث میں بہت بڑی تعداد موالی کی ہے جو کسی طرح غلام بن کر آئے تھے اور مسلمان ہو کر انہوں نے اللہ کے دین کی اشاعت میں بہت بڑا کردار ادا کیا اور صرف حدیث نہیں بلکہ سنت کی حفاظت اور فقہ کی تدوین میں بھی انہوں نے کام کیا۔ عبدالملک بن مروان کے دور میں عالمِ اسلام کے پانچ بڑے شہروں میں سے چار میں جن اصحابِ فتویٰ کی پیروی کی جاتی تھی ان میں سے صرف ایک عرب تھا باقی سب موالی تھے حتیٰ کہ مکہ اور مدینہ میں بھی انہی موالی کا فتویٰ چلتا تھا۔ فقہائے اسلام میں عظیم ترین شخصیت امام ابو حنیفہؒ کی ہے۔ یہ اگرچہ موالی میں تو نہیں تھے مگر فارسی تھے عرب نہیں تھے۔

اس بحث سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلام نے مقامی آبادی کو اس طرح مفتوح کیا کہ ان میں سے اسلام کی اشاعت کرنے والے لوگ اُٹھے اور جس پرچم کو عرب اپنی سرزمین سے لے کر نکلے تھے صرف ایک صدی بعد اسی پرچم کو اپنی سرزمینوں سے آگے لے جانے والے عجم کے وہ لوگ تھے جو کچھ عرصہ پہلے تک عربوں سے اسی دین کے خلاف لڑ رہے تھے۔ [1]

ہندوستان میں اسلام کی آمد محمد بن قاسم کے ساتھ ہوئی جس نے سندھ کو فتح کر کے خلافتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا۔ مگر یہ اشاعتِ اسلام صرف جنوب مغرب تک محدود رہی۔ جنوبی ہند میں اس سے قبل مسلمان تاجروں کے ذریعے اسلام متعارف ہو چکا تھا جہاں عربوں کی تجارتی آبادیاں قائم تھیں۔ کیرالہ میں شاید محمد بن قاسم سے بھی پہلے اسلام آچکا تھا اور آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی کیرالہ میں ہے۔ شمالی ہند میں محمود غزنوی سے کچھ عرصہ قبل چند صوفیا نے تبلیغ کا آغاز کیا۔ محمود غزنوی کے حملوں اور پنجاب و گجرات کی فتح نے اس تبلیغ کا دائرہ وسیع کر دیا اور غوریوں کی آمد کے بعد مشرق میں بھی اس کا راستہ دلی کی فتح کے ذریعے کھل گیا[2]۔ قطب الدین ایبک کے زمانے میں بنگال و بہار فتح ہوا اور اس طرح پورا شمالی ہند مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گیا۔ مسلمان جہاں

---

[1] یہاں عرب اور عجم کی بحث کا اشتباہ نہ ہو بلکہ عرب اور غیر عرب سے صرف وہ تفریق سامنے لانا مقصود ہے جس کو اسلام نے اس حد تک ختم کر دیا کہ کچھ صدیوں بعد خلافت بھی عربوں سے منتقل ہو کر عجمیوں میں آ گئی اور بلا شبہ خلافت راشدہ کا دور تو نہیں تھا مگر مسلمان امت کے مفادات کی حفاظت کا انہوں نے حق ادا کیا جب تک کہ وہ خود ختم نہیں ہو گئے۔

[2] دلی کو اس زمانے میں 'استناپور' کہا جاتا تھا

جہاں گئے وہاں ان کے ساتھ مبلغین بھی گئے۔ یہ صرف مبلغین نہیں تھے بلکہ جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدین بھی تھے۔ چنانچہ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ان مبلغین نے علاقے فتح کر کے مسلمان سلطنت میں داخل کیے۔ اس دور کی سب سے بڑی سلطنت علاؤالدین خلجی کی تھی جس نے قریب قریب سارا شمالی ہند اور جنوبی ہند کا ایک بڑا حصہ فتح کر لیا تھا۔ اسی علاؤالدین خلجی کے دور میں ہمیں سیکولرازم کا پہلا سراغ ملتا ہے جس نے بار بار کی بغاوتوں سے تنگ آ کر ایک نئے دین کے متعلق سوچنا شروع کر دیا تھا جو ہندوستانیوں کا دین ہو۔ اس کے بھائی نصرت خاں نے اس کو اس ارادے سے باز رکھا اور اس کو اس کے نتائج و عواقب سے آگاہ کیا۔

امیر تیمور کا حملہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ اس حملے نے 'ہندوستانی قومیت' کو جنم دیا اور نا صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی شمال سے آنے والے حملہ آوروں کے خلاف متحد ہو گئے۔ چونکہ اس دوران میں بہت سا وقت گزر چکا تھا اور غیر مسلموں کی کافی تعداد مسلمان ہو چکی تھی اس لیے ان کے درمیان ایک تعاون کا دور شروع ہوا۔ اس سے پہلے اہم عہدوں پر ہندوؤں کو فائز کرنا شاذ امر تھا مگر اب ان کو کاروبارِ حکومت میں حصہ دیا گیا، اس طرح شمال سے آنے والے حملہ آوروں کے خلاف ان کا تعاون بھی حاصل کر لیا گیا۔ مگر اصل میں یہ کام مغلوں کے ہاتھوں سر انجام پایا جو خود شمال سے آئے تھے۔ بابر کا حملہ اور ابراہیم لودھی کی شکست، ہمایوں کے خلاف شیر شاہ سوری کی فتح اور ہمایوں کا ایران فرار، ہمایوں کی واپسی اور فتح کے بعد موت اور اکبر کا بادشاہ بننا... یہ سب اس 'ہندوستانیت' کی جانب بڑھتے ہوئے قدم تھے جو بالآخر 'ہندوستانی مذہب' کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔

اکبر کے خلاف ہندوستان میں جو مزاحمت ہوئی اس نے اکبر کو ہندوستانی مزاج اپنانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اکبر چونکہ رسمی طور پر بھی تعلیم یافتہ نہ تھا اس لیے اس کے گرد جو مذہبی طبقہ جمع ہوا وہ زیادہ تر اغراض پرست اور جاہ و منصب کی طلب رکھتا تھا۔ اکبر کی سلطنت پٹھانوں کو شکست دے کر قائم ہوئی تھی، اس کے علاوہ بابر کے زمانے سے ہی ازبکوں سے ان کا اختلاف اور لڑائیاں جاری تھیں، خود بابر کو بھی شیبانی خاں ازبک کے ہاتھوں شکست کھا کر وسط ایشیا سے ہندوستان بھاگنا پڑا تھا۔ پھر بابر کی ایران کے بادشاہ اسماعیل صفوی نے امداد کی تھی جو شیعہ تھا اور بابر کچھ عرصہ کے لیے شیعہ بھی ہو گیا تھا۔ ہمایوں کی مدد طہماسپ صفوی نے کی، ہمایوں کے رجحانات پر واضح روشنی نہیں پڑ سکی ۔ خود ہمایوں نامہ بھی اس معاملے میں ہماری کوئی مدد نہیں کرتا۔ مگر اکبر کی طفولیت کا زمانہ وہ ہے جب وہ قندھار میں اپنے چچا کامران مرزا کے پاس رہا اور وہ کبھی ایران نہیں گیا۔ ہمایوں کی واپسی اور موت کے بعد اس کو تخت پر بٹھانے والے وہی لوگ تھے جو ایران سے ان کی مدد کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ان میں اکبر کا اتالیق اور قائم مقام بیرم خاں سر فہرست تھا اور یہ شخص بھی شیعہ تھا۔

چنانچہ اکبر کے گرد یہ دو طرح کے طبقات چھائے ہوئے تھے۔ اس دور کی سب سے بڑی شہادت جو ہمیں ملتی ہے وہ ملا عبد القادر بدایونی[3] کی منتخب التواریخ ہے اور انہوں نے اکبر کے دربار کے حالات سے ہمیں روشناس کروایا ہے۔

اس سے قبل کہ ہم اکبر کے دینِ الٰہی کا جائزہ لیں، ذرا اکبر کے حالات اور اس کے ماحول پر ایک نظر ڈال لی جائے تا کہ ہم اس پس منظر کو معلوم کر سکیں جس میں اکبر نے دینِ الٰہی کے نام سے برصغیر پاک و ہند میں سیکولرازم کی ابتدائی منازل کو سر کیا۔ اس ضمن میں دو بنیادی سوال ہمارے سامنے آتے ہیں۔

1. "اکبر اعظم، مہابلی، اکبر دی گریٹ" ان القابات کی وجوہات کیا ہیں اور اکبر نے ایسا کون سا عظیم الشان کارنامہ سر انجام دیا تھا جس کی وجہ سے اس کو یہ القابات دیے گئے؟
2. عالم گیر کا وہ کون سا جرم تھا جس کی وجہ سے اس کو مذہبی دیوانہ اور متعصب جنونی بنا کر پیش کیا جاتا ہے؟[4]

یہ دو سوال حل کرنے کے لیے ہمیں ملا عبد القادر بدایونی سے بہتر شخص نہیں مل سکتا جو اکبر کے دربار کے اندر کا آدمی ہے اور حلفیہ تمام واقعات کو بیان کرتا ہے۔

1. اکبر امر کوٹ سندھ میں اس وقت پیدا ہوا جب اس کا باپ ہمایوں شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھا کر ایران فرار ہو رہا تھا۔ ۱۳ سال ۴ ماہ کی عمر میں اس کو اپنے باپ کی موت کے بعد بادشاہ بنایا گیا اور اس کا اتالیق بیرم خاں کو مقرر کیا گیا جو ایرانی دربار کی جانب سے ہمایوں کی مدد پر مامور کیا گیا تھا۔ اسی

---

[3] ملا صاحب اکبر کے دربار میں پیش امامی کے منصب پر رہے اور بعد میں تاریخ اور ترجمہ نویسی کے منصب پر فائز تھے او"مہابھارت" کا فارسی ترجمہ آپ نے ہی کیا ہے۔ ابو الفضل اور فیضی کے دوستوں میں سے ہیں مگر جب تاریخ لکھنی شروع کی تو چالیس سالہ دوستی کو اٹھا کر طاق پر رکھا اور تمام حقائق بلا کم و کاست بیان کر دیے۔

[4] طباطبائی نے سیر المتاخرین میں لکھا "اکبر کا دینِ الٰہی جس میں خلق اللہ کے بے شمار فائدے تھے اور جہانگیر کے عہد تک اس کا چرچا تھا۔ پھر شاہجہاں کے دور میں تعصب شروع ہوا اور عالمگیر کے عہد میں اس میں شدت آ گئی"۔ بہار وہ علاقہ تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو پٹے پر حاصل ہوا تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر اہتمام یہ پہلی فارسی تاریخ تھی جو مرتب کی گئی۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور بعد میں برطانیہ عظمیٰ نے کس بنیادوں پر تاریخ کو مسخ کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا تھا۔

زمانہ میں اکبر کا ٹکراؤ سوری فوجوں سے ہوا جن کو شکست دے کر اکبر نے ہندوستان کی بادشاہت سنبھالی۔ یہ عجیب بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شیبانی خاں، لودھی جن کو بابر نے شکست دی تھی اور سوری جنہوں نے پہلے ہمایوں کو شکست دی اور پھر اکبر کے ہاتھوں شکست کھائی 'سب سُنّی تھے۔

2. اکبر نے بیرم خاں کی اتالیقی کے زمانے میں مذہبی رجحان کو اختیار کیا تھا۔ اور حضر تو کیا سفر میں بھی اس کی جماعت کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔

3. اکبر کی زندگی کچھ اس ڈھب پر گزری تھی کہ وہ لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھ سکا تھا۔

4. اکبر کے بادشاہ بننے کے بعد اس کی سیاست تین طاقتوں میں گھری ہوئی تھی۔

I. افغان جن کے ہاتھوں اس کا باپ شکست کھا کر بھاگا تھا اور اکبر کو ان کے مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہنا پڑتا تھا۔

II. شیعہ جن کا مرکز ایران تھا اور جن کی مدد سے ہمایوں اور اکبر کو ہندوستان کا تخت نصیب ہوا تھا۔

III. ہندو جو ہندوستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ تھے مگر شاہانِ مسلمین کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے سر اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ ان کی آخری بڑی مزاحمت رانا سانگا کی تھی جس کو بابر نے شکست دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ رانا سانگا کی فوج میں مسلمان بھی شامل تھے۔

ان تین طاقتوں میں محصور ہونے کی وجہ سے اکبر کی سیاسیات نے وہ رخ اختیار کیا جس کو 'ہندوستانیت' کہا جاتا ہے۔ فی نفسہ یہ کوئی بری چیز نہیں تھی مگر اکبر نے مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑا اور باقی سب کی نازبرداری میں مشغول ہو گیا۔ اس سیاست نے آخر کار اس فتنہ کی شکل اختیار کر لی جس کو دینِ اکبری یا دینِ الٰہی کہا جاتا ہے۔ اگر وہ مذہب کا عالم ہوتا تو شاید مذہبی بنیاد پر اپنی حکومت کو قائم کرتا اور اسلام کا صحیح نقشہ دوبارہ پیش کر دیتا مگر اس کی حالت یہ تھی کہ وہ دستخط کرنا بھی نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے اصلاح کی بجائے فساد کی جانب قدم اٹھایا اور ایک نئے دین کی ترتیب شروع کر دی جس کا نام دین الٰہی تھا۔ اس دین کے عناصر ملاحظہ ہوں:

1. سورج کی عبادت کے چار اوقات لازمی تھے صبح، دوپہر، شام اور آدھی رات۔ دوپہر کو سورج کے ایک ہزار ایک ناموں کا وظیفہ پڑھا جاتا تھا۔ سورج کو "نیر اعظم" اور "بادشاہوں کا مربی" قرار دے کر اس کو ربوبیت میں بھی شریک کر دیا گیا تھا۔

2. وہ قشقہ بھی لگاتا تھا اور دوپہر اور آدھی رات کو نوبت و نقارہ بھی بجواتا تھا۔

3. بادشاہ کے پورے ہفتے کے لباس ستاروں کی ترتیب پر ہوتے تھے۔

4. خنزیر کے متعلق بادشاہ کا فرمان تھا: "چونکہ اس میں باری تعالیٰ نے حلول کیا ہے (معاذ اللہ) اس لیے اس کا احترام کیا جائے"۔ خنزیر اور کتوں کو باقاعدہ شاہی محل میں جگہ دی گئی اور ان کو دیکھنا ثواب خیال کیا۔

5. تناسخ کے متعلق اعظم خاں گورنر بنگال کو کہا کہ "ہم نے تناسخ کی صداقت پر قطعی دلائل حاصل کر لیے ہیں شیخ ابو الفضل تمہیں ذہن نشین کرا دے گا"۔ اس مسئلہ نے یہاں تک غلو حاصل کیا کہ بادشاہ برہمنوں کے مشورہ سے صرف سر کے درمیان کے بال منڈواتا تھا اور اس کی توجیہ بھی بہت پر لطف تھی "چونکہ بادشاہ مرد کامل ہے اور کامل لوگوں کی روح تالو (کھوپڑی) کے راستے نکلتی ہے جو بدن کا دسواں سوراخ ہے۔ جس وقت کاملوں کی روح نکلتی ہے اس وقت کڑاکے کی آواز پیدا ہوتی ہے (قدرتی طور پر کھوپڑی جلتے وقت کڑاکے کی آواز سے پھٹتی ہے) جو نجات کی دلیل ہے۔ چنانچہ اس جگہ سے بالوں کو منڈوانا لازمی ہے"۔[5]

6. شراب اور جوئے کو باقاعدہ قانونی حیثیت دی گئی اور جواریوں کو شاہی خزانے سے قرض بھی دیا جاتا تھا۔ شراب فروشوں کی نسل سے ایک عورت کو شاہی دربار کے قریب دکان کھلوا کر دی گئی۔ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ جو شراب پی کر آپے سے باہر ہوا اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ یہ بادشاہ کی طبع نازک پر گراں گزرتا تھا۔ دربار میں باقاعدہ شراب نوشی کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں اور بڑے بڑے علما شراب نوشی کے لیے میدان میں اتارے جاتے تھے۔

7. ایک جانب تو ایک وقت میں ایک بیوی کا قانونی فرمان جاری ہوا دوسری جانب زناکاری کے لیے باقاعدہ شہر بسایا گیا۔ اس مسئلے سے اکبر کو اتنی دلچسپی تھی کہ وہ باقاعدہ تحقیق کرتا تھا کہ کون کون سے امرا کن عورتوں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس آبادی کا نام شیطان پورہ رکھا گیا۔ (واللہ اعلم یہ نام ملا صاحب نے دیا ہے یا حقیقت میں یہی نام تھا)۔

8. ایک جانب شیر اور بھیڑیے کے گوشت کو حلال قرار دیا گیا تو دوسری جانب گائے، بھیڑ، بکری اور اونٹ کا گوشت حرام قرار دے دیا گیا۔ اس میں ایک ضمنی قانون یہ بھی بنایا گیا کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کے ساتھ کھانا کھائے

---

[5] ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا تھا جو سر کو درمیان سے منڈواتے تھے اگرچہ یہ لوگ زاہد و عابد عیسائی تھے

جس کا پیشہ ذبح کرنے کا ہے تو اس کھانے والے کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ دی جائیں اور یہ قانون ذبح کرنے والے کی بیوی پر بھی لاگو ہو گا۔

9. تبلیغ کے ذریعے جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے ان کو دوبارہ اپنے قدیم مذہب میں جبری طور پر داخل کیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں جو قانون بنایا گیا وہ بڑا پر لطف ہے۔ ''اگر کوئی ہندو عورت کسی مسلمان پر فریفتہ ہو کر اپنے مذہب کو چھوڑ دے تو اس کو اس کے مذہب میں زبردستی واپس کیا جائے گا''۔

10. علوم دینیہ یعنی فقہ حدیث اور تفسیر وغیرہ پڑھنا جاہلوں کا کام قرار دے کر بند کر دیا گیا اور ان کی جگہ ہندی علوم ہیئت، منطق، فلسفہ اور نجوم وغیرہ کو رواج دیا گیا۔

11. عربی الفاظ کو زبان سے خارج کرنے کی کوشش کی گئی اور ث، ح، ط، ظ، ص ض، ع، غ وغیرہ کو بالکل ترک کر دیا گیا۔

یہ اجمال اس تفصیل کا ہے جو ملا عبد القادر بدایونی نے بیان کیا ہے۔ مکمل تفصیلات کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اکبر کا یہ رجحان کیوں بنا؟

اکبر ابتدا سے اس رجحان کا حامل نہ تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور ملا عبد القادر کا بیان ہے کہ ''بادشاہ جوہر نفیس رکھتا تھا مگر محض بلند خیالی''۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ علم و فضل سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا تو صرف بلند خیالی رکھ سکتا تھا۔ مگر بہر حال اس کا رجحان مذہبی تھا۔ اس نے شیخ سلیم چشتیؒ کے پڑوس میں رہنے کی غرض سے دار الحکومت کو دلی سے فتح پور سیکری منتقل کیا تھا۔ وہ علماء و صلحاء کی صحبت میں رہنا پسند کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی جانب سے جمعے کو ایسی مجالس منعقد ہوتی تھیں جن میں علماء کو مدعو کیا جاتا تھا۔ ان مجالس میں شریک ہونے والوں کو نذرانہ بھی پیش کیا جاتا تھا، چنانچہ بہت سے لوگ ان مجالس میں شرکت کے متمنی تھے اور دور دراز سے سفر کر کے آگرہ آتے تھے۔ یہ مجالس اس عمارت میں منعقد ہوتی تھیں جس میں اکبر اپنی ابتدائی زندگی میں عبادت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ابتدا میں جمعے کی نماز کے بعد سے عشاء تک یہ مجالس رہتی تھیں مگر بعد میں یہ شوق اس قدر بڑھا کہ جمعے کی پوری رات ان مجالس میں صرف ہو جاتی تھی، خوشبوئیں جلائی جاتیں اور علماء کی تواضع کے لیے انتظامات کیے جاتے۔ ملا صاحب کا بیان ہے کہ ''دینی مسائل خواہ اصول ہوں یا فروع ان کی تحقیق سے سروکار تھا''۔

ان مجالس میں شریک لوگوں کی تعداد سو سے زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ سلطنت کے چنے ہوئے لوگ تھے۔ جہاں اتنی بڑی تعداد میں اغراض پرست مولوی اور علمائے سو جمع ہو جائیں وہاں جو ہو کم ہے۔ چنانچہ ان کی آپس کی چپقلشیں شروع ہوئیں۔ ایک کسی مسئلہ پر حلال ہونے کا فتویٰ دیتا تو دوسرا اس کو حرام قرار دیتا۔ ایک کے نزدیک کوئی بات جائز تھی تو دوسرے کے نزدیک وہ ناجائز تھی۔ پہلا جھگڑا جیسا کہ ملا صاحب کا بیان ہے نشست گاہ پر ہوا، ہر ایک بادشاہ کے قریب بیٹھنا چاہتا تھا۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ ''بہت کچھ بیہودگیاں اس گروہ سے سرزد ہوئیں''۔ اگرچہ اکبر نے چشم پوشی اختیار کی مگر ظاہر ہے اس سے اس کے دل میں اس جماعت کا احترام کم ہوا ہو گا۔ رفتہ رفتہ حال یہ ہوا کہ ''باہم ایک دوسرے پر زبان کی تلواریں نکالے، ایک دوسرے کی نفی، تردید اور مقابلہ میں مصروف تھے، ان کے اختلافات اس حد تک جا پہنچے کہ ایک دوسرے کی تکفیر اور گمراہی کے فتوے جاری ہونے لگے۔ اور شاہی مجلس میں ان مولویوں کی گردن کی رگیں پھول گئیں اور شور ہونے لگا اور سخت ہلڑ مچ گیا''۔ ملا صاحب کیونکہ اس مجلس کے منتظم تھے اور بادشاہ کی کیفیت کو بھی جانچ رہے تھے ان کا بیان یہ ہے کہ ''بادشاہ کے دل پر یہ حالت گراں گزری'' اور حکم ہوا کہ ''ان میں سے جو نامعقول ہوں ان کو آئندہ اس مجلس میں نہ آنے دینا''۔ یہ پہلی خفت تھی جو اس جماعت کو نصیب ہوئی۔ اکبر کے دربار میں کس قسم کے علماء جمع تھے ان کا تعارف بھی ملا صاحب نے کروایا ہے۔

1. مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری: یہ صاحب سلیم سوری کے زمانے میں شیخ علائی اور ان کے پیر شیخ نیازی کے قتل کے ذمہ دار تھے۔ ان دو حضرات کا قصور یہ تھا کہ یہ لوگ مہدی جونپوری کی جماعت سے تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کوتاہی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ لوگ ان آداب کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے جو بادشاہوں اور منصب داروں کے لیے لازم تھے۔ ان مخدوم الملک کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ حج نہ کرنے کی غرض سے ہندوستانیوں پر حج کے اسقاط کا ہی فتویٰ دے دیا۔ زکوٰۃ کے متعلق یہ کیا کہ چھ ماہ کے بعد کل مال بیوی کے نام ہبہ کر دیتے تھے اور مزید چھ ماہ بعد اپنے نام ہبہ کرا لیتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد لاہور میں ان کے مکان کا جائزہ لیا گیا تو اتنے دفینے نکلے کہ شمار نہ کیے جا سکے۔

2. ملا عبد النبی: جو شیخ عبد القدوس گنگوہی کے پوتے تھے۔ یہ عہدِ اکبری میں ہندوستان کے سب سے بڑے محدث خیال کیے جاتے تھے مگر حال یہ تھا کہ حزم کو حرم پڑھتے تھے۔ اکبر ان کا بہت احترام کرتا تھا اور کئی مرتبہ تو اس نے ان کی جوتیاں بھی اٹھائیں۔ ان کو صدر الصدور کا عہدہ ملا تو رشوت ستانی میں اس قدر بڑھ گئے کہ ان کے ملازم اور مہتر بھی ان کے لیے رشوت وصول کیا کرتے تھے۔ ان کی رقابت مخدوم الملک سے تھی اور ہر ایک دوسرے میں برائیاں اور فسق ثابت کرنے میں لگا رہتا تھا۔ اکبر کے نزدیک یہ دو علماء رازی

اور غزالی سے بھی بہتر تھے۔ چنانچہ جب اس چھچھورپن کو دیکھا تو اصل رازی اور غزالی کا بھی منکر ہو گیا۔

3. اس سلسلے کا سب سے سیاہ حلقہ وہ تھا جو ملا مبارک ناگوری اور ان کے شہرہ آفاق صاحبزادے ابو الفضل اور فیضی پر مشتمل تھا۔ یہ تین لوگ اکبر کی گمراہی اور دین الٰہی کی بنیاد پڑنے کے اصل ذمہ دار تھے۔ ملا مبارک کی چپقلش ان کی عدم تقلید کی وجہ سے علماء سے چل رہی تھی اور ان پر مہدویت اور شیعت کے الزامات لگتے رہتے تھے۔ مگر ملا مبارک کو غرورِ علم نے ایک خطرناک اقدام پر آمادہ کیا اور وہ حلقہ درس سے نکل کر میدان سیاست میں داخل ہو گئے۔ دشمنی علماء سے تھی مگر آپ نے اپنا نشانہ اسلام کو ہی بنا لیا۔ ان سے ملاقات سے پہلے اکبر اگرچہ علماء کی بیہودگیوں سے آزردہ خاطر ضرور تھا مگر اس میں ابھی تک ایسے خطرناک اقدام کی ہمت پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ ایک نئے دین کا ہی اعلان کر دیتا مگر ان تین حضرات نے اس کو اس پر آمادہ کیا۔

اس سلسلے میں پہلا دعویٰ جو اکبر سے کروایا گیا وہ اجتہاد کا ہے۔ ملا صاحب کا ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے وہ پوری دستاویز نقل کر دی ہے جو اس اجتہاد کے دعوے کی بنیاد بنی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اولو الامر کی حیثیت سے اکبر کو اختیار حاصل ہے کہ ائمہ مجتہدین میں جن امور میں اختلاف ہے ان میں اکبر امام عادل کی حیثیت سے جو فیصلہ کرے گا وہ آخری ہو گا اور اس کو قانون سمجھا جائے گا"۔

اس کے بعد وہ لطیفہ پیش آیا کہ اکبر کو بحیثیت امام عادل اور مجتہد جمعہ کا خطبہ دینے کی سوجھی اور فیضی نے اس کے لیے دو سو اشعار پر مشتمل خطبہ بھی تیار کیا مگر ملا صاحب کا بیان یہ ہے کہ "بادشاہ منبر پر خطبہ دینے کھڑا ہوا تو کانپنے لگا اور صرف دو شعر پڑھ کر منبر سے اتر آیا"۔

یہ پہلی منزل تھی ائمہ مجتہدین میں اکبر کو فیصل ماننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دنوں میں ائمہ مجتہدین کی اعلانیہ توہین ہونے لگی۔ ملا صاحب ابو الفضل کی دریدہ دہنی بیان کرتے ہیں:

"اگر کسی مجلس میں اس کو ائمہ مجتہدین کے قول سے لاجواب کیا جاتا تو وہ کہتا تھا کہ تم فلاں کپڑا بیچنے والے، فلاں حلوائی اور فلاں چمڑا بیچنے والے کے قول سے مجھ جیسے شخص پر حجت قائم کرتے ہو"۔

یعنی جو باتیں بالاتفاق امت ان حضرات کے فضائل میں داخل ہیں وہی چیزیں اس شخص کے نزدیک ان کے نقائص بن گئے۔

بات اگر یہیں تک رہتی تو شاید معاملہ اتنا خراب نہ ہوتا مگر سیاسی لحاظ سے ہمایوں اور اکبر دونوں، حکومت ایران کے احسان مند تھے اور اس احسان مندی کے صلے میں عراق و ایران سے مسلسل لوگ ہندوستان میں وارد ہو رہے تھے۔ ان لوگوں میں اکثریت روافض کی تھی اور چونکہ صفوی حکومت بھی روافض کی حکومت تھی اس لیے اکبر کے دربار میں روافض کا عروج اور ان کا اثر و رسوخ قابل تعجب نہیں تھا۔ پھر بابر کے زمانے سے اب تک سیاسی لحاظ سے آل تیمور کی چپقلش جن لوگوں سے رہی وہ سب سُنّی تھے۔ اگرچہ ہمایوں کا شیعہ ہو جانا ثابت نہیں اور نہ اکبر نے کبھی شیعت اختیار کی مگر وہ احسان جو ترکانِ تیموریہ پر ترکانِ صفویہ نے کیا تھا اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ ایرانی اور عراقی روافض کو ہندوستان میں بسایا جائے اور ان کو عزت و احترام دیا جائے۔ مگر بدقسمتی سے یہ طبقہ وہ تھا جن کی چیرہ دستیوں سے وہ گروہ بھی محفوظ نہیں تھا جو کائنات میں انبیاء کے بعد سب سے زیادہ عزت و احترام رکھتا ہے اور جس کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا تمغہ عطا ہوا ہے۔ بادشاہ کو تاریخی واقعات سننے کا شوق تھا۔ اس گروہ نے خصوصیت کے ساتھ فدک و مشاجرات بادشاہ کو سنانے شروع کیے۔ ملا صاحب کا بیان ملاحظہ ہو:

"سیر کی کتابوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات قضیہ فدک، خلفاء ثلاثہ کی خلافت، جمل و صفین وغیرہ سننے کے بعد بادشاہ کی زبان سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں جو الفاظ نکلتے تھے وہ سننے سے کان بہرے ہوتے تو بہتر تھا۔ میں ان کو یہاں بیان بھی نہیں کر سکتا"۔

پہلے وار میں ائمہ مجتہدین کو ختم کیا گیا اور دوسرے وار نے اسلام کی رہی سہی ساکھ بھی مٹا کر رکھ دی۔ چنانچہ "تمام کا تمام دین اسلام ہی نامعقول اور رد کر دینے کے قابل قرار دیا گیا اور اس کے مدون اور مرتب کرنے والے عرب کے وہ مفلس بدو قرار پائے جو سب کے سب مفسد اور راہزن تھے" معاذ اللہ من ذالک۔ اس کی سند یوں پیش کی گئی کہ مشہور فارسی شاعر فردوسی کے دو شعر لیے گئے اور ان کو سند بنا لیا گیا۔

ز شیر شتر خوردن سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ راتخت کیہاں کند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

جب ثمرہ نبوت تک زبانیں پہنچ چکی تھیں تو ان کو اس پھل سے درخت تک پہنچنے میں کتنی دیر لگتی۔ العیاذ باللہ وہ منحوس دن بھی آ گیا کہ

"دین کے ہر رکن اور اسلام کے ہر عقیدہ خواہ وہ اصول ہو یا فروع جیسے نبوت، انسان کا مکلف ہونا، دیدار الٰہی، حشر نشر، عالم کی تکوین وغیرہ کا مذاق

اڑایا جانے لگا اور ان کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات بیان کیے جانے لگے"۔

بادشاہ صرف شک میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ وہ اہلِ دربار کے ساتھ ان مسائل پر بحث کرتا اور اس بحث میں بعض دفعہ اس سے وقار شاہی کے خلاف حرکتیں بھی سرزد ہو جاتیں۔ ملا صاحب کا بیان ہے کہ

"بادشاہ عام لوگوں کو قران کے مخلوق ہونے کی تبلیغ کرتا تھا اور وحی کے محال ہونے پر اصرار کرتا، نبوت اور امامت کے مسئلوں میں لوگوں کا امتحان لیتا۔ جن، فرشتوں غیب معجزات اور کرامتوں کا کھلے لفظوں میں انکار کرتا تھا۔ بدن کے فنا ہو جانے کے بعد روح کے باقی رہنے اور ثواب و عذاب کا منکر تھا اگرچہ تناسخ کے طور پر سزا و جزا کا قائل تھا"۔

"کبھی کبھی دربار میں بادشاہ یکایک ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ آخر اس بات کو عقل کس طرح مان سکتی ہے کہ ایک شخص بھاری جسم رکھنے کے باوجود نیند سے اٹھ کر آسمان پر چلا جائے اور خدا سے راز و نیاز کی باتیں کرے لیکن اس کا بستر گرم ہی رہتا ہے۔ اور لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ اس طرح کی باتوں کو مان لیتے ہیں۔ اسی طرح شق القمر کو عقل کیسے تسلیم کر سکتی ہے"۔

پھر اپنی اٹھی ہوئی ٹانگ کی جانب اشارہ کر کے کہتا:

"ناممکن ہے کہ میں دوسرا پاؤں زمین پر ٹکائے بغیر کھڑا رہ سکوں۔ آخر یہ ہیں کیا قصے؟"

اب زبان خود شانِ نبوت میں بھی دراز ہونے لگی۔ ملا صاحب نے اجمالی طور پر اس کو لکھا ہے وہ فرماتے ہیں:

"اوائل ہجرت میں قریش کے قافلے پر حملہ، چودہ عورتوں سے نکاح اور بیویوں کی رضامندی کے لیے شہد کو خود پر حرام کرنے جیسے شیطان کے سکھائے ہوئے سوال اس کی زبان پر آنے لگے اور آخری کیفیت بادشاہ کے نفس کی یہ ہوئی کہ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں"۔

اس اجمال سے اس تفصیل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو ملا صاحب بیان کرنے سے معذور ہیں[6]۔

"احمد، محمد، مصطفیٰ وغیرہ نام اس کو بیرونی خواتین کی وجہ سے ناگوار گزرنے لگے اور اپنے خاص خدمتگاروں یار محمد اور محمد خان کو وہ رحمت کے نام سے پکارتا تھا"۔

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو ظاہر ہے اس کے اثرات بھی موجود ہوں گے اور ان اثرات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ

"علمائے سوء نے اپنی تصانیف میں نعت لکھنا چھوڑ دیا اور صرف توحید کا خطبہ اور القاب شاہی پر اکتفا کرنے لگے"۔

خود ملا صاحب کو بادشاہ نے مہابھارت کا ترجمہ کرنے پر مامور کیا تو ملا صاحب نے انکار کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ بغیر نعت کے خطبہ نہیں لکھنا چاہتے تھے جیسا کہ خود آپ کا بیان ہے۔

خواص تو خواص عوام میں حال یہ ہوا:

"چند ہندو اور چند ہندو مزاج بدنصیب مسلمان صراحت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر زبانیں دراز کر کے اعتراضات کرنے لگے اور کوئی ان کو روکنے ٹوکنے والا نہ تھا"۔

حالت اس سے بھی گزر کر یہاں تک پہنچی کہ جب اکبر کے دربار میں عیسائی مشنری وفد پہنچا تو ان لوگوں نے جہاں اور باتیں کیں وہاں ایک بات یہ بھی کی کہ "دجال کی صفات کو بیان کر کے معاذ اللہ ان کو پر ڈالتے تھے"[7] اور بادشاہ کے ماتھے پر بل تک نہ آئے البتہ شہزادہ مراد کو حکم ہوا کہ

"چند اسباق تبرک کے طور پر ان پادریوں سے پڑھ لو"

جس شخص کے عقائد کا یہ حال ہو اس کے اعمال کے متعلق بات کرنا ہی فضول ہے۔ وہی اکبر جس کی سفر میں بھی جماعت کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی اور پانچوں وقت دربار میں جماعت کا اہتمام ہوتا تھا اس کا حال یہ ہوا کہ

"دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اعلانیہ نماز ادا کر سکے۔ روزہ اور حج تو پہلے ہی ساقط کیے جا چکے تھے"۔

معاملہ سقوط و اسقاط پر ہی ختم نہیں ہوا بلکہ خود بادشاہ کے اشارے سے یا کم از کم اس کی منشاء سے جو کچھ ہوا اس کے بیان سے دل کانپتا ہے۔ بے دینوں یا غیر مسلموں نے نہیں بلکہ دینی اور مذہبی گھر سے ملا مبارک (یہ ملا مبارک ناگوری کا ذکر نہیں) کے بیٹے نے جو ابوالفضل کا شاگرد تھا۔ اسلامی عبادات کے متعلق اعتراضات اور مذاق اڑانے میں چند

---

[6] ویسے آج کے ایتھیسٹ اور سیکولر جس قسم کے شبہات و اعتراضات پیش کرتے ہیں اس کیفیت کا تصور کرنا محال نہیں ہے جو اکبر کی ملا صاحب نے بیان کی ہے۔

[7] ملا صاحب کی طرح مجھ میں بھی اتنی ہمت نہیں کہ میں اس مقدس نام کو اس جگہ لکھ سکوں۔

رسائل تصنیف کیے اور ان کو بادشاہ کے حضور پیش کیا۔ یہی رسائل اس کی سرکاری سرپرستی کا ذریعہ بن گئے اور ان کی خوب شہرت کی گئی۔

شعائرِ دینیہ کی ہجو میں کوچہ و بازار میں اعلانیہ اشعار گائے جاتے تھے۔ ملا صاحب لکھتے ہیں:

"نماز، روزہ اور وہ سب امور جن کا تعلق نبوت سے ہے ان کا نام تقلیدات رکھ کر ان کو حماقت ٹھہرایا گیا۔ اور مذہب کی بنیاد عقل پر رکھی گئی نہ کہ نقل پر چنانچہ شرعی مسائل پر گفتگو کے وقت بادشاہ کا فرمان یہ ہوتا تھا "کوئی شرعی مسئلہ ہے تو اس کو ملاؤں سے پوچھو (یہ ملا اسلام کے عالم نہیں بلکہ دین الٰہی کے علماء تھے) اور اگر کوئی عقل کی بات ہے تو وہ مجھ سے دریافت کرو"۔

عقل کا مطلب یہ نہیں تھا کہ براہ راست تمام اصول و فروع اس نئے دین کے عقل سے پیدا کیے گئے بلکہ صورت یہ اختیار کی گئی کہ پہلے مساواتِ ادیان کا دعویٰ کیا گیا۔ یعنی کسی دین کو دوسرے دین پر ترجیح نہ دی جائے۔ لیکن مذاہب عالم میں جو تضادات ہیں ان کا مساوات کے اصول پر نباہنا ہی ناممکن ہے۔ چنانچہ عقل کو کسوٹی بنا کر مذہب کے تمام اصول و فروع کو اس کسوٹی پر پرکھا گیا۔

تمام مذاہب کے علماء کو جمع کرنے کی کوشش ہوئی۔ ہندو اور مسلمان دربا میں موجود تھے۔ گجرات سے پارسی آئے اور انہوں نے آگ کی پرستش کی حقانیت ثابت کی اور آگ کی بزرگی اور کیانی بادشاہوں کے رسوم و رواج سے بادشاہ کو واقف کیا۔ چنانچہ ابو الفضل کی نگرانی میں محل میں آگ جلتی رہنے کا اہتمام کیا گیا۔

"ملک فرنگ کے مرتاض دانشمندوں نے جن کے بڑے مجتہد کا نام پاپا ہے انجیل پیش کی اور ثالث ثلاثہ کی حقانیت ثابت کی"۔

ابو الفضل کو حکم ہوا کہ انجیل کا ترجمہ ان سے پوچھ پوچھ کر کرو۔ یہی ترجمہ ہے جس کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے "ای نام تو ژژد کرستو" سے کی گئی۔ مگر اندھیرا چراغ کے نیچے ہی تھا۔ ابتدا میں ہر گروہ سے مسئلے کی پوچھ گچھ کی جاتی اور ان سے دلائل لیے جاتے۔ ملا صاحب کے مطابق۔

"ہر ملک سے ہر مذہب کے لوگ دربار میں حاضر ہو کر بادشاہ سے ہم زبانی کا شرف حاصل کرتے اور تحقیق و تلاش میں (جس کے سوا بادشاہ کا کوئی مشغلہ نہ تھا) مشغول رہتے تھے"۔

یہ ساری تعمیر ایک مستقل مذہبی نظام کی تخریب کے بعد ہو رہی تھی۔ ممکن ہے ابتدا میں اسلام کو بھی ان مذاہب میں شامل کیا گیا ہو جن سے رہنمائی لی جاتی تھی مگر جب اسلام کو نامعقول ہی قرار دے دیا گیا تھا تو ظاہر ہے اس سے رہنمائی لینا محال تھا۔ چنانچہ مذاہب عالم کی فہرست سے اسلام کا نام ہی نکال دیا گیا اور اس کے سوا کسی مذہب کی کوئی بات پسند آتی تو اس کو منتخب کر لیا جاتا۔

"اسلام کی ضد اور اس کے مخالف ہر بات کو بادشاہ نص قاطع خیال کرتا اور اسلام اسلامی ملت کی ساری باتیں نامعقول، خلاف عقل اور عرب کے راہزنوں کی گھڑی ہوئی خیال کی جاتیں"۔

اس معاملہ میں اکبر جس نہج پر پہنچ گیا تھا وہ ملا صاحب کے مطابق یہ تھی:

"پانچ چھ سال کے بعد اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور بات بالکل اُلٹ ہو گئی"۔

یعنی مساوات ادیان اور کسی مذہب کو دوسرے پر ترجیح نہ دینے کی باتیں ہوا میں اُڑ گئیں۔ رواداری اور صلح کل 'اکبر دی گریٹ' کا حال یہ ہوا کہ جو اس سے اختلاف کرتا اس کو گردن زدنی شمار کیا جاتا۔

"جس سے بادشاہ ناراض ہوتا اس کو 'فقیہ' کا لقب دیا جاتا"۔

اصول یہ بنایا گیا کہ

"چالیس چالیس آدمی مختلف مذاہب کے مجلس کریں اور تحقیق میں مشغول ہوں اور اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں اور جو سوالات کرنا چاہتا ہو کرے"۔

ان مجالس میں کیا ہوتا تھا یہ بھی ملا صاحب کی زبانی سن لیں جو ان مجالس کے منتظم تھے:

"اسلامی عقائد و اعمال کے متعلق شبہات ہنسی مذاق میں پیش کیے جاتے اور جو کوئی جواب دینے کی کوشش کرتا اس کو روک دیا جاتا۔ نصاریٰ سے گھنٹہ بجانا اور ثالث ثلاثہ کی صورت کا تماشا وغیرہ بادشاہ کے وظیفے میں داخل ہو گئیں"۔

مزید یہ کہ

"بعض عقلی اعتقادات بادشاہ نے ملک فرنگ کے مرتاضوں سے حاصل کیے"۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

اللہ اپنے پسندیدہ بندوں ہی پر آزمائش ڈالتا ہے

مولانا خالد ربانی

اللہ تعالیٰ سورۃ الشعراء میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (۳۰)

"تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے"۔

اور سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرماتے ہیں:

الم o أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ o وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ

"الم۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں، ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں"۔

ان آیات پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ پریشانیاں جن کا ہمیں سامنا ہے، یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے گناہوں کی سزا ہیں جس کی وجہ حرام کاموں کو انجام دینا یا پھر فرائض کی عدم ادائیگی ہے۔ یا پھر یہ ایک آزمائش ہیں تاکہ ہم اپنے آپ کو اللہ کی رحمت کے قابل ثابت کریں اور یا پھر اُس کے غضب کے۔ چنانچہ، جب ایک مومن پر کوئی مصیبت آتی ہے، تو وہ اپنے اعمال پر نظر ڈالتا ہے اور اپنی زندگی پر تفکر کرتا ہے۔ وہ اس پر غور کرتا ہے کہ وہ کوئی حرام کام تو نہیں کر رہا، یا پھر کسی فرض میں کوتاہی تو نہیں کر رہا؟ اگر ایسا ہے تو وہ اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہے اور اس مصیبت کو ایسا ذریعہ بنا دیتا ہے جو اُس کے نامہ اعمال میں سے گناہوں کو نکالنے اور اللہ کی خوشنودی جمع کرنے کا باعث بنے۔ ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما يصيب المؤمن من نصب ولا وصب ولا هم ولاحزن ولا غم، حتى الشوكة يشاكها، إلا كفَّر الله بها من خطاياه

"ایک مومن کو کوئی تھکان، کوئی بیماری، کوئی غم، کوئی دکھ، کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر اس کے بدلے اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے، حتیٰ کہ ایک کانٹے کے چبھنے پر بھی"۔ (متفق علیہ)

اسی موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث موجود ہیں، جو یہ بیان کرتی ہیں کہ مصیبت مسلمان کے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔

اگر وہ اپنے میں ایسا نہیں پاتا، یعنی وہ اللہ کے احکامات کا پابند ہے، تو وہ خوشی مناتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کیونکہ اللہ اُن لوگوں کا امتحان لیتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الله إذا أحب قوماً ابتلاهم، فمن رضي فله الرضى ، ومن سخط فله السخط

"جب اللہ کسی سے محبت کرتا ہے، تو اُسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ تو جو کوئی راضی رہتا ہے، تو اُسے رضامندی عطا کی جاتی ہے۔ اور جو کوئی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے تو اُسے ناپسندیدگی عطا ہوتی ہے"۔ (مسند احمد)

امام احمدؒ نے مصعب بن سعدؒ سے روایت کیا جنہوں نے اپنے والد سے روایت کیا جنہوں نے کہا:

"میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کن لوگوں کا سب سے سخت امتحان کیا جاتا ہے؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الأنبياء ثم الصالحون ثم الأمثل فالأمثل من الناس يبتلى الرجل على حسب دينه فإن كان في دينه صلابةٌ زيد في بلائه وإن كان في دينه رقةٌ خفف عنه وما يزال البلاء بالعبد حتى يمشي على ظهر الأرض ليس عليه خطيئة

"انبیاء پھر صالحین، پھر اس کے بعد کے لوگوں میں سے سب سے بہتر لوگ۔ ایک شخص کو دین پر پختگی کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے دین پر پختہ رہے، تو اسے مزید سختی سے آزمایا جاتا ہے اور اگر اس کے دین میں کچھ کمزوری ہو تو اس کے امتحان کو ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ ایک شخص کو مسلسل آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کی پیٹھ پر چلتا ہے اور وہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتا ہے"۔ (احمد)

چنانچہ، مومن اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اللہ نے اُسے امتحان کے لیے چنا، اور اُس کے پاس نیک اعمال میں ثابت قدمی اور صبر سے کام لے کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کا موقع ہے۔ صبر کا مطلب ہے کہ مسلمان اللہ کی قضاء کو قبول کرے اور بغیر کسی شکوہ کے اللہ کا شکر گزار بنتے ہوئے، اپنے ہر عمل میں اللہ کا احکامات کی پابندی کرے۔ صبر کا مطلب ہے کہ مسلمان حق بات کہے اور اُسی پر عمل کرے، اور اللہ کی راہ میں آنے والی مشکلات کو بغیر کمزور پڑے، بغیر اس راہ سے ہٹتے ہوئے اور بغیر ہار مانتے ہوئے، برداشت کرے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَيۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ"(البقرۃ:۱۵۵۔۱۵۷)

"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے، تو صبر کرنیوالوں کو بشارت سنا دیجئے"۔

یہ ایسا صبر ہے جو مسلمان کے عزم کو مضبوط کرتا ہے، اور اُسے جنت کے قریب کرتا ہے۔ یہ بلالؓ، خبابؓ اور آلِ یاسرؓ کا صبر ہے:

صبراً آل یاسر ان موعدکم الجنة

"صبر کروائے آلِ یاسر! یقیناً تمہارا ٹھکانہ جنت ہے"۔

یہ خبیبؓ اور زیدؓ کا صبر ہے!

والله لا ارضى ان يصاب محمد بشوكة وانا سالم باهلي

"اللہ کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے خاندان میں محفوظ رہوں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے"۔

یہ اُن لوگوں کا صبر ہے جو اللہ کی خاطر، کسی خوف کے بغیر ظالم کا ہاتھ روکتے ہیں۔

كلا والله لتأخذن على يد الظالم ولتأطرنه على الحق أطراً ولتقصرنه على الحق قصراً أو ليضربن الله قلوب بعضكم ببعض وليلعنكم كما لعن بني إسرائيل

"نہیں، اللہ کی قسم! تم ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو اور اسے حق کی طرف موڑو اور اسے حق پر قائم رکھو، ورنہ اللہ تمہارے قلوب کو آپس میں ٹکرائے گا اور تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جیسے بنی اسرائیل پر کی"۔

آخراً، مومن ہر حال میں اللہ کی رضا کا طلبگار ہوتا ہے۔

عجباً لأمر المؤمن إن أمره كله له خير، إن أصابته سراء شكر فكان خيراً له وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له، وليس ذلک لأحد إلا للمؤمن

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے کوئی خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، پس یہ اس کے لیے خیر ہے۔ اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔ اور یہ صرف مومن کے لیے ہے" (مسلم)

☆☆☆☆☆

بقیہ: گستاخِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا صرف موت

اس کی معافی کی دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی ظاہری صورت نہیں اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گستاخی کے مجرم کو اپنا حق معاف نہ کردیں تو قانونِ الٰہی میں اس مجرم کی "توبہ"، "توبہ" ہی شمار نہیں ہو سکتی' چہ جائے کہ قبول بھی ہو' اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کے مرتکب کے لئے سزائے موت متعین ہے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی نرمی اختیار کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا' اسی لئے امت مسلمہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اور پاکستانی قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجرموں کو اور ان کے ہم نواؤں کو سزائے موت دے۔

اگر اسلام کے نظریاتی قلعہ پاکستان کی دھرتی پر کوئی مسلم یا غیر مسلم ازلی بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی بھی نبی مکرم کی شان میں۔ العیاذ باللہ۔ گستاخی کا مرتکب ہو تو اس کا جرم ثابت ہونے پر اسے بلا تاخیر اسلامی اور ملکی آئین کے مطابق سرعام سزائے موت دی جائے۔

اس سلسلے میں کسی قسم کی نرمی معافی یا اپیل کی گنجائش ہرگز نہ رکھی جائے اور قانون سازی کے ذریعہ گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزائے موت کو ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی ترمیم و تخفیف سے بالاتر قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ پوری دنیا کا نقشہ مٹ جانا ناموسِ رسالت کے سامنے ذرا بھر حیثیت نہیں رکھتا' ایک پاکستان نہیں اگر پوری دنیا تحفظ ناموسِ رسالت کے مقابلہ میں داؤ پر لگ جائے تو کوئی بڑی بات نہیں' کیونکہ ساری کائنات آپ ہی کے لئے تو سجائی گئی تھی۔

اللہ رب العزت امت مسلمہ کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی عشق و محبت نصیب فرمائے اور ایسے مسلمان بھائیوں کو جو گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے ہم نواؤں کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہوں کو ہدایت کاملہ سے نوازے آمین (یارب العالمین)

☆☆☆☆☆

> "اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، لیکن اگر عدالت میں قرآن نافذ نہ ہو، تجارت عالمی مالیاتی اداروں کے بنائے قوانین کے مطابق کی جاتی ہو، نظامِ حکومت جمہوری ہو، تو اللہ کی عبادت کس طرح کی جاسکتی ہے؟"
>
> مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

دین کے معلم کون؟ علمائے کرام یا ''مفکرینِ زمانہ''!

قاری صہیب الدین

جب ہم یوں کہتے ہیں کہ دین کو اس کے خالص چشموں اور مستند علماہی سے سیکھنا چاہیے تو عموماً پڑھے لکھے احباب کی جانب سے ایک ردعمل آتا ہے کہ مولوی نے دین کی ٹھیکہ داری سنبھال رکھی ہے وہ چاہتا ہی نہیں کہ دیگر طبقات از خود دین سیکھیں کہ سوال اس کی روزی روٹی کا ہے۔

حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ، تفقہ اور کماحقہ اس کے مسائل کا سمجھنا الگ چیز ہے اور عام سادہ ترجمہ قرآن یا فضائل کی احادیث کا سیکھ لینا بالکل جدا قصہ! محلہ کی جہاندیدہ اور عمر رسیدہ بوڑھیاں اپنے تجربہ اور مہارت کی بنا پر بہت سے امراض کے ایسے ٹوٹکے بیان فرماتی ہیں کہ حاذق طبیب اور ماہر ڈاکٹر بھی پانی بھریں ان کے سامنے... تاہم ان کی یہ مسلمہ لیاقت انہیں کسی طور یہ حق عطا نہیں کرتی کہ کسی سنگین نوعیت کے مریض کا قضیہ ان کے سپرد کر دیا جاے، بلکہ ایسے نازک مواقع پر خوب دھیان سے چھانٹ پھٹک اور تحقیق کر کے ہی کسی طبیب کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

بعینہٖ یہی حال دینی امور کا ہے بہت ممکن ہے کہ کوئی بھائی صاحب اپنی عمر کا ایک حصہ اللہ والوں میں گزار کر روحانیت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوں اور ان کی بزرگی مسلمہ ہو، تاہم ان کی یہ عظمت انہیں نا تو فتویٰ دینے کی قوت بخشتی ہے ناہی دین کی تشریح کا حق تفویض کرتی ہے۔ بلکہ وہ احکامات کے باب میں کسی عامی کی طرح ایک عالم اور مفتی سے پوچھ کر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

آج کل کا بڑا فتنہ اور المیہ میڈیا ہے اس شعبہ سے وابستہ غالب اکثریت [نمایاں چہرے] دین بے زار اور مغربیت زدہ ہی ہوتے ہیں، ایسے میں جن گنے چنے چہروں کو دین کے حق میں بات کرنے کا یہ پلیٹ فارم میسر ہے وہ اپنی حق گوئی کی بدولت بہت جلد عوام الناس کے دلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں اور ہیرو کا سا مرتبہ پا لیتے ہیں۔ تب پھر ان کی ہر بات مستند مان لی جاتی ہے ان کی ذاتی سوچ پورے دین دار طبقہ کی ترجمان تصور کر لی جاتی ہے۔ یہ ایک نہایت خطرناک رجحان پروان چڑھ رہا ہے اور اس کے نتائج کسی طور اچھے نہیں۔

ابھی ایک صاحب نے ایک مشہور کالم نگار کے مضمون کی بابت استفسار کیا، حمیت کے جذبات سے مغلوب ان صاحب نے ہندوستان میں بسے کروڑوں مسلمانوں کو خطاکار اور عاصی ثابت کر دکھایا اور قرآن و حدیث سے اپنے تئیں دلائل بھی لا کھڑے کیے۔ موصوف کا نقطۂ نظر اس قدر سطحی اور بے اصل ہے کہ اس کی رُو سے تمام ہندی مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں پڑ چکا ہے!

قطع نظر اس کے کہ موصوف کا بیانیہ کس قدر لائق التفات ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اسلام اور دین کی تشریح کے باب میں آخر اتنے لااُبالی کیوں ہوتے جا رہے ہیں کہ جس شخص کو دس سطریں درست عربی پڑھنا لکھنا نا آتی ہوں ہم اس کو اتھارٹی تسلیم کر لیتے ہیں؟ وہ ٹھوکر کھاتا ہے، اپنی ذاتی رائے کو دین بنا کر پیش کرتا ہے تو لازماً اس کی روک تھام دینی فریضہ ہے۔

جب اس غبار کو دور کرنے کی بات مولوی کرتا ہے تو یار لوگ پھر خفا ہو جاتے ہیں کہ دیکھا! اولاً تو تم خود کچھ کام ڈھنگ کا نہیں کرتے، اب اگر اگلا کچھ انقلابی تجدیدی نوعیت کا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے تو تم سدا کے جیلسی اس سے خار نکالنے نازل ہو جاتے ہو! اب بتلایئے کہ ایسے میں چپ سادھ لینا کون سی خدمت ہو گی اسلام کی؟ اور ایسے مناظرِ ملت اور مفکرِ اسلام کی تصحیح نا کی جاوے تو یہ دین کا حلیہ کس طرح بگاڑ کر رکھ دیں؟ کیا ہی عمدہ ہو کہ ایسے میڈیائی مفکرین خود کو صحافت تلک ہی محدود رکھیں، قرآن و حدیث کی تشریح و تطبیق کا کام اپنے ذمہ نہ لیں!

> ''مجاہدین اس امت میں سے ہی ہیں، امت کی مصلحت ہی ان کی مصلحت ہے، اگر کہیں امت کی کوئی مصلحت تحقیق پا جائے تو مجاہدین کو ادھر جانے میں کوئی تردد نہیں جدھر امت گامزن ہو، اور امت کی کوئی مصلحت کیا ہو سکتی ہے بغیر اس کے کہ اللہ کی شریعت کو نافذ کر دیا جائے، اور تمام غاصبوں کو مسلم خطوں سے نکال باہر کیا جائے چاہے وہ صلیبی ہوں یا ہمارے ہی اپنوں میں سے ان کے اتحادی''۔
>
> شیخ ابراہیم الربیش تقبلہ اللہ

پاکستان میں حالات کی مختصر تصویر کشی

حسنین اوکاڑوی

آئی ایم ایف کے قرضے:

آئی ایم ایف جانے اور اس کے بعد آنے والی خبروں نے جس طرح مجموعی طور پر پاکستان کی معیشیت کو نقصان پہنچایا۔ یہ یقیناً غور طلب ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب آپ کی کمزوری کسی حد تک چھپی ہو تو اتنی نقصان دہ نہیں مگر جب کوئی بیچ چوراہے میں آپ کے دشمنوں کے سامنے آپ کی کمزوریاں عیاں کر دے تو یہ مصیبت کو دگنا کر دے گا۔

یہی حال آئی ایم ایف اور سعودی عرب جانے کے دوران گردش کرنے والی خبروں سے ہوا جس نے غیر یقینی کی صورتحال پیدا کی۔ حکومت پاکستان کا ارادہ ان قرضوں کو مالیاتی پیکج کا نام دے کر اپنی بگڑتی معاشی حالت کو چھپانے کا تھا جبکہ آئی ایم ایف کی خواہش پاکستان کی معاشی صورتحال کو دنیا کے سامنے برہنہ کرنے کے لیے اس پیکج کو ''بیل آوٹ پیکج'' کا نام دینے کی تھی۔ اس کے علاوہ پس پردہ بھی چند غیر معمولی شرائط کی بازگشت سننے کو ملی۔

موجودہ معاشی نظام کی سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ بیرونی طاقتوں کے لیے یہ نہایت آسان ہے کہ وہ روپے کی قدر کو بآسانی گرانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور یہ اتار چڑھاؤ یک دم قرضوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں۔

پی ٹی آئی کی حکومت کے بلند بانگ دعوے کہ ''کشکول توڑ دیں گے، آئی ایم ایف کے پاس نہیں جائیں گے'' کی حقیقت چند ہی مہینوں میں عیاں ہوئی اور بڑی آسانی سے اس صورتحال کا ذمہ دار نواز حکومت کو قرار دیا گیا۔ زیرِ نظر پاکستان کی جانب سے لیے جانے والے قرضوں پر نظر ڈالتے ہیں جو مختلف ادوار میں لیے گئے۔

۱۶مارچ ۱۹۶۵ کو پہلی بار جنرل ایوب کے دور میں ''سٹینڈ بائی لون معاہدے'' کے تحت ۳ء۷۵ ملین امریکی ڈالر کی رقم قرض لی گئی۔

۱۷اکتوبر ۱۹۶۸اسی دور حکومت میں دوسری دفعہ ۷۵ ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۱۱اگست ۱۹۷۳ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِاقتدار میں ۷۵ ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۱۱نومبر ۱۹۷۴اسی دور حکومت میں دوسری مرتبہ ۷۵ ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۹مارچ ۱۹۷۷اسی دور حکومت میں تیسری مرتبہ ۸۰ ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۲۴نومبر ۱۹۸۰ جنرل ضیاء کے دورِاقتدار میں ۱.۲ بلین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۲دسمبر ۱۹۸۱ دوسری مرتبہ اسی حکومت میں ۹۱۹ ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۲۸دسمبر ۱۹۸۸ بے نظیر حکومت میں ۲۷۳.۱ ملین ڈالر قرضہ لیا گیا۔

۲۲فروری ۱۹۹۴ اسی حکومت نے ۹۸۵.۷ ملین ڈالر قرضہ لیا۔

۲۰اکتوبر ۱۹۹۷ء جب نواز شریف کی دوسری مرتبہ حکومت بنی تھی ۱.۱۳ ملین ڈالر قرضہ لیا گیا۔

۲۹نومبر ۲۰۰۰ مشرف حکومت نے ۴۶۵ ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا۔

۶دسمبر ۲۰۰۱ء یعنی صرف چھ مہینے بعد ہی اس حکومت نے ایک بلین ڈالر قرضہ حاصل کیا۔

۲۴نومبر ۲۰۰۸ پیپلز پارٹی کی حکومت میں ۷.۲ بلین ڈالر قرض لیا گیا۔

۴ستمبر ۲۰۱۴ مسلم لیگ کے تیسرے دورِ اقتدار میں ۴.۳ ملین ڈالر قرضہ لیا گیا۔

ان قرضوں پر کتنی رقم پاکستان حکومت بطور سود ادا کر چکی ہے اور کتنا مزید ادا کرتی رہے گی وہ تو الگ ہے لیکن ان اعداد و شمار میں قرضوں کی دوڑ میں جرنیل اور پیپلز پارٹی آگے دکھائی دیتی ہے جبکہ تحریک انصاف اور اسٹیبلشمنٹ کی توپوں کا رخ نواز حکومت کی طرف ہی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نواز حکومت کرپٹ نہ تھی بلکہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ قرضوں کے بڑے حصے سے مستفید ہونے والے جرنیل ہی رہے سیاستدانوں کو تو بچے کچھے پر ہی ہاتھ صاف کرنا پڑا۔ یہ صورتحال تو جمہوری حکومتوں تک رہی تھی، جب ان حکومتوں کو بلیک میل کر کے دفاع کے نام پر رقم اینٹھی جاتی رہی جبکہ آمریت کے ادوار میں تو پریشانی تھی ہی نہیں کہ قرضوں کی رقم کے مختار کل تھے۔ کسی قسم کی جانچ پڑتال کہ کتنی رقم کہاں خرچ ہوئی اس کا ان کے پاس آسان جواب ہے کہ ''فوج کا اپنا احتساب کا نظام ہے''۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آئی ایم ایف سے معاملات طے کرنے والے پاکستانی اہلکار اصلاً آئی ایم ایف کی ہی نمائندگی اور انہی کے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔

بہر حال اس دفعہ آئی ایم ایف نے چینی قرضوں کے متعلق بھی حزبِ مخالف کا کردار ادا کرتے ہوئے بڑی باریک بینی سے روشنی ڈالی ہے۔ چلیں کسی بہانے سی پیک کے پس پردہ حقائق تو سامنے آئے۔ آئی ایم ایف کی جانب سے سب سے بڑا اعتراض یہی کیا گیا کہ پاکستان کے معاشی بحران کی بنیادی وجہ سی پیک کے قرضے ہیں جو بلند شرح سود اور ان کی

واپسی کی قلیل مدت کے سبب ہے۔ آئی ایم ایف کا دعویٰ ہے کہ چینی قرضے ساڑھے آٹھ فیصد سود پر لیے گئے ہیں اور ان کی واپسی کی مدت بھی قلیل ہے۔ امریکہ کی جانب سے بھی یہ بیان سامنے آیا تھا کہ آئی ایم ایف کو چینی قرضوں کی واپسی کے لیے پاکستان کو رقم فراہم نہیں کرنے دے گا۔

آئی ایم ایف کے ہاتھوں رسوا ہونے کے بعد دورہ سعودی عرب:

تاریخ شاہد ہے کہ شرائط قبول کرنے میں پاکستانی حکام کافی فراخ دل واقع ہوئے ہیں لیکن اس دفعہ معاملہ کچھ مختلف تھا لہٰذا آئی ایم ایف کے ہاتھوں رسوا ہونے کے بعد سعودی عرب کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ بالآخر دوسرے دورے میں باقاعدہ اعلان کر دیا گیا کہ سعودی عرب پاکستان کو تین ارب ڈالر کا قرضہ اور تین سال کے لیے تین ارب ڈالر یعنی کل نو ارب ڈالر کا تیل ادھار دے گا۔

بعض خوش فہم حضرات کی جانب سے یہ پیش گوئی بھی کی گئی ہے کہ ادھار تیل کی رقم کی واپسی ممکن ہے سعودی عرب معاف کر دے۔ اس طرح مجموعی طور پر اس قرضے کو بارہ ارب ڈالر کا پیکج قرار دیا گیا ہے۔ یہ دورہ بینادی طور پر 'سعودی انوسٹمنٹ کانفرنس' میں شرکت کے لیے تھا۔ جس کا خاشقجی کے قتل کے سبب بہت سے مغربی ممالک اور امریکہ کی جانب سے بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ سعودی دورے کے متعلق غیر ملکی میڈیا میں تو یمن جنگ کے حوالے سے کوئی خبر نہیں چھپی لیکن پاکستان میں حکومت کی جانب سے خوب ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے کہ پاکستان یمن جنگ میں ثالثی کا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہے۔

پچاس لاکھ گھروں کا ہاؤسنگ پلان:

پچاس لاکھ مکانوں کے پروجیکٹ کا اعلان بھی بغیر کسی ہوم ورک کے ہی کیا گیا ہے۔ گو کہ سطحی نظر سے دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ پچاس لاکھ مکانوں کی تعمیر معیشت میں تیزی لانے کا سبب بنے گی لیکن سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے پروجیکٹ کو عام فراڈ قسم کی ہاؤسنگ سوسائٹیز کی مانند عوام سے ایڈوانس رقم اور قسطیں وصول کر کے انہیں سالوں تک رلانا مقصود ہے یا حکومت کے پاس اس کے لیے سرمایہ بھی موجود ہے؟

رہی بات معیشت میں تیزی کے دعوے کی کہ تعمیراتی کاموں میں متعلقہ سامان والی صنعتیں ترقی کریں گی۔ ایسا تب ہوتا جب الیکٹریکل اور ہارڈویئر انڈسٹری مضبوط ہوتی اور متعلقہ سامان مقامی طور پر تیار کردہ ہوتا۔ لیکن حالت یہ ہے کہ چائنا اپنی اشیاء کم قیمت پر پاکستانی مارکیٹ میں ڈمپ کر کے یہ تمام صنعتیں تباہ کر چکا ہے۔ لہٰذا مکانات کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کے بعد جو اشیاء درکار ہوں گی ان میں زیادہ استعمال چینی مصنوعات کا ہی ہوگا۔ اور یہ لامحالہ امپورٹ ہوں گی اور اس کا اثر جب زرمبادلہ پر پڑے گا تو وہ چیخ پکار مچے گی کہ پھر یہ نیا بحران بنے گا۔

یہ تو وہ بنیادی نقاط ہیں جو معاشیات کی تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص سمجھ سکتا ہے۔ پھر ان حقائق سے یہ حکومت کیوں آنکھیں پھیر رہی ہے؟ پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی تعمیرات کے بعد انہیں پانی بجلی گیس کے کنکشنز بھی دیے جانے ہوں گے۔ کیا اس طلب کو یہ پورا کر سکتے ہیں جبکہ بجلی گیس کی موجودہ طلب ہی پوری نہیں ہو پاتی ان سے۔ بالفرض اس منصوبے کا حجم کم بھی کیا جائے تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ پراپرٹی اور لینڈ مافیا کی بجائے غریب عوام اس سکیم سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔

حکومت اگر موبائل سموں اور شناختی کارڈز کے اجراء کو کمپیوٹرائزڈ کر سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ زمینوں کی الاٹمنٹ کمپیوٹرائزڈ نہیں ہوتی۔ ہر شخص کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی کتنی پراپرٹی ہے۔ لیکن ایسا ہوگا نہیں کیونکہ پھر ان جرنیلوں اور سیاستدانوں کو جائیدادیں چھپانا مشکل ہو جائے گا۔ وہ جائیدادیں جو ان کے آباؤ اجداد نے قیام پاکستان سے پہلے اپنی وفاداریوں اور خدمات کے عوض انگریز سرکار سے حاصل کیں اور وہ جائیدادیں جو ان کے آباؤ اجداد نے اور ان کی آئندہ نسلوں نے پچھلے اکہتر سال میں لوٹ مار کر کے بنائیں۔

انہی جائیدادوں کی بدولت یہ سیاستدان پاکستان کی سیاست پر حاوی ہیں دوسری جانب فوجی اشرافیہ ہے جن کی ہوس ڈی ایچ اے سوسائیٹیوں سے نہیں بھر رہی تو اب شہروں سے نکل کر مضافاتی علاقوں حتیٰ کہ کاشتکاروں کی زمینیں ہتھیانے سے بھی نہیں شرمارہے۔

بجلی کی قیمت میں مسلسل اضافہ:

۲۹ اگست بجلی کی قیمت میں چھتیس پیسے فی یونٹ اضافے کی منظوری دی گئی۔ مجموعی طور پر صارفین پر یہ بوجھ لاد کر ساڑھے چار ارب وصول کیے گئے۔ اس سے قبل جولائی میں بجلی کی ریفرنس پرائس چار روپے اٹھانوے پیسے فی یونٹ رہی جبکہ تقسیم کار کمپنیوں کو فراہم کی جانے والی بجلی کی قیمت پانچ روپے ساٹھ پیسے فی یونٹ رہی۔ پھر ۲۶ ستمبر نیپرا نے بجلی کی قیمت میں ایک روپیہ سولہ پیسے فی یونٹ اضافے کی منظوری دی۔

۱۳ اکتوبر نوٹیفکیشن کے تحت بجلی ایک ماہ کے لیے اروپیہ ۱۶ پیسے فی یونٹ مہنگی کی گئی۔ ۲۶ اکتوبر وزیر خزانہ کی جانب سے ایک دفعہ پھر اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت نے توانائی کے شعبے کے خسارے جو ساڑھے پانچ سو ارب روپے ہو گیا ہے' کو کم کرنے کے لیے بجلی کی

قیمت میں دس سے پندرہ فیصد اضافے کی منظوری دی ہے۔ واضح رہے کہ قیمتوں میں اضافے کا یہ اعلان سعودی قرضہ ملنے کے بعد کیا گیا۔

توانائی کے بحران میں جہاں ایک طرف حکومت کی اپنی نااہلی کا عمل دخل شامل ہے وہیں آئی ایم ایف کا نچلی سطح تک توانائی کے اداروں کے کام میں مداخلت اور قیمتیں بڑھوانے کے لیے مسلسل دباؤ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ یہ عالمی ادارے پاکستان کی صنعتوں کو بحران سے دوچار کرنا چاہتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ امپورٹ ایکسپورٹ کی پالیسی پر بھی ان کا اثر رسوخ رہتا ہے۔ نتیجتاً پاکستانی مصنوعات بین الاقوامی منڈی میں قیمت اور کوالٹی کا مقابلہ نہیں کرپاتیں جبکہ مغربی مصنوعات کو پاکستانی مارکیٹ میں ڈمپ کرنے کے لیے راہ ہموار کی جاتی ہے، جس کا براہ راست اثر زرمبادلہ کے ذخائر پر پڑتا ہے اور تجارتی خسارہ بھی بڑھتا ہے۔ حال ہی میں آئی ایم ایف کے وفد نے نیپرا کے قوانین اور اصلاحات کا جائزہ لینے کے بعد کسی آقا کی مانند غلاموں سے پوچھا کہ بجلی کے نرخ بڑھانے کی سمری پر عمل درآمد کیوں نہ ہوا۔

وفد کو بتایا گیا کہ قیمتوں میں اضافے پر عمل درآمد حکومت کی منظوری سے ہوتا ہے۔ جواباً کہا گیا کہ پھر ایسا قانون بنایا جائے کہ عمل درآمد پندرہ دن کے اندر ہو سکے۔ مزید یہ کہ نیشنل الیکٹرک پاور ریگولیٹری اتھارٹی کی کارکردگی انہیں ہر پندرہ دن پر فراہم کی جانی ہوگی۔

پولیس کے محکمے میں سیاسی اثر ورسوخ کا استعمال:

اقتدار میں آنے سے قبل تحریک انصاف کا موقف تھا کہ پولیس کے محکمے کو سیاستدان اپنے ذاتی مفاد کے استعمال کے لیے دباؤ میں لاتے ہیں اور تقرریاں بھی سیاسی بنیادوں پر ہوتی ہیں۔ عمران خان کی جانب سے بارہا کہا جاتا رہا کہ وہ اس محکمے میں سیاسی مداخلت کو ختم کریں گے۔ اب ضمنی الیکشن میں دیکھا گیا کہ آئی جی پنجاب جن کی تعیناتی کو صرف ایک ماہ ہوا تھا تبدیل کر دیے گئے۔

تازہ ترین واقعہ آئی جی اسلام آباد کے تبادلے کا ہے جنہیں وفاقی وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی اعظم سواتی کے بار بار فون کرنے کے باوجود احکامات نہ ماننے پر عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ بعد میں اصل حقیقت سامنے آئی کہ بارہ سالہ ضیاء الدین جس کی گائے وزیر موصوف کے فارم میں چلی گئی تھی جس کو بطور سزا وہیں باندھ دیا گیا تھا اور ضیاء الدین ان کے اجازت نہ دینے پر گائے خود ہی کھول کر واپس لے آیا۔

جواباً یہ لوگ اس بچے کے گھر پر حملہ آور ہوئے اس بچے کو، اس کی ماں بہن اور حافظ قرآن بھائی سمیت مارا پیٹا اور پھر تھانہ میں ان کے خلاف رپورٹ بھی درج کرائی جس کے نتیجے میں اس خاندان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب بھی شاید انتقام جی بھر کر نہ لے سکے تھے لہٰذا آئی جی اسلام آباد کو بار بار فون کرتے رہے اور آئی جی کی جانب سے فون نہ اٹینڈ کرنے پر عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ معاملہ یہیں تک نہیں رکا بلکہ فواد چوہدری کی جانب سے دفاع میں کہا گیا کہ ''اگر وزیر اعظم آئی جی نہیں ہٹا سکتا تو بیوروکریٹس سے ہی حکومت کروالیں، الیکشن کروانے کی کیا ضرورت تھی''۔ خراب معاشی صورتحال اور مخالفین کی تنقید کے باعث تحریک انصاف کی قیادت اپنی کارکردگی سے خود بھی پریشان دکھائی دیتی ہے۔ سعودی عرب سے قرض ملنے سے قبل وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی یہ تک کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ملک چلانے کے لیے پیسہ نہیں اور کوئی قرض دینے کو تیار نہیں اگر تحریک انصاف کی حکومت ناکام ہوئی تو آگے کوئی راستہ نہیں۔ شاید موصوف حکومت کی ناکامی کی صورت میں فوجی مہم جوئی اور اقتدار پر قبضے کی نوید سنا کر حزب مخالف کی جماعتوں کو ہاتھ ہلکا رکھنے کی التجا کر رہے ہیں۔

ابھی اسرائیلی جہاز کی اسلام آباد آنے کی گرد نہیں تھمی تھی اور تردیدوں کا سلسلہ جاری تھا کہ پاکستان کے غلیظ عدالتی نظام کی جانب سے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گستاخ آسیہ ملعونہ کو رہا کر کے بجلی گرا دی گئی۔ گو کہ پچھلے کچھ عرصے میں ہونے والی اپڈیٹس سے یہ خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا کہ ایسا ہونے جارہا ہے۔ یہ سطریں لکھتے ہوئے آخری خبریں یہی ہیں کہ ملک بھر میں مظاہرے ہو رہے ہیں لیکن ان کا میڈیا بلیک آؤٹ کیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ عدالت نے ممکنہ ردعمل کے سبب سے سیکورٹی کے اداروں کو پہلے سے ہی متنبہ کیا تھا اور فوج الرٹ تھی۔ بہرحال ان کے منصوبے کس حد تک کامیاب ہونگے یا یہ فیصلہ اس سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے ان ظالموں کے خلاف کھڑا کر دے گا یہ وقت ہی بتائے گا۔

☆☆☆☆☆

> ''گو کہ یہ راستہ طویل بھی ہے اور کٹھن بھی، مگر جس نے صبر واستقامت اختیار کی اس کے لیے اس راہ کا اختتام فتح یا شہادت پر ہوتا ہے۔ مصیبتوں پر دل مت ہارو، ایام کا تقابل کر کے دیکھو ماضی سے بہتر پاؤ گے!''
>
> شیخ سامی العریدی حفظہ اللہ

پوٹلی والیوں کی دعائیں اور بد دعائیں

جاوید چوہدری

اگر اسلام آباد میں رہتے ہیں تو آپ راول ٹاؤن چوک کو اچھی طرح جانتے ہوں گے، یہ چوک کلب روڈ پر سرینا ہوٹل سے فیض آباد کی طرف جاتے ہوئے آتا ہے، چوک میں ایک پٹرول پمپ اور ایک پرانی مسجد ہے، میں ۱۹۹۳ میں اسلام آباد آیا تو مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا گاؤں ہوتا تھا، گاؤں کی زمینیں ایکوائر ہو چکی تھیں، امیر لوگ زمینوں کی قیمتیں وصول کر کے بڑے بڑے سیکٹروں اور فارم ہاؤسز میں شفٹ ہو چکے تھے لیکن وہ غرباء پیچھے رہ گئے تھے جن کی زمینوں کے پیسے امراء کھا گئے یا پھر وہ جو گاؤں کے کمی کمین تھے اور ان کے نام پر کوئی زمین نہیں تھی، حکومت نے انہیں کوئی معاوضہ نہیں دیا، دنیا میں ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا لہٰذا وہ اپنے ٹوٹے پھوٹے گھروں میں مقیم تھے، سی ڈی اے اور ضلعی انتظامیہ نے ان کو بے شمار نوٹس دیئے مگر مکینوں کا کہنا تھا "ہم کہاں جائیں، آپ ہمیں بتا دیں ہم وہاں چلے جاتے ہیں" حکومت ظاہر ہے ایک ٹھنڈی ٹھار مشین ہوتی ہے، اس کا دل ہوتا ہے اور نہ ہی جذبات لہٰذا حکومت جواب میں ایک اور نوٹس بھجوا دیتی تھی، نوٹس بازی کے اس عمل کے دوران بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کی حکومتیں آتی اور جاتی رہیں، ضلعی انتظامیہ نے جب بھی سویلین گورنمنٹ سے آپریشن کی اجازت مانگی حکومت نے اجازت نہ دی، انتظامیہ ایک بار مشینری لے کر وہاں پہنچ گئی، چودھری شجاعت حسین اس وقت وزیر داخلہ تھے، ان کو اطلاع ملی تو وہ فوراً وہاں پہنچے اور ذاتی طور پر آپریشن رکوایا لیکن پھر ۱۹۹۹ء آ گیا اور جنرل پرویز مشرف حکمران بن گئے، ان کا قافلہ روز اس چوک سے گزر کر وزیر اعظم ہاؤس آتا تھا، جنرل مشرف کی طبع نازک پر غریبوں کی وہ جھونپڑیاں ناگوار گزرتی تھیں، وہ ایک دن گزرے، کھڑکی سے باہر دیکھا اور آپریشن کا حکم جاری کر دیا، میں ان دنوں شہزاد ٹاؤن میں رہتا تھا اور روزانہ راول چوک سے گزرتا تھا، میں نے دوپہر کو دفتر جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے وہ آپریشن دیکھا، وہ لوگ انتہائی غریب تھے، ان کے گھروں میں ٹوٹی چارپائیوں، پچکے ہوئے برتنوں اور پھٹی رضائیوں کے سوا کچھ نہیں تھا، انتظامیہ نے وہ بھی ضبط کر لئے، گاؤں چند گھنٹوں میں صاف ہو گیا، زمین کو فارم ہاؤسز میں تبدیل کر دیا گیا اور وہ فارم ہاؤسز امراء نے خرید لئے، صرف مسجد اور اس کے ساتھ چند قبریں بچ گئیں، وہ قبریں بھی اب کم ہوتی چلی جا رہی ہیں، یہ کہانی یہاں پر ختم ہو گئی، ۲۰۰۷ء میں اس کہانی کا ایک نیا پہلو میرے سامنے آیا، ملک میں اس وقت جنرل پرویز مشرف کے خلاف تحریک چل رہی تھی، ایک روز ایک صاحب وہیل چیئر پر میرے پاس تشریف لائے، وہ ٹانگوں سے معذور تھے اور چہرے سے بیمار دکھائی دیتے تھے، میں انہیں بڑی مشکل سے گھر کے اندر لا سکا، وہ مجھے اپنی کہانی سنانا چاہتے تھے، ان کا کہنا تھا، راول چوک کا وہ آپریشن انہوں نے کیا تھا، وہ اسے لیڈ کر رہے تھے۔

میں خاموشی سے ان کی داستان سنتا رہا، ان کا کہنا تھا، ان کے تین بچے تھے، دو لڑکے اور ایک لڑکی، شادی پسند کی تھی، وہ سی ایس پی آفیسر تھے، کیریئر بہت برائیٹ تھا، سینئر اس کی کارکردگی سے بہت مطمئن تھے، ان کا اپنا خیال بھی تھا وہ بہت اوپر تک جائیں گے، وہ رٹ آف دی گورنمنٹ کے بہت بڑے حامی تھے، وہ سمجھتے تھے قانون پر سو فیصد عمل ہونا چاہیے اور جو شخص قانون کے راستے میں حائل ہو ریاست کو اس کے اوپر بلڈوزر چلا دینا چاہیے چنانچہ جنرل مشرف نے جب راول چوک کے مکانات گرانے کا حکم دیا تو یہ ذمہ داری انہیں سونپی گئی، یہ فورس لے کر وہاں پہنچے اور گھر گرانا شروع کر دیئے، لوگ مزاحم ہوئے، پولیس نے ڈنڈے برسائے، لوگوں کو گرفتار بھی کیا اور ایک آدھ موقع پر ہوائی فائرنگ بھی کرنا پڑی، بہر حال قصہ مختصر آپریشن مکمل ہو گیا اور انتظامیہ نے ملبہ اٹھانا شروع کر دیا، وہ رکے اور پھر بھولے، آپریشن کے بعد اینٹوں کے ایک ڈھیر پر درمیانی عمر کی ایک خاتون بیٹھی تھی، وہ ملبے سے نہیں اٹھ رہی تھی، اس کا صرف ایک مطالبہ تھا، وہ کہہ رہی تھی وہ بس ایک بار آپریشن کرنے والے صاحب سے ملنا چاہتی ہے، انتظامیہ عموماً ایسے مواقع پر خواتین سے زبردستی نہیں کرتی چنانچہ اہلکاروں نے انہیں بتایا اور وہ خاتون کے پاس چلے گئے، خاتون نے ان کی طرف دیکھا اور کہا "صاحب یہ آپریشن آپ نے کیا" میں نے جواب دیا "ہاں"۔ اس نے جھولی پھیلائی، آسمان کی طرف دیکھا اور بولی "یا پروردگار، اس شخص نے میرے اور میرے بچوں کے سر سے چھت چھینی، یا اللہ اسے اور اس کے بچوں کو برباد کر دے"۔ میں اس وقت جوان تھا، میں نے منہ دوسری طرف پھیر دیا، اس خاتون نے اس کے بعد کہا "یا اللہ ہم سے ہمارے گھر چھیننے والے تمام لوگوں کو برباد کر دے" اس نے اس کے بعد اپنی پوٹلی اٹھائی، اپنے بچے ساتھ لئے اور وہ چلی گئی۔

وہ رکا، اس نے اپنے آنسو پونچھے اور بولا، جاوید صاحب آپ یقین کریں وہ دن ہے اور آج کا دن ہے میں بحرانوں سے نہیں نکل سکا، میں اس پوٹلی والی کی بد دعا کا نشانہ بن گیا، میرا ایکسیڈنٹ ہوا، میری بیوی اور میری بچی مر گئی، میری ٹانگیں کٹ گئیں، میرے دونوں بیٹے

ایک ایک کر کے بیمار ہوئے، میں نے اپنی ساری جمع پونجی ان کے علاج پر لگا دی لیکن وہ فوت ہو گئے، مجھے سسرال سے گھر ملا تھا، وہ بک گیا، میں نے اپنا گھر بنایا تھا، وہ ۲۰۰۵ء کے زلزلے میں گر گیا۔

محکمے نے میرے اوپر الزام لگایا، میری انکوائری شروع ہوئی، میں ڈس مس ہوا اور میں بے گناہی کے باوجود آج تک بحال نہیں ہو سکا، میں مقدمے پر مقدمہ بھگت رہا ہوں، میں ۳۸ سال کی عمر میں شوگر، بلڈ پریشر اور دل کا مریض بھی بن چکا ہوں اور میرے تمام رشتے دار اور دوست بھی میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں، میں دل سے سمجھتا ہوں مجھے اس عورت کی بد دعا لگی تھی، حکومت، میرا محکمہ اور آرڈر دینے والے لوگ تینوں پیچھے رہ گئے لیکن میں برباد ہو گیا، میں آج سوچتا ہوں تو میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں، میں کتنا بے وقوف تھا! میں نے اس جنرل مشرف کے حکم پر غریبوں کے سروں سے چھت چھین لی جو خود تاریخ کے سب سے بڑے قبضہ گیر تھے، وہ غریب چند کنال زمین پر قابض تھے جبکہ جنرل مشرف نے ۸ لاکھ مربع کلو میٹر کے ملک پر قبضہ کر رکھا تھا، وہ رکا اور بولا، آپ آج سڑکوں پر جنرل مشرف کے خلاف جلوس دیکھ رہے ہیں، آپ یقین کیجئے یہ بھی اب میری طرح اپنی گھر میں نہیں رہ سکیں گے، ہم سب کو اس عورت کی آہ کھا جائے گی۔

وہ رکا اور پھر بولا، آپ کو میری باتیں عجیب لگیں گی لیکن میں نے تحقیق کی ہے، اس آپریشن کا حکم دینے والا ہر شخص میری طرح ذلیل ہوا، ان میں سے آج کوئی شخص اپنے گھر میں آباد نہیں، وہ سب اولاد اور بیویوں کے بغیر عبرت ناک اور بیمار زندگی گزار رہے ہیں یہاں تک کہ اس وقت کے چیئرمین سی ڈی اے کی ساری پراپرٹی بھی بک گئی اور اس کی اولاد بھی دربدر ہو گئی، وہ بھی عبرت کا نشان بن کر آخری سانسیں لے رہا ہے، وہ صاحب اپنی کہانی سنا کر چلے گئے، میں چند دن اس کہانی کے تاثر میں رہا اور پھر نئے واقعات نے اس واقعے کو یادداشت کے آخری کونے میں دھکیل دیا، میں اسے بھول گیا۔

وہ صاحب اور تجاوزات کے خلاف وہ آپریشن مجھے چند دن سے بار بار یاد آ رہا ہے، حکومت اس وقت آدھے ملک میں دھڑا دھڑ لوگوں کے مکان اور دکانیں گرا رہی ہے، یہ لوگ یقیناً ناجائز قابض ہوں گے اور ریاست کو اپنی رٹ ضرور اسٹیبلش کرنی چاہیے لیکن کیا سرکار کی زمین پر صرف یہ لوگ قابض ہیں اور کیا صرف چار پانچ مرلے کے گھر اور بیس فٹ کے شیڈز ناجائز تجاوزات ہیں؟ حکومت ذرا سی تحقیق کرے اسے لاکھوں ایکڑ زمین پر قبضہ ملے گا، کیا حکومت اس پر بلڈوزر چلا سکتی ہے، جی نہیں، عمران خان کبھی یہ غلطی نہیں کریں گے۔

دوسرا، عام غریب لوگ سرکاری زمینوں، سڑکوں کے ساتھ موجود رقبوں، گلیوں، بازاروں اور چوکوں پر تھڑے اور چھپر بنا لیتے ہیں، کیوں؟ اس کی واحد وجہ ان جگہوں کا خالی اور بے مصرف ہونا ہے، آپ جب پارک کی جگہ پارک، گرین بیلٹ کی جگہ گرین بیلٹ، مسجد کی جگہ مسجد، فٹ پاتھ کی جگہ فٹ پاتھ اور نرسری کی جگہ نرسری نہیں بنائیں گے تو اللہ کا کوئی نہ کوئی بندہ اس زمین پر جلد یا بدیر آباد ہو جائے گا، کیوں؟ کیونکہ یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ کے بندے اس پر لاکھوں سالوں سے آباد ہوتے آ رہے ہیں۔

انسان کی نفسیات ہے یہ خالی جگہ نہیں چھوڑتا لہٰذا حکومت اگر ان زمینوں کو ناجائز قابضین سے بچانا چاہتی ہے تو پھر یہ انہیں خالی نہ چھوڑے، یہ انہیں نیلام کر دے، الاٹ کر دے یا پھر کرائے پر دے دے، سرکار کو آمدن بھی ہو گی اور زمینوں پر ناجائز قبضے بھی نہیں ہوں گے اور تیسرا اور آخری نقطہ، اللہ کی ذات ہر چیز، ہر ضرورت سے بالاتر ہے لیکن گھر اور تعریف دنیا کی دو واحد چیزیں ہیں جس کی اللہ کو بھی طلب ہوتی ہے، پوری زمین پر اللہ کے گھر (عبادت گاہیں) ہیں اور یہ اپنے بندوں سے اپنی حمد و ثناء کی توقع بھی کرتا ہے،

اللہ جب بھی کسی سے خوش ہوتا ہے تو یہ اسے چھت اور رزق دیتا ہے اور اسے اپنے ذکر کی توفیق بھی عطا کر دیتا ہے چنانچہ میرا تجربہ اور میرا مشاہدہ ہے دنیا کا ہر وہ شخص جو کسی کے سر سے چھت اور اس کا روزگار چھینتا ہے یا پھر کسی معزز شخص کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے سب کچھ چھین لیتا ہے اور وہ شخص اس کے بعد روز مرتا اور روز جیتا ہے مگر اس کی سزا ختم نہیں ہوتی لہٰذا آپ جو دل چاہے کریں لیکن کسی کی بد دعا نہ لیں، دنیا کے تمام عہدے، کرسیاں اور تکبر عارضی ہوتے ہیں، یہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور دنیا اور آخرت دونوں میں صرف پوٹلی والیوں کی دعائیں اور بد دعائیں کام آتی ہیں۔

"حرم کے بیٹوں سے جنگ چھیڑنا امریکہ کو ویت نام کی ہولناکیاں بھلا دے گا۔ ابھی یہ سب کچھ تو وہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے ہو چکا۔ اور جو کچھ آئندہ ہے وہ اللہ کے اذن سے کہیں بڑا ہو گا"۔

محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

سوشل میڈیا کی دنیا سے

محمد عمر نے لکھا:

ہالینڈ کی حکومت نے آسیہ مسیح کے وکیل سیف الملوک کو شہر پناہ پروگرام کے تحت ہالینڈ میں پناہ کی پیش کش کر دی ہے۔

ڈچ وزیر خارجہ سٹیف بلاک نے اپنے ٹویٹ میں کہا ہے کہ ہماری تمام تر توجہ آسیہ مسیحی پر مرکوز ہے۔

منیب حسین نے لکھا:

پاکستان میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے اور بیرون ملک معاش کے لیے پاکستانیوں کے رجحان میں تیزی کا زمانہ ایک تھا۔ اس لیے جنت پر کمزور ایمان رکھنے اور دنیا کو ہی جنت بنانے کے خواہش مند ہزاروں پاکستانیوں نے خود کو قادیانی ظاہر کر کے امریکہ اور یورپ کے متعفن ممالک میں قدم رکھا۔ پھر علاحدگی پسندی اور سیاسی انتقام کا بہانا بنا کر ہزاروں پاکستانی اسی دنیاوی معراج کو پہنچے۔ پھر غیر ملکی این جی اوز کے ساتھ راہ و رسم رکھنے والوں نے ملکی اداروں خصوصاً فوج کو نشانہ بنایا، اور خود کو آزادی اظہار کا مظلوم ثابت کر کے ویزے حاصل کیے اور یہاں سے بہ حفاظت اڑ گئے۔ ان تمام معاملات میں ۵ دہائیوں کے دوران ریاست پاکستان نے انتہائی غفلت، بے حسی اور نکمے پن کا مظاہرہ کیا، جس کے باعث دین وملت اور ریاست و وطن کے لیے ان فتنوں کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی اور یہ خاردار جھاڑ پھل پھول کر جنگل بن گئے۔ اس اجتماعی جرم کی وجہ خود ریاستی محکموں میں غلام سوچ اور مغرب سے مغلوبیت کا پایا جانا ہے، اور حکومت نے عاصیہ کو مبینہ طور پر رہا کر کے ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے کہ تبدیلی چہرے بدلنے سے نہیں آتی، بلکہ غلام سوچ کو نسلوں کے دماغوں سے کھرچ کر ہی سیاسی وسماجی انقلاب ممکن ہے۔

عمر خان نے لکھا:

فاسفورس سے لال مسجد کے شہداء کی لاشیں پگھلانے والے پرویز مشرف کے اعضاء Amyloidosis بیماری سے پگھلنے لگے!!

فاعتبرو یا اولی الابصار!!

سعید الحق نے لکھا:

ریمنڈ ڈیوس رہا ہوا وزیر خارجہ شاہ محمود تھا۔ آج آسیہ مسیح رہا ہوئی وزیر خارجہ شاہ محمود ہے۔ کیا کمال کا وزیر خارجہ ہے۔

ابو بکر قدوسی نے لکھا:

آسیہ نے جانا ہی تھا

ایسے ہی بلاوجہ کارونا نہ رویا کیجیے۔ حقائق کو سمجھئے، ان کا ادراک کیجیے۔ حقیقتوں کی دنیا میں جو درد ہوتے ہیں وہ الگ ضرور ہوتے ہیں لیکن خوابوں کے دردوں سے تلخ نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمان ایک محکوم قوم ہیں۔ یہ حقیقت آپ نہ بھی تسلیم کریں گے تو بدل نہیں جائے گی۔

اور ایک بات یاد رکھیے، مغرب اور امریکہ کی حکومتیں کوئی لبرل وبرل نہیں، مکمل مذہبی حکومتیں ہیں، مکمل مذہبی۔ لبرل ازم کا ناٹک انہوں نے کسی اور ضرورت کے تحت رچا رکھا ہے۔

آسیہ کی رہائی اور بیرون ملک روانگی کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ یہ ہونا ہی تھا۔ کیا آپ ریمنڈ ڈیوس کو بھول گئے کہ جس نے روشن دن، کھلی شاہراہ پر پاکستانی قتل کر دیے اور تمام پاکستان دیکھتا رہ گیا اور وہ چلا گیا۔

سپریم کورٹ کا جس روز فیصلہ آیا تھا، یہ سب اسی روز سے طے تھا۔ بلکہ سپریم کورٹ میں منعقد شدہ "ناٹک" نے ہی سب عیاں کر دیا تھا۔ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ جس مقدمے میں آپ کی لوئر کورٹ، اور ہائی کورٹ نے برسوں صرف کیے ہوں، ہر طرح سے بحث کی ہو، فریقین نے دلائل کے انبار لگا دیے ہوں۔ اس کو آپ کی سپریم کورٹ محض ایک پیشی میں بھگتا دے؟

جو دوست بہت "عقل مند" بنتے ہیں، بزرجمہر بن کے کہتے ہیں کہ جی عدالت کا فیصلہ ہے، وہ صرف اسی بات کا جواب دے دیں کہ یہ جج کب سے ایسے باصلاحیت ہو گئے کہ محض ایک پیشی میں، گواہوں کو سنے بغیر، فریقین کے وکلاء کو مکمل سنے بغیر، فیصلہ کرنے پر قادر ہو گئے؟

اس لیے یہ واضح بات ہے کہ آسیہ کا فیصلہ پاکستان میں لکھا ہی نہیں گیا۔ یہ فیصلہ باہر سے آیا اور یہاں کی کٹھ پتلیوں نے اس کو صرف سنایا ہے۔

ایک بات آپ بھی یاد رکھیے کہ جو قومیں محکوم ہوتی ہیں وہ فیصلے سنایا نہیں کرتیں، سنا کرتی ہیں۔ آپ سب مسلمان ایک محکوم قوم ہیں۔ یہ بات آپ کو سمجھ لینی چاہیے۔ جتنا جلدی سمجھ جائیں گے اتنی جلدی من شانت ہو جائے گا۔ ورنہ بے قراری بیماری میں بدل جائے گی۔ بیماری کہ جو خون تھوک تھوک کے تپ دق ہو جاتی ہے۔

اور ہاں جو دوست اس معاملے کو تحریک انصاف اور نون لیگ کے حوالے سے دیکھ رہے ہیں، ان کو بھی چاہیے کہ اپنی اپنی اوقات یاد رکھیں۔ یہ ذلت ہر کسی کے حصے میں آچکی ہے۔ یہ نوکری ہے جو سب نے کی ہے اور کرتے رہیں گے۔

ایمل کانسی کو پکڑ کے امریکہ کے حوالے کسی نے کیا تھا؟

عافیہ صدیقی کو اغوا کر کے امریکہ کو کس نے دیا تھا؟

آسیہ کو رہا کس نے کیا ہے؟

آپ نواز شریف، مشرف، عمران خان کا نام لیں گے؟

آپ بھی بھولے بادشاہ ہیں۔ ارے بھائی یہ محض کٹھ پتلیاں ہیں، کٹھ پتلیاں۔ ان کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو آسیہ نے جانا ہی تھا۔

صہیب جمال نے لکھا:

پاکستان ایک مہذب ملک بن چکا ہے، بس یہ توہین رسالت صلّی اللہ علیہ وسلم کا قانون ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو تہذیب کا میڈل نہیں مل رہا۔

یہی قانون ہے جس نے ہمیں ترقی سے روکا ہوا ہے باقی ہم

ترقی کی ایک باریک سی لکیر کے پیچھے کھڑے ہیں۔۔ے

ہم امریکہ کو اڈّے دے دیں یا اپنے سمندر ہماری روشن خیالی دنیا میں مانی جاتی ہے، ہم غیر ملکی قاتل کو باعزت اس کے ملک چھوڑ کر آئیں اور جاتے جاتے اس کی جیب میں چائے پانی کا خرچہ بھی ڈال دیں تو ہم ترقی پسند مہذب کہلائیں گے۔

لاکھوں کیسز عدالت میں فیصلے وانصاف کے منتظر ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا، اسکولز میں بچے ڈفر ٹیچرز سے ٹوٹی عمارت میں تعلیم حاصل کریں ہماری عزت کا باعث بنتے ہیں، ہسپتالوں میں ایڑیاں رگڑ کر جان دے دیں، مائیں ہسپتال کے برآمدے میں بچے پیدا کریں، اس سے ہمارا مقام بلند ہوتا ہے، پولیس کا جاہلانہ نظام، ٹریفک کے قوانین ڈیولپمنٹ اتھارٹیز کی رشوتیں، اداروں کی تباہی، کساد بازاری، گاؤں کی عورتوں اور غریبوں کی بے عزتی اس نے ہم کو کئی نوبل اور آسکر ایوارڈ دلوانے ہیں۔

انتخابی جعلسازی، ملک کا دولخت کرنا اور دولخت کرنے والوں کو آزاد رکھنا ان کو نوازنا اس نے تو ہمارا نام عالمی دیوارِ زریں میں ہمارا نام بے انتہا اونچا کیا ہے۔

پاکستان میں تمام مسائل میں سرفہرست توہین رسالت صلّی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بڑا مسلہ ہے جب مسائل پر دانشوران اکٹھے ہوتے ہیں تو اسی مسلہ پر بات شروع کر کے اسی بات پر بات ختم کر کے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، گورنر ہو یا فزکس کا پروفیسر اسی پر بات کرتا ملتا ہے۔

اب چاہے دنیا بھر میں آپ اس وقت پاکستان کو مفلوج دکھائیں کرائے کے مٹھی بھر لوگوں کے جلاؤ گھیر اؤ دکھائیں جن کو آپ نے نواز دور میں وظیفے دیے جن کو دیگیں پہنچائیں آج ان سے اپنے مزید مقاصد حاصل کیے جارہے ہیں۔

یہ ہر ذی شعور کو پتہ ہے کہ یہ ملعونہ کا فیصلہ روڈ پر نہیں ہونا اس کا حل عدالت ہی ہے اور پرامن بغیر توڑ پھوڑ احتجاج ہی ہے۔

آپ جس آگ سے کھیل رہے ہیں اور معتدل دینی جماعتوں کو کنارے لگا کر اپنے مقاصد کے لیے جو کھیل کھیل رہے ہیں یہ آگ لگا رہے ہیں بہت جلد یہ آگ آپ تک پہنچ جائے گی اور اب پہنچ چکی ہے۔

توہین رسالت صلّی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو اس ملعونہ کے فیصلے سے اس کے رد عمل کو دکھا کر آپ اپنے مقاصد استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔

آپ آگ سے کھیل رہے ہیں اور آگ رشتے مقام رتبہ نہیں دیکھتی چاہے وہ دنیا کی ہو یا جہنم کی۔

صہیب نسیم نے لکھا:

ہندوستان میں ایک سو بہتر ملین سے زائد مسلمان بستے ہیں۔

یہ سمجھنا کہ چونکہ ہم ایک مسلم اکثریتی علاقہ میں رہتے ہیں اور پارلیمان وغیرہ کے باہر کلمہ لکھا ہوا ہے، اس لیے ہم ایک ''اسلامی ریاست'' کے باشندے ہیں۔ یہ نری خوش فہمی ہے۔

جب ریاست کے قوانین اسلامی نا رہیں تو اپنی ذاتی حیثیت میں ہر مسلمان کو سوچ رکھنا چاہیے کہ جو قوتیں آپ کو بطور ملک و قوم اپنا نظریاتی غلام بنانے میں کامیاب ہو رہی ہیں، کیا وہ آپ کو اور آپ کی نسلوں کو اپنے عقیدہ اور عمل پہ باقی رہنے دیں گی؟

ہر انسان کو اپنی استطاعت اور ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے دین سے مضبوطی کے ساتھ جڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جب پارلیمان کا اجلاس جاری ہو اور وہاں موجود لعنتی نمائندے دیگر ''مقدس'' اداروں کی طرح حساس ترین معاملوں پہ بات بھی نا کرنا چاہتے ہوں، تو عوام کو سمجھ لینا چاہیے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا۔

مراد علوی نے لکھا:

بعض لوگوں کے لیے مسئلہ آسیہ کا نہیں بلکہ وہ سرے سے توہین رسالت پر کسی سزا کے قائل ہی نہیں ہیں۔ یہ سرسید کی لگیسی ہے، ان لوگوں کا ہر قول اور فعل تہذیبِ اسلامی سے دشمنی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایسے میں ان کی سب سے بڑی دلیل مولانا وحید الدین خان

اور غامدی صاحب کا سطحی فہم ہوتی ہے۔ ہر دو حضرات قانون سے تو ناواقف ہیں ہی لیکن اسلامی تہذیب سے دشمنی میں برنارڈ لوئس سے بھی آگے ہیں۔ ان دونوں کے نزدیک دنیا کی ساری خرابیاں مسلمانوں میں ہیں، دنیا کی سب سے گھٹیا قوم مسلمان ہے اور مغرب بالکل پوتر ہے۔

جمیل بلوچ نے لکھا:

وہ لبرلز جو مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تم نے دنیا کے مسلمانوں کا ٹھیکہ نہیں لیا وہ یورپی حکام کے آسیہ بی بی کے معاملے پر دخل اندازی کو بڑا پوزیٹو عمل قرار دیتے ہیں۔ کوئی نہیں سوال کرتا کہ برطانیہ کی اسمبلی میں مبارک باتیں کیوں دی گئی؟ کوئی نہیں پوچھتا کہ اٹلی نے شہریت کی پیش کش کیوں کی؟ کوئی نہیں پوچھتا کہ اس کو ایوارڈ کے لیے نامزد کیوں کیا گیا؟ کوئی نہیں پوچھتا کہ ہالینڈ کا گستاخ کیوں پاکستانی معاملات پر خوشیاں منا رہا ہے؟ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کو معاملہ کسی اور کے معاملے پر فکر مند ہونا نہیں بلکہ اسلامی نظریے پر کسی مسلمان کے لیے فکر مند ہونا ہے۔

مختصر کہوں تو جناب یہ معاملہ آسیہ کا نہیں، یہ معاملہ دو نظریات کا ہے، دو قوموں کا دو افکار کا۔ ایک طرف شرعی احکام کے نفاذ پر یقین رکھنے ہیں تو دوسری طرف سیکولرزم کا پرچار کرنے والے۔ ایک طرف امت مسلمہ ہے تو دوسری طرف یورپ اور ان کے فکری غلام، ایک طرف اللہ کا حکم ہے تو دوسری طرف لبرلزم کے احکام۔ پاکستان ریاست کس کیمپ میں ہے، عدالت کس کیمپ میں ہے، فوج کس کیمپ میں ہیں۔۔ یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

مفتی سید عدنان کاکاخیل نے لکھا:

بروز منگل عالم اسلام کے معروف عالم دین و محقق شیخ سلمان عودہ، شیخ عوض القرنی، علی العمری اور انسانی حقوق کی معروف سعودی کارکن اسرا الغمام سمیت چھ افراد کی سزائے موت کے فیصلے کا امکان ہے۔ الجزیرہ کے مطابق شیخ سلمان عودہ پر ۳۷ سنگین نوعیت کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ جبکہ اسرا الغمام کے بارے میں اگست سے عرب میڈیا میں خبریں زیر گردش ہیں کہ ان کی گردن ماری جاچکی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے آج اپنے ایک بیان میں سعودی حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ اظہار رائے کے ان اسیروں کے خلاف انتہائی اقدام اٹھانے سے باز رہے۔ لیکن استغاثے نے خصوصی عدالت سے ان افراد کے سر تعزیراً قلم کرنے کی استدعا کی ہے تاکہ لب ہلانے کی جسارت کرنے والوں کے لیے یہ نشان عبرت بن جائیں۔

اسرار احمد خان نے لکھا:

ایک اسلامی دانشور مکی، مدنی کی ڈیوائڈ کرنے والوں پر اکثر لطیفے کستے نظر آتے ہیں کہ مکی مرحلے میں ڈیڑھ ارب امت نہیں تھی۔

وہ اس ڈیوائیڈ کرنے والوں کے فلسفے کی بڑی بنیادی سی بات نہیں سمجھ پائے کہ اس تقسیم کا اصل مطلب ہے کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں آپ واقعتاً مکی دور میں پہنچ گئے ہو اور شراب ابھی قسطوں میں حرام ہونی ہے۔ بلکہ یہ سٹریٹیجیکل ڈیوائیڈ ہے، اس ڈیوائیڈ کا مطلب یہ کہ اسلام قائم نہیں ہے، باطل طاقت میں ہے، اسلامی نظام، ریاست کا کوئی وجود نہیں تو کیا ایسے میں کوئی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ملتی ہے یا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیا سٹریٹیجی، کیا طریقہ استعمال کیا یا نبیوں والا طریقہ ایسی حالت میں ہے کیا؟

ایک طرف دوسرا طبقہ ہے جس نے مکی دور کا ایک بالکل ہی غلط اور ہومیوپیتھک نقشہ کھینچ رکھا ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں جو اصل انقلابی اور مشکل دور تھا وہ مکی ہی تھا۔ آج بھی چاہے اربوں میں مسلمان ہیں لیکن اسلام ویسا ہی اجنبی ہے۔ مکی دور ہے کیا؟ کُل کا کُل نہی عن المنکر۔ جہاں کمزور، نہتے مسلمان جان ہتھیلی پر رکھ کر ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں پڑھتے گھوم رہے ہیں، چوک پر کھڑے ہو کر نعرہ لگایا جارہا ہے تم نے خانہ کعبہ میں باطل، جھوٹے بت رکھے ہیں، ڈنکے کی چوٹ پر کہا جارہا ہے تمہارے بتوں سے آگ بھڑکائی جائے گی جس میں تمہیں جھونکا جائے گا۔ آج بھی ڈنکے کی چوٹ پر اسلام کا بیان کرنا مکی دور جتنا ہی مشکل ہے۔ آج کے کلمہ گو ابوجہلوں کے لیے کسی پر نظر رکھنا پکڑنا، مارنا اٹھانا اور بھی آسان ہے۔

مکی دور حلوے کھانے کا نام نہیں

☆☆☆☆☆

"امت محمدی کے علماء و مجاہدین اس کی حفاظت اور غلبہ کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ سنت نبوی کے علم کے لیے ہر نسل ہر مقام اور ہر دور میں ایسے متقی اور عادل حامل علم وارث پیدا ہوتے رہیں گے جو اس دین سے غلو پسندی، تحریف اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔ یہ دین ہر مقام ہر دور اور ہر حالت میں قابل فہم، قابل یقین اور قابل عمل رہے گا"۔

شہید کماندان افضل گورو تقبلہ اللہ

محمد بن سلمان اور جمال خاشقجی کن کن معاملات میں ہم خیال تھے؟

مہتاب عزیز

سعودی عرب کی جانب سے بیان کیا جانے والا دعویٰ اس وقت غلط ثابت ہوا جب مقتول سعودی صحافی جمال خاشقجی کے جسمانی اعضاء سعودی قونصلر جنرل کے استنبول میں واقع گھر سے مل گئے اور یوں ۲ اکتوبر کو جمال خاشقجی کی سعودی قونصل خانے میں داخل ہونے کے بعد سے شروع ہونے والی داستان کا ڈراپ سین بھی ہو گیا۔

خاشقجی کا قتل اور اس کا طریقہ کار تو اب ایک کھلی حقیقت کے طور پر سامنے آچکا ہے، اور سعودی حکومت قتل کا اعتراف بھی کر چکی ہے۔ سعودی حکومت نے اپنے ۱۵ اہلکاروں کو گرفتار جبکہ ولی عہد محمد بن سلمان کے انتہائی قریب ۱۲ اعلیٰ اہلکاروں کو برطرف بھی کیا ہے۔ تاہم اس کے محرکات ابھی تک واضح نہیں ہو سکے۔

ترک ذرائع ابلاغ کا دعویٰ ہے کہ جمال خاشقجی کا قتل سعودی ولی عہد کے حکم پر کیا گیا، ایک میڈیا ہاؤس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ قتل سے پہلے جمال کی محمد بن سلیمان سے ٹیلیفونک گفتگو بھی کرائی گئی۔ اس کے برعکس ہر لمحے اپنی پوزیشن تبدیل کرتی سعودی حکومت کا اس وقت یہ ماننا ہے کہ اُن کے اہلکاروں نے احکامات سے تجاوز کرتے ہوئے جمال خاشقجی کو قتل کیا۔

امریکی صدر ٹرمپ کی جانب سے اس معاملے پر سعودی عرب کی جس طرح ہم نوائی کی گئی اُس کے نتیجے میں قتل کا واقعہ خبروں کے سیلاب میں کہیں دب جانا چاہیے تھا۔ لیکن ترک حکومت کی کمٹمنٹ کے سامنے سعودی عرب کو گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے اور وہ قتل کے اعتراف پر مجبور ہوا۔

رجب طیب اردوان نے اپنی سیاسی جماعت کے ارکانِ پارلیمان سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ”ترکی کے پاس موجود شواہد سے بات ثابت ہو رہی ہے کہ ۲ اکتوبر کو سعودی قونصل خانے میں جمال خاشقجی کے قتل کی منصوبہ بندی پہلے سے کی گئی تھی“۔ اسی خطاب کے دوران انہوں نے سعودی عرب سے مطالبہ بھی کیا کہ وہ جواب دے کہ ”جمال خاشقجی کی لاش کہاں ہے اور اس کارروائی کا حکم کس نے دیا تھا“۔

اردوان کے مطالبے کے پہلے حصے پر عمل درآمد تو ہو چکا اور جمال خاشقجی کی نعش کی باقیات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ (اگرچہ اس حوالے سے بھی ذرائع ابلاغ کا دعویٰ ہے کہ نعش کی نشاندہی منحرف سعودی سفارتکار نے کی ہے) اب موجودہ حالات کو دیکھ کر لگتا ہے کہ سعودیہ کو جلد مجبوراً قتل کا منصوبہ ساز بھی سامنے لانا ہی پڑے گا۔

اس پوری کہانی میں جہاں سعودی حکومت کی شقاوت اور بربریت نمایاں ہو کر سامنے آئی وہیں ہر قدم پر جھوٹ اور غلط بیانی کا مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔

سعودی بادشاہت اپنے لیے ’خادم حرمین شریفین‘ کا لقب پسند کرتی ہے اور مملکتِ سعودیہ میں اسلامی نظام کے نفاذ کی دعویدار بھی ہے، تاہم مسلسل جھوٹ اس کی ساکھ کے لیے دھچکا ثابت ہوئے ہیں۔

جمال خاشقجی کے قتل سے سعودی بادشاہت کا یہ پہلو بھی نمایاں ہو کر سامنے آیا کہ مخالفین اور ناقدین سے سعودی حکومت کا رویہ انتہائی ظلم و شقاوت پر مبنی ہے۔ اس وقت سعودی عرب میں بلاشبہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جیلوں اور اذیت کے مراکز میں پابند سلاسل ہیں۔ بعض ذرائع کے مطابق محبوس افراد کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔

انسانی حقوق کے اداروں اور مغربی ممالک کی جانب سے خواتین کو تفریح اور ڈرائیونگ کا حق نہ ملنے پر تو سعودیہ کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن ہزاروں افراد کو برسوں سے حراست میں رکھے جانے پر خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سعودی حکومت ضمیر کے قیدیوں کو ”دہشت گردوں“ یا ”شدت پسندوں کا ہمدرد“ بتاتی ہے۔

۲۱ویں صدی کا یہ المیہ ہے کہ شدت پسندی یا دہشت گردوں کا حامی ہونے کے الزام کو کسی فرد کو ہر قسم کے انسانی حقوق سے محروم کر دینے کا جواز تسلیم کر لیا گیا ہے۔ (گزشتہ صدی کے دوران کیمونسٹ ممالک میں ’بورژوا‘ یعنی سرمایہ داری اور جاگیرداری کا حامی جبکہ سرمایہ دارانہ ممالک میں کیمونسٹ اور تخریب پسند کی اصطلاحات اس مقصد کے لیے استعمال کی جاتی تھیں)۔ آج دنیا بھر کی ظالم ریاستیں اور ادارے اپنے مخالفین پر ظلم و ستم ڈھانے کے لیے اُن پر ”شدت پسندی“ کا لیبل لگاتی ہیں۔ جس کے بعد ان کے حق میں آواز بلند کرنا بھی خود کو ان کی صف میں لا کھڑا کرنے کے مترادف ہے۔ اس کارڈ کا سعودی حکومت نے انتہائی بے دردی سے استعمال کیا ہے۔ سعودیہ میں قید و بند کی اذیتوں میں مبتلا افراد کی بڑی تعداد کو ۴ مختلف درجات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

آلِ سعود کے مخالف قبائل:

ان میں ایک تعداد تو آلِ سعود کے مخالف قبائل کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے خاندانوں سے مختلف علاقوں کا کنٹرول آلِ سعود نے چھینا تھا، یا پھر جن کے بارے میں آلِ سعود کو خدشہ ہے کہ یہ کسی موقع پر ان کے اقتدار کے لیے حریف ثابت ہو سکتے ہیں۔

آلِ سعود کی مذہبی پالیسی کے مخالف:

دوسرے درجے میں وہ لوگ ہیں جنہیں آلِ سعود کی مذہبی پالیسی سے اختلاف ہے۔ ان میں قطیف اور اطراف کے شیعہ اور محمد بن عبد الوہاب کے نظریے سے اتفاق نہ رکھنے والے سُنی العقیدہ مسلمان بھی شامل ہیں۔

جمہوریت اور اظہار رائے کے حامی:

تیسرے درجے میں وہ لوگ شامل ہیں جو اصلاحات، جمہوریت اور اظہار رائے کے حامی ہیں۔ اگرچہ اس درجے کے لوگ ۱۹۵۰ء سے ہی زیرِ عتاب ہیں لیکن گزشتہ عشرے میں جب عرب بہار کے تحت کئی ممالک میں انقلاب آیا تو سعودی عرب میں ایسے افراد کی بڑی تعداد کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔ خصوصاً مصر میں جمہوریت کی بحالی اور اخوان المسلمین کی حکومت کے قیام کے بعد سعودی عرب نے امریکی آشیر باد اور کویت و متحدہ عرب امارات کے تعاون سے اُس کا تختہ اُلٹنے میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ ساتھ ہی سعودی عرب کے اندر اخوان کی فکر کے حامیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ہزاروں افراد کو جیلوں میں ڈالا گیا، جنھیں انسانیت سوز اذیتیں دی گئیں اور بہت سے افراد ان ہی اذیتوں کو سہتے سہتے جان کی بازی ہار گئے۔

محمد بن سلمان اور مغربی طرزِ زندگی کے خلاف:

چوتھے درجے میں وہ لوگ شامل ہیں جنہیں نو منتخب ولی عہد محمد بن سلمان کی اصلاحات اور مغرب طرزِ زندگی کی ترویج کی مخالفت یا اس پر تنقید کی پاداش میں جیلوں میں ڈالا گیا۔ قریباً ایک صدی کی آلِ سعود کی روایات اور فکر و فلسفہ کو جب محمد بن سلمان نے بیک جنبش قلم مسترد کر دیا اور مملکت کے لیے نیا وژن ۲۰۳۰ء متعارف کرایا، جو راویت پسند حلقوں کے لیے ناقابلِ قبول تھا۔ قید و اذیت کے اس نئے درجے میں صرف جید علمائے دین کی تعداد قریباً ۴ ہزار سے زائد ہے جبکہ شہریوں کی بڑی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

سعودی ولی عہد محمد بن سلمان پر تنقیدی آرٹیکل لکھنے پر صحافی جمال خاشقجی اور ان کا خاندان نہ صرف سعودی عرب بلکہ پوری عرب دنیا میں جدت اور ترقی پسندی کا استعارہ ہے۔ اس ضمن میں خاشقجی خاندان ولی عہد کے وژن سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ دوسری جانب خاشقجی خاندان آلِ سعود سے قربت کے حوالے سے بھی جانا جاتا ہے، اسی لیے سعودی اسلحے کے سوداگر کے طور پر عدنان خاشقجی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ایسے میں چند تنقیدی مضامین میں سعودی عرب کے نو منتخب ولی عہد کی صلاحتیوں پر اٹھے سوالات سے نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ جمال خاشقجی کو نشانِ عبرت بنانے کے لیے آلِ سعود نے اپنی ساکھ تک داؤ پر لگا دی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مملکت کے اندر جو افراد حکومت پر تنقید یا مخالفت کے الزامات میں قید ہوں گے اُن کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو گا؟

اس منظر نامے کا ایک پہلو صحافیوں کو درپیش خطرات اور معدوم ہوتی آزادیٔ اظہار بھی ہے۔ جمال خاشقجی کے قتل کے بعد شائع ہونے والے ان کے آخری کالم میں لکھا ہے کہ:

”اندھیرا اور گہرا ہو گیا ہے، میڈیا کے خلاف کریک ڈاؤن پر کوئی عالمی ردِ عمل نہ آنے پر عرب ممالک میں زبان بندی کا عمل اور تیز ہو رہا ہے“۔

جمال خاشقجی نے مزید لکھا کہ:

”عرب ممالک میں سرکاری میڈیا کی جانب سے عوام کو غلط معلومات فراہم کی جاتی ہیں، عربوں کو آزاد میڈیا کی ضرورت ہے“۔

جمال خاشقجی کے لکھے آخری الفاظ نا صرف عرب ممالک بلکہ پوری دنیا پر صادق آ رہے ہیں۔ آج مشرق سے مغرب میں کہیں بھی مکمل آزاد میڈیا کا تصور خاصا محال ہے، کہیں حکومتی پابندیاں تو کہیں کارپوریٹ ورلڈ کا جبر سچ کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

ایک وقت تھا کہ صحافیوں کی زندگیوں کو ایشیا اور افریقہ کے پسماندہ ممالک میں خطرات لاحق ہوتے تھے یا پھر آزادانہ رائے رکھنے والے صحافیوں کی زندگیاں کمیونسٹ ممالک میں خطرات کا شکار ہوا کرتی تھیں لیکن اب یورپ بھی صحافیوں کے لیے محفوظ نہیں رہا۔ یورپی یونین میں ہونے والی کرپشن کی تحقیق کرنے والی بلغاریہ کی وکٹوریہ مارینوا کا قتل ہو یا پھر پاناما لیکس کے ذریعے کرپشن بے نقاب کرنے والی مالٹا کی صحافی ڈافنے کروناگلیزیہ کا قتل، صورتحال بدتر سے بدترین ہوتی جا رہی ہے۔

معروف میڈیا واچ ڈاگ 'رپورٹرز وِدآؤٹ بارڈرز' کی پریس فریڈم انڈیکس ۲۰۱۸ء کے مطابق دنیا کے جن ۵ ممالک میں گزشتہ برس صحافت اور میڈیا کی آزادی شدید متاثر ہوئی، ان میں ۴ ممالک براعظم یورپ میں واقع ہیں۔ رپورٹرز وِد آؤٹ بارڈرز نے اپنی اسی انڈیکس میں کہا ہے:

”یورپ سمیت دنیا بھر میں صحافیوں اور میڈیا مخالف جذبات میں اضافے کی وجہ سے عالمی سطح پر جمہوریت کو بھی سنگین خطرات لاحق ہو چکے ہیں“۔

کہا جا سکتا ہے کہ نائن الیون کے بعد دہشت گردی کی جنگ کے لیے بنائی گئیں پالیسیوں کے باعث آج انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار اور جمہوریت کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ اقوامِ عالم کو سوچنا ہو گا کہ انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار اور جمہوری اقدار کا تحفظ کیسے یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ ورنہ ہم پھر یورپ کے تاریک عہدِ وسطیٰ میں پہنچ جائیں گے۔

جمال خاشقجی کے بہیمانہ قتل پر پیدا ہونے والی حساسیت کے نتیجے میں ترقی معکوس کا عمل روکنے کے ٹھوس اقدامات امید افزا ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو مستقبل میں آئے روز ہمیں کسی نہ کسی 'جمال خاشقجی' کا قتل افسردہ کرتا رہے گا۔

☆☆☆☆☆

داعش کا جہادی مقاصد کو نقصان

قاری ابو عمارہ

آج کی داعش یا دولۃ اسلامیہ (خود کو خلافت اسلامیہ کہلوانے کا بھی شوق رکھتے ہیں۔) ۱۹۹۹ یا ۲۰۰۰ میں جماعۃ التوحید والجہاد کے نام سے قائم ہونے والی القاعدہ کی عراقی شاخ تھی۔ ۲۰۰۴ء میں صدام حکومت کے خاتمے پر اس میں شامل ہونے والوں میں بہت اضافہ ہوا اور عراقی افواج کے مزاحمتی فوجی بھی داعش میں شامل ہو گئے۔ اس کی قیادت شہید ابو مصعب الزرقاویؒ کے ہاتھ میں تھی۔ عراق میں امریکی اور برطانوی افواج کی شکست میں جہاں افغانستان کی صورتحال ایک اہم عنصر تھی وہاں جماعۃ التوحید والجہاد بھی فیصلہ کن تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب افغانستان میں القاعدہ عراقی مزاحمت کاروں کو تربیت دے رہی تھی اور ان کو گوریلا اور آمنے سامنے کی جنگ کے نئے طریقے سکھا رہی تھی۔ ۲۰۰۷ میں امریکی افواج نے عراق میں گھٹنے ٹیک دیے تھے مگر مغربی سیاست کی روایتی مکاری اور تقسیم کی پالیسی کے تحت امریکی عراق میں حکومت فاتحین کے حوالے کرنے کی بجائے اپنے پٹھو نوری المالکی اور جلال طالبانی کے حوالے کر گئے۔ نوری المالکی کی پشت پناہی مقتدیٰ الصدر اور سیستانی کر رہے تھے جو عراق میں موجود رافضی آبادی کے روحانی پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اس دھوکے بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں عراق میں مذہبی بنیادوں پر تقسیم پیدا ہوئی وہاں کئی عشروں سے سیاسی آزادی سے محروم رافضی آبادی نے اپنے پرانے زخموں کا حساب بھی چکانے کی کوشش کی۔ اگرچہ صدام دور میں صرف رافضیوں پر ظلم نہیں ہوا تھا بلکہ کرد سنیوں پر بھی ایسے ہی ظلم کیا گیا تھا اور کرد بھی عراق سے الگ ہونے کی لیے پر تول رہے تھے مگر رافضی قوتوں نے وحشت اور امریکیت کی نئی لہر شروع کی۔ ان کا ہدف وہ سنی قبائل تھے جو شمال میں آباد تھے جبکہ جنوبیہ علاقوں پر القاعدہ کا قبضہ تھا اس لیے وہاں جانے کی ہمت تو ان میں تھی ہی نہیں۔ (یہ ہمت تب تک نہیں ہوئی جب تک داعش نے شام میں مداخلت کی حماقت نہیں کی تھی)۔ مگر مشرق اور بغداد کے نواح میں ظلم کی انتہا کر دی گئی۔ اجتماعی قتل عام سے لے کر اجتماعی عصمت دری تک ہر وہ ظلم روا رکھا گیا جو کسی بھی سنجیدہ آدمی کو بھڑکانے کے لیے کافی تھا۔ ابو مصعب الزرقاوی شہیدؒ ہو چکے تھے اور القاعدۃ عراق کی قیادت ابو عمر البغدادی رح کے ہاتھ میں تھی انہوں نے اس ظلم کے خلاف اپنی جنگ شروع کی اور جلد ہی بغداد کے ارد گرد کے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ مگر ابو عمر شہید ہو گئے اور اب قیادت کے لیے ابو بکر البغدادی کا انتخاب کیا گیا۔ القاعدہ کی کامیابی کی بنیادی وجہ مظلوم لوگوں کا ان کے ساتھ شامل ہو جانا اور انتقامی جذبے کے ساتھ رافضی اور عراقی حکومت سے جنگ کرنا تھی۔ ابو بکر البغدادی کے دور میں عراق کا ۴۰ فیصد سے زائد حصہ القاعدہ کے قبضے میں آ گیا تھا۔

۲۰۱۰ میں عرب بہار کا آغاز ہوا۔ (اگرچہ اس کو بہار کہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی حبشی کو کافور کہہ دیا جائے۔ اتنا بڑا انسانی المیہ شاید ہی ہم نے پہلے دیکھا ہو تاریخ میں اس طرح کی مثالیں پڑھی ضرور ہیں)۔ اس کے اثرات شام پر پڑے اور شام میں عام بغاوت پھیل گئی اگرچہ ابتدا میں یہ ایک غیر مسلح عوامی احتجاج تھا مگر شامی حکومت کے تشدد کے بعد یہ عام بغاوت پھیل گئی اور اس میں القاعدہ، عرب ممالک کے حمایت یافتہ جنگجو، آزاد شامی فوج (جو شامی افواج سے منحرف ہوئے تھے) اور سیکولر گروپس شامل تھے۔ ان سب کی جدوجہد نے بشار حکومت کو اس حد تک پسپا کر دیا کہ وہ دمشق اور اس کے آس پاس کے علاوہ کسی جگہ پر باقاعدہ کنٹرول نہیں رکھتی تھی۔ دمشق میں بھی حال یہ تھا کہ غوطہ اور یرموک جہادیوں کے قبضے میں تھے۔ یعنی دمشق ہر وقت خطرے میں تھا۔ ۲۰۱۳ شروع ہو چکا تھا۔ یہاں سے وہ کھیل شروع ہوا جس نے نہ صرف عراق و شام بلکہ پوری دنیا میں جہادی قوتوں کو ایسا نقصان پہنچایا جو کسی بھی دشمن کے ذریعے ممکن نہیں ہو سکا۔ ایک تو یہ ہوا کہ القاعدہ فی العراق' جو اب دولۃ اسلامیہ عراق والشام (داعش) بن چکی تھی نے خلافت کا اعلان کر دیا۔ دوسرا یہ ہوا کہ اس خلافت کے لیے بیعت لینے کی بھی سرگرمیاں شروع ہو گئیں تیسرا یہ ہوا کہ جو مجاہدین بیعت نہیں کر رہے تھے ان کے خلاف لڑائی کی گئی اور ان کی توجہ دشمن سے ہٹادی گئی۔ اس توجہ ہٹنے کا ثمرہ شام کی شکستیں ہیں۔

بنظر غائر دیکھا جائے تو داعش ایک مخصوص حکمت عملی کے تحت چل رہی تھی اور اس کے اقدامات زیادہ تر مفروضات پر مبنی تھے۔

داعش کا پہلا مفروضہ یہ تھا کہ وہ ایک شرعی خلافت ہیں جن کی بیعت امت پر واجب ہے۔ حالانکہ وہ نہ تو شرعی طور پر خلافت قائم کرنے کے مکلف تھے نہ ہی اس وقت امت کے سامنے خلافت قائم کرنے کا سوال تھا بلکہ امت پر مختلف جانب سے ہونے والے حملوں اور جارحیت سے دفاع کا کام اس وقت اہم ترین تھا۔ داعش نے اس جانب تو توجہ ہی نہیں کی اُلٹا بیعتِ خلافت کے نام سے امت میں مزید انتشار کا باعث بن گئی۔

دوسرا مفروضہ یہ تھا کہ جو ان کی بیعت میں نہیں ہے اس سے قتال کرنا بھی واجب ہے۔ یہ فساد کی اصل جڑ تھی داعش اس بات کو سمجھنے میں ناکام رہی کہ امت چند جہادی فکر کے لوگوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تمام مسلمانوں پر مشتمل ہے اور ہر ایک اس طرح بیعت میں داخل نہیں ہو سکتا کہ اس کے تحفظ کے لیے داعش کوئی اقدام بھی نہ کرے مگر داعش کی اطاعت اس پر واجب ہو جائے۔ ظاہر ہے اس مفروضہ کی بنیاد پر جب شام اور افغانستان میں قتال شروع ہوا تو مسلمان آبادی کی اکثریت ان کے خلاف ہو گئی۔

داعش کا تیسرا مفروضہ یہ تھا کہ جیسے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سارے محاذ کھول کر کامیابی حاصل کر لی تھی اسی طرح ابو بکر البغدادی کی قیادت میں وہ بھی ایسا ہی کر لیں گے۔ اس مفروضے کی بنیاد پر انہوں نے ہر ایک سے ہی قتال شروع کر دیا چاہے وہ روافض ہوں یا ان کی بیعت سے باہر مسلمان ہوں۔ داعش والے بھول گئے کہ سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ اور ابو بکر بغدادی میں کتنا زیادہ فرق ہے ایمان اور تقویٰ کے لحاظ سے بھی اور سیاسی سمجھ بوجھ کے حساب سے بھی دونوں کے ساتھیوں میں بھی ایسا ہی فرق موجود تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قتال مسلمانوں کو ایک مرکز پر لایا مگر داعش کا قتال مسلمانوں میں مزید انتشار کا باعث بن گیا۔

داعش کا چوتھا مفروضہ یہ تھا کہ کیونکہ وہ ایک شرعی خلافت ہیں اس لیے اب دنیا کے تمام مسلمان ممالک ان کے سامنے غیر مشروط طور پر تسلیم ہو جائیں ورنہ ان کے حملوں کے لیے تیار رہیں۔ اس کا نتیجہ ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ نہ تو داعش اپنے مرکز کو کنٹرول میں رکھ سکی اور نہ ہی علاقائی گروپس اتنی طاقت حاصل کر سکے کہ وہ فیصلہ کن قوت بن جائیں۔

داعش کا پانچواں مفروضہ یہ تھا کہ ہر وہ شخص جو غیر مسلم نظام کے تحت زندگی گزار رہا ہے اس سے حربی کا سلوک کیا جائے گا۔ یہاں داعش نے جبر اور مجبوری کا عذر فراموش کر دیا۔ غیر حربیوں پر داعش کے حملے ہوتے رہے اور اس کو داعش فخریہ اپنے مختلف فورمز پر بیان بھی کرتی رہی۔ حالانکہ اسلام کا حکم اتنا واضح ہے کہ غیر حربی کو قتل نہیں کیا جا سکتا اور اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو نصف دیت ادا کی جائے گی۔ اور وہ بھی غیر حربی ہے جو ہتھیار اٹھا کر سامنے آیا مگر اس نے اپنے ہتھیار کو رکھ دیا اور لڑائی نہیں کی۔ اس حد تک احتیاط کے باوجود داعش کا نکتہ نظر ناقابل فہم ہے کہ وہ کس بنیاد پر سب کو ایک ہی نظر سے دیکھتے رہے۔

مندرجہ بالا مفروضات نے داعش کو مجبور کیا کہ وہ عراق اور شام سے آگے پھیل کر اپنی حکومت کو بڑھائیں اور تمام مسلم دنیا پر اقتدار حاصل کریں۔ افغانستان، مصر، نائیجیریا، یمن وغیرہ میں ان کی شاخیں اور مقامی گروہوں کی ان سے بیعت دراصل اسی جانب پیش قدمی تھی مگر ہوا یہ کہ ہر جگہ پر داعش کی سخت گیری اور غیر لچکدار رویے نے جہاد کو نقصان پہنچایا اور جدوجہد کو قریب قریب صفر کی سطح پر پہنچا دیا۔ یہ ایک بڑی بدقسمتی تھی کہ دین کی وہ تعبیریں داعش کی جانب سے پیش کی گئیں جو خالص خارجی نکتہ نظر سے کی گئیں تھیں۔ عملی طور پر داعش سوائے انتشار پھیلانے کے اور کچھ نہیں کر رہی تھی۔

داعش کا عراق میں قائم ہونا اور شام میں مداخلت کرنا اس حد تک تو جائز تھا کہ وہ شام میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے آئے تھے۔ مگر شام میں موجود مجاہدین سے مسلسل اختلافات، آخر کار علیحدگی اور آپس میں لڑائی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ داعش اب بھی اسی پرانے طریقہ کار کو کارآمد سمجھتی تھی جو قریب قریب تمام جہادی گروہ ترک کر چکے تھے۔ اکثر جہادی گروہ القاعدہ کی کمان میں ضرور تھے مگر مقامی حکمت عملی کے لیے وہ آزاد تھے اور زمینی صورتحال کے مطابق فیصلے کرتے تھے، ان فیصلوں کو القاعدہ سیاسی فوائد کے حصول کے لیے استعمال کرتی تھی اور تمام کام ایک مربوط حکمت عملی کے تحت انجام پاتا تھا۔ (یہاں موقع نہیں ہے ورنہ اس کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں)۔ داعش نے اس طریقہ کار کو بدل کر مرکزی حکمت عملی کی پالیسی بنائی اور ہر جگہ اسی کو چلانے کی کوشش کی۔ شام میں عراق سے درامد شدہ پالیسی کی پہلی مخالفت خود داعش کے شامی سپہ سالار ابو محمد الجولانی نے کی تھی اس پالیسی میں سوائے اور مسلمانوں کے باقی سب سے تعاون لینے سے انکار کرنا شامل تھا مگر شام کی صورتحال اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہاں موجود سیکولر گروپس سے تعاون ختم کر دیا جائے۔ خصوصی طور پر اس وقت جب سیکولر کسی بھی وقت امریکی کیمپ میں جانے کے لیے تیار تھے اور امریکہ کو موقع چاہیے تھا کہ وہ اپنی زمینی افواج کو شام میں اتار کر صورتحال پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری جانب فری سیرین آرمی کے لوگ اتنی طاقتور پوزیشن میں نہیں تھے کہ وہ جہادیوں کے تعاون کے بغیر اپنے علاقوں پر قبضہ برقرار رکھ سکتے مگر ان کا امریکی کیمپ میں جانا اس کھیل کو اور پیچیدہ بنا دیتے اور امریکی مداخلت کا راستہ ہموار کر دیتے۔ امریکیوں نے فری سیرین آرمی کے دستوں کو کچھ عرصہ تربیت بھی دی تھی مگر یہ پروگرام اس قدر غیر موثر تھا کہ اس کو بند کرنا پڑا۔ سو داعش کا یہ موقف کہ فری سیرین آرمی اور سیکولر گروپس کو غیر مسلم یا مرتد قرار دے کر اُن سے لڑا جائے انتہا پسندانہ تھا اور اس کا کوئی موقع بھی نہ تھا۔ جب جہادی شوریٰ میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو داعش نے اپنے موقف کی تائید نہ ہونے پر شوریٰ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس سے جہادی گروہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ اس سے پہلے حلب پر حملہ کرنے والے مجاہدین میں داعش کے لوگ بھی شامل تھے اور عین اس وقت جب وہ حملہ کر چکے تھے ان کو واپس بلا لیا گیا۔ جب ان کو واپسی سے روکا گیا تو لڑائی ہو گئی اور اس میں داعش کے لوگ بھی مارے گئے۔ اس کے دو ماہ بعد شوریٰ نے جو فیصلے کیے ان پر داعش کا ردعمل احمقانہ تھا۔ وہ تنہا ہو گئے اور اس تنہائی کو انہوں نے اپنے حق پر ہونے کی دلیل سمجھا۔ اس تنہائی نے ان کو مزید انتہا پسندی کی جانب مائل کیا اور ان پر وہ عناصر غالب آ گئے جو واضح خارجی فکر کے حامل تھے۔

اسی دوران میں داعش نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور اس کی بیعت لینا شروع کر دی۔ یہ دوسری حماقت تھی۔ ابھی تک ساری توجہ اس بات پر تھی کہ مسلم سرزمینوں پر کفار کے قبضے کو ختم کیا جائے اور اس مقصد کے لیے جنگ کا اندازیہ تھا کہ جنگ جیتنے کی بجائے دشمن کے وسائل کو اس حد تک ختم کر دیا جائے کہ وہ اپنے وسائل کی کمی کے باعث خود ہی ہار ماننے پر مجبور ہو جائے۔ اسی وجہ سے القاعدہ کی پالیسی یہ تھی کہ وہ جنگ کے اختتام کی بجائے مرحلہ وار جنگ کو پھیلاتی جا رہی تھی۔ افغانستان میں امریکی حملے کے بعد عراق پر امریکی اور برطانوی حملہ ایک بونس تھا جس کو القاعدہ نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے کامیابی سے استعمال کیا۔ اس کامیابی میں پہلا رخنہ تب آیا جب داعش نے القاعدہ سے علیحدہ ہو کر اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اس سے جہادی گروہ ایک ذہنی ابتلاء کا شکار ہو گئے۔ ایک گروہ کے نزدیک خلافت کے قیام کے بعد اس کی بیعت سے باہر رہنا ناجائز تھا۔ دوسرا

گروہ اس خلافت کو تسلیم ہی نہیں کر رہا تھا کیونکہ یہ ایک علاقے پر قائم کی گئی خلافت تھی جس کا پھیلاؤ موجودہ حالات میں ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہ اس اعلان کو غیر ضروری اور قبل از وقت سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں ایک اور خدشہ بھی پایا جا رہا تھا، تہذیبوں کے ٹکراؤ کے سارے دور میں ابھی تک مسلمان ممالک یا جہادیوں نے خلافت ماڈل پیش نہیں کیا تھا نہ ہی ابھی تک یہ کسی بھی طرح عملی طور پر نافذ کیا جانا ممکن نہیں تھا۔ مگر داعش کی خلافت ایک ڈراؤنا خواب بن گئی نہ صرف مغرب اور امریکہ کے لیے بلکہ خود جہادی فکر والے لوگ یا مسلمان جو اپنے گھروں میں انتظار کر رہے تھے ان سب کے لیے بھی۔

داعش نے اسلام کو اس برے طریقے سے مسخ کر کے پیش کیا کہ اس کی ہر ممکن توجیہ ناممکن ہوگئی۔ ہر وہ مسلمان جو ہجرت نہیں کر سکتا اور خلافت کی اطاعت میں نہیں آتا وہ دشمن قرار دے دیا گیا۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی طرح اختلاف کی جرأت کرتا تھا وہ مرتد قرار پاتا تھا۔ اپنی قوت کے غلط اندازے اور اسلامی حکومت کی غلط تعبیروں کے بعد داعش نے ساری دنیا کے خلاف جنگ مول لی اور کوئی ایسا نہیں رہا جس کے ساتھ ان کی جھڑپیں نہ ہوئی ہوں۔

مندرجہ بالا طریقہ کار کا فائدہ تب ہوتا جب ایک مرکزی حکومت اور دارالخلافہ قائم کیے بغیر اپنے ماتحت گروہوں کو حکمت عملی میں آزاد چھوڑ دیا جاتا تاکہ وہ مقامی طور پر جنگ یا صلح کرنے کے فیصلے کر سکیں۔ مگر مرکزی حکومت کے قیام نے داعش کی جہت ہی تبدیل کر دی تھی اب وہ اس حکومت کے تحت اپنی اسلامی تعبیرات کو پوری دنیا پر غالب کرنا چاہتے تھے۔ ان کا سب سے پہلا مطالبہ ان جہادیوں سے بیعت ہونے کا تھا جو دنیا کے مختلف مقامات پر مغربی سامراج کو پھنسائے بیٹھے تھے۔ اس صورتحال میں جہادیوں میں دو گروہ ہوگئے۔ ایک نے بیعت کر کے داعش میں شمولیت اختیار کر لی اور دوسرے نے انکار کر دیا۔ اب جو لوگ داعش کی بیعت کر چکے تھے ان کے لیے مرکز کے احکامات کے تحت اپنے پرانے ساتھیوں سے لڑنا ناگزیر ہوگیا۔ یہ لڑائیاں شمالی اور وسطی افریقہ سے لے کر افغانستان اور کشمیر تک شاید ہر جگہ پر ہوئیں۔ ان لڑائیوں میں داعش کو فتح ہو یا دوسروں کو مگر ان کا واضح نتیجہ شام میں جہادیوں کی شکست کی صورت میں نکلا اور یہ شکست اس لیے نہیں ہوئی کہ روس بہت طاقتور تھا یا امریکی شام میں جہادیوں کی شکست کے لیے سازشیں کر رہے تھے بلکہ یہ داعش کے نفرت انگیز کردار کی وجہ سے ہوئی۔ داعش نے ہر اس جگہ اور ہر اس گروہ سے لڑائی کی جہاں اور جس سے نہیں لڑنا چاہیے تھا جبکہ ہر اس جگہ اور گروہ کو چھوڑ دیا جس سے لڑنا چاہیے تھا (گولان کی پہاڑیوں پر جزوی قبضے کے بعد اسرائیل پر حملہ کرنا داعش کے لیے ممکن ہوگیا تھا مگر داعش کی ایک جھڑپ کے علاوہ اسرائیل پر حملے کی کوئی خبر نہیں ملتی اس حملے کے متعلق عالمی میڈیا میں رپورٹ ہوا کہ داعش نے اس حملے پر اسرائیل سے معذرت کی تھی چونکہ عالمی میڈیا بھی اس جنگ میں ایک اہم فریق ہے اس لیے اس کی خبر کی اہمیت افواہ سے زیادہ نہیں ہے)۔ اس کی واضح مثال غوطہ کی ہے جہاں یرموک سے داعش کے عقب سے حملے کی صورت میں بشار اور روس کی افواج کو پسپا ہونا پڑتا جبکہ اس صورت میں داعش اور دیگر مجاہدین گروہوں کے درمیان تعاون کی کوئی صورت بھی نکل آتی مگر داعش نے نہ صرف غوطہ کو جہادیوں کے ہاتھ سے نکلوایا بلکہ خود بھی یرموک سے تسلیم ہو کر نکلے حالانکہ ان دونوں مقامات کو بچایا جا سکتا تھا۔ یہ ایک مثال ہے ورنہ ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں۔

افغانستان میں داعش کو متعارف کرانے والے ازبک تھے۔ وہ ایک عرصہ سے ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کی خبر دے رہے تھے مگر طالبان کی جانب سے مسلسل خاموشی رہی۔ ان حالات میں جب عراق میں دولۃ اسلامیہ کا قیام ہوا اور انہوں نے اپنی خلافت کی دعوت دی تو ازبکوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اس انتشار کو روکنے کے لیے ازبک مجاہدین کو نرمی اور سختی سے سمجھانے کی کوشش ہوئی مگر اس کا نتیجہ لڑائی کی صورت میں نکلا اس کے بعد ازبک مجاہدین نے افغانستان میں "دولۃ اسلامیہ" کی بنیاد رکھی۔ خود طالبان میں سے منصور داداللہ ازبکوں کی حمایت میں تھے مگر طالبان اپنی صف بندی میں کسی بھی قسم کا انتشار کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ تحریک طالبان پاکستان کا ایک گروہ ٹوٹ کر دولۃ اسلامیہ میں تبدیل ہوگیا۔ یہ دولۃ اسلامیہ کی خراسان شاخ تھی جس کے تحت پورا جنوبی ایشیا بھی آتا تھا۔ اسی دوران میں برما میں مجاہدین کی ضرورت پڑی مگر یہ حیرت کی بات ہے کہ فلپائن اور تھائی لینڈ میں دولۃ اسلامیہ اپنی موجودگی رکھنے کے باوجود نہ تو برما کے مسلمانوں کی مدد کو پہنچی نہ ہی اس سلسلے میں اس نے کوئی قابل ذکر کارروائی کی چند لوگوں نے اپنے طور پر جو ضرور وہاں جانے کی کوشش کی مگر یہ دولت اسلامیہ کی سرکاری پالیسی نہیں تھی۔

حالیہ واقعات میں دولۃ اسلامیہ کا افغانستان میں طالبان سے ٹکراؤ اور اس کے بعد افغان حکومت کے سامنے سرنڈر ہونا کہانی کو اور واضح کرتا ہے۔ کچھ لوگ الزام لگاتے ہیں کہ دراصل دولۃ اسلامیہ کے قیام میں امریکہ اور اسرائیل شریک تھے اس سے قبل ابو مصعب الزرقاوی شہیدؒ اور ابو عمر البغدادی شہیدؒ کسی طرح بھی القاعدہ سے الگ ہونے کے لیے راضی نہیں ہوئے حالانکہ اس وقت عرب حکومتیں ان کو امداد بھی دے رہی تھیں مگر عرب ان کو ایران کے خلاف پراکسی کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔ القاعدہ کی پالیسی میں ایران کے خلاف جنگ کو شاید اگلے مرحلے پر رکھا گیا ہے جبکہ عرب حکومتیں ایران سے سب سے زیادہ خوفزدہ ہیں۔ (موجودہ صورتحال تو یوں ہے کہ اگر ایران نے شام کی حکومت کو قابو میں رکھا اور عراق میں داعش کا خاتمہ ہوگیا تو عرب حکمران ایران کے سامنے ناک کے بل لیٹ جائیں گے۔) ابو بکر البغدادی کی قیادت میں داعش کا قیام اور پھر اس کا خلافت میں تبدیل کیا جانا ایک منصوبے کے تحت تھا اور اس منصوبے کا مقصد مجاہدین کی شکل کو دنیا کے سامنے بھیانک طور پر پیش کرنا جبکہ اسلامی نظام کو ایک بالکل غیر انسانی شکل میں پیش کرنا جس میں کسی طرح سے نرمی اور شفقت کی

گنجائش نہ ہو، جہاں کسی طرح اختلاف رائے کو برداشت نہ کیا جاتا ہو، جہاں صرف جبر اور سزا کو ہی اسلام سمجھا جاتا ہو۔ ذرا داعش کی خلافت پر ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا ایسا ہی نہیں ہوا۔ القاعدہ اور مجاہدین سے عالم اسلام محبت کرتا تھا مگر ایک دم سے القاعدہ کو پوری دنیا کے میڈیا نے پس منظر میں دھکیل کر داعش پر توجہ مرکوز کر دی اور ان کے ہر اقدام کو اسلام بنا کر پیش کیا جو درحقیقت اسلام کا وہ تصور تھا جو خوارج پیش کرتے تھے اور جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حقیقت حال کو سمجھتے تھے وہ تو متزلزل نہیں ہوئے لیکن عام آدمی جس کو اصل حقیقت معلوم نہیں تھی اس کے نزدیک مجاہدین کا تصور وہی بنا جو دکھایا جا رہا تھا۔ مجرمین کی گردن اڑانا جائز مگر اس ویڈیو کو پوری دنیا میں پھیلانا کسی طرح جائز نہیں تھا۔ اسلام کے نام پر جو جبر روا رکھا گیا وہ خود مسلمانوں کو متنفر کرنے کا باعث بنا۔ ایک جنگی ماحول میں جہاں حدود کو بھی ساقط کر دیا جاتا ہے وہاں ایسے حدود و تعزیرات نافذ کی گئیں جیسے پوری دنیا میں خلافت کا غلبہ ہو چکا ہے۔ اس کا نتیجہ عام آدمی کی جہادیوں سے نفرت کی صورت میں سامنے آیا اور یہی وہ اصل نقصان ہے جو داعش نے اسلام کو پہنچایا۔ اپنے علاوہ کوئی گروہ یا جماعت ایسی نہیں تھی جس پر داعش نے کفر اور ارتداد کا فتویٰ نہ لگایا ہو (یہ کم از کم سطح کے فتوے تھے۔ ورنہ ہر غیر داعشی واجب القتل ضرور تھا اب تو خیر داعش کی مرکزی قیادت بھی اپنوں کے ہاتھوں کفر کے فتووں کا شکار ہے داعش کا حازمی گروپ جس سے داعش کو خود لڑنا پڑا سب کو ہی کافر قرار دے رہا ہے۔ داعش جس راستے پر چل رہی تھی اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے جہادیوں کے ساتھ جن اصولی مناظروں سے داعش والے بھاگتے رہے اور اپنے موقف کو حق قرار دیتے رہے آج وہی مناظرے ان کو حازمیوں کے ساتھ کرنے پڑ رہے ہیں)۔ تکفیر مسلم جو نہایت حساس موضوع ہے اور بڑے بڑے علماء اس کو چھیڑتے ہوئے ڈرتے ہیں وہ عام لونڈوں وں کا کھیل بنا دیا گیا اور جو چاہتا ہے وہ دوسروں کو کافر قرار دینے کی مہم شروع کر دیتا ہے اس رویے نے امت کو صرف داعش سے نہیں بلکہ جہادیوں سے بھی متنفر کر دیا کیونکہ جہادی داعش کے کفر کے الزامات کے جواب میں داعش کو خوارج قرار دے رہے تھے۔ مگر اصل نقصان اس امت کو ہوا۔

پہلے داعش نے امت کو ہی کافر قرار دے کر ان کی جانب اپنی بندوقوں کا رخ موڑ دیا۔ کفر سے تو وہ کیا لڑتے چند معرکوں کے علاوہ ان کی ساری جنگ امت مسلمہ کے خلاف رہی اور شام کے بعد افغانستان میں انہوں نے طالبان اور القاعدہ کے جاتے ہوئے کھیل کو ہار میں بدلنے کی کوشش بھی کر ڈالی۔ وہ تو خیر اللہ کی جانب سے یہ ہوئی کہ افغانستان پر طالبان کی گرفت مضبوط ہے ورنہ یہاں بھی شام والی کہانی دہرانے کے انتظامات مکمل تھے۔ طالبان کا داعش کے خلاف آپریشن اور داعش کے لوگوں کا افغان حکومت کے سامنے تسلیم ہونا بہت کچھ واضح کر رہا ہے اور یہ بات کھل رہی ہے کہ داعش در اصل امریکی ایما پر قائم ہوئی اور اس کے مقاصد جتنے بھی نیک رہے ہوں، یہ امریکہ کے اسی ڈس انفارمیشن کے منصوبے پر دانستہ یا نادانستہ عمل پیرا رہی جس کے تحت اسلام اور مجاہدین کی ایک نہایت گھناؤنی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنا مقصد تھا۔ مغرب اس میں کامیاب رہا کہ مسلم دنیا کو بھی جہادیوں سے متنفر کر دے۔ داعش کے لوگ عقل کے اندھے ثابت ہوئے اور اس چال کو سمجھنے کی بجائے اسی کو حقیقی سمجھ بیٹھے۔

ایک اور نقصان جو داعش نے پہنچایا وہ ہر مسئلے کا حل لڑائی میں تلاش کرنا تھا۔ اس سے کسی بھی مسئلے کا سیاسی حل تلاش کرنا ممکن نہیں رہا۔ اگرچہ یہ نقصان عارضی ہے مگر اس کے نتائج شاید لمبے عرصے تک آتے رہیں گے۔ داعش کے پورٹ فولیو پر سوائے جنگ کے کوئی طریقہ نہیں جس کو استعمال کیا جا سکے۔ حالانکہ سیاسی طریقہ کار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور سیرت سے سبق بھی یہی ملتا ہے کہ جہاں کام صلح صفائی سے نکلتا ہو وہاں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال صلح حدیبیہ کی ہے جہاں چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین موت پر بیعت کر چکے تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لڑائی کے لیے تیار تھے مگر جیسے ہی صلح کی بات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لڑنے پر ترجیح دی اور بظاہر دب کر صلح بھی کر لی۔ بعد میں اس کے نتائج نے واضح کیا کہ یہ صلح در اصل مسلمانوں کی عظیم فتح تھی۔ مگر داعش نے جہاد کو صرف جنگ کے مطلب میں سمجھ لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں داعش نے مختلف سیاسی مواقع ضائع کیے وہاں داعش کے رویے کی وجہ سے دیگر جہادیوں کو بھی انتہائی اہم مواقع پر سیاسی حل سے محروم ہونا پڑا۔ یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ کئی مواقع پر سیاسی حل ایسا نکل رہا تھا کہ اس سے جہاد اور مسلمان امت کو فوائد حاصل ہوتے مگر قتال کی طمع میں ان مواقع کو ضائع کر دیا گیا یا کرنا پڑا کیونکہ داعش کا خطرہ ہر وقت موجود تھا۔

افغانستان میں داعش کی موجودگی نہ صرف ارد گرد کی حکومتوں کے لیے بلکہ خود طالبان اور القاعدہ کے لیے ڈراؤنا خواب ہے۔ کشمیر میں بھارت کے مظالم اور ان پر عالمی برادری کی خاموشی (اگرچہ کفن چوروں کی کوئی برادری نہیں ہوتی مفادات ہوتے ہیں) داعش کے عراقی اور شامی کردار کی وجہ سے ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اسرائیل کے پاس بیٹھ کر اسرائیل کو الجھانے کی بجائے اپنے ہی بھائیوں کو الجھانے کی پالیسی اور غیر لچکدار رویہ اپنایا گیا جس کی مثال سوائے خوارج کے کہیں نہیں ملتی۔ ان کے نزدیک بھی ان کے علاوہ سب کافر تھے اور واجب القتل تھے چاہے وہ حربی ہوں یا غیر حربی۔ یہ رویہ کسی صورت بھی قابل برداشت نہیں تھا۔ اس رویے سے عالم اسلام نہ صرف داعش بلکہ جہادیوں سے ہی متنفر ہو گیا کیونکہ ان کو جو دکھایا اور سنایا جا رہا تھا اس میں اسلام کی تنفیذ کا طریقہ کار داعش والا تھا اس کو وہ لینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ القاعدہ کی لچکدار پالیسی اور بر وقت سیاسی فیصلہ کر کے جنگ کو سیاسی ہتھیار کے طور پر اپنانے کی پالیسی مل کر ایک ناقابل شکست حکمت عملی

کی شکل اختیار کر گئی تھیں جس میں اہمیت ان اجتماعی فوائد کی تھی جو مستقبل میں امت کو حاصل ہونے والے تھے اور شاید جلد ہی حاصل ہو بھی جاتے مگر داعش کی احمقانہ حکمت عملی اور جلد بازی نے کھیل کو بہت لمبا کر دیا ہے اب نہ صرف امت کو دوبارہ جہادی منہج کے لیے تیار کرنا آسان نہیں ہو گا بلکہ جہادی گروہ شاید اب اپنوں میں اجنبی بن جائیں گے۔عام آدمی تو در کنار علماء بھی اس نہج پر جا چکے ہیں کہ جہاد کی حمایت خال خال ہی نظر آتی ہے وہ بھی بند کمروں میں ہے نہ کہ عام مجلسوں میں اور اس سب کی بنیادی وجہ داعش کا انتہاپسندانہ رویہ بنا ہے۔

افغانستان میں داعش اتنی مضبوط نہیں ہے نہ ہی اس کا کوئی خاص اثر ہے۔نہ اس کے لوگ عراق کے مظالم کو بھگت کر اٹھے ہیں اس لیے یہاں ان پر قابو پانا آسان ہو گا (ایک آپریشن ہو چکا مگر داعش کو مکمل ختم کرنا ممکن نہیں ہوا صرف ان کا زور ٹوٹا ہے)۔مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ داعش کو ختم کرنا امریکی مفاد میں نہیں ہے۔ایک مقامی گوریلا قوت جو امریکی کنٹرول میں تو نہیں ہے مگر وہ امریکہ کے دشمن کو الجھا کر رکھے ہوئے ہے خاصی موثر امداد بن جاتی ہے چاہے خود وہ غیر اہم ہی ہو۔داعش افغانستان میں ایسے ہی کردار میں نظر آ رہی ہے۔ظاہر ہے یہ افغان مسئلے کو مزید پیچیدہ کر رہی ہے۔

عوامی سطح پر داعش کے حملے جیسے پاکستان میں سیہون کا حملہ اور سراج رئیسانی کے قتل میں بے گناہ انسانوں کا مارا جانا،داعش اور جہاد دونوں کے لیے یکساں نقصان دہ رہا ہے اور اس کی حمایت سوائے داعش کے انتہا پسند عنصر کے کسی نے نہیں کی۔نہ اس طرح کے حملوں کی حمایت کی جا سکتی ہے۔سکیورٹی فورسز کے ساتھ جنگ میں عوامی حمایت بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے جو حقیقت میں داعش کو کبھی حاصل نہیں رہی۔ الٹا اعش کے اقدامات کی وجہ سے دیگر جہادی گروہ بھی عوامی حمایت سے محروم ہو رہے ہیں اور ان کی حمایت میں واضح حد تک کمی آ رہی ہے۔یہاں الٹا معاملہ یہ ہے کہ عام لوگ اس نظام سے بھی اسی قدر تنگ ہیں مگر وہ اس تصور کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو داعش نے دیا ہے اور داعش کا چہرہ تمام ہی جہادیوں کا چہرہ بنا دیا گیا ہے۔ظاہر ہے ایک جبر سے نکل کر دوسرے جبر میں جانا کسی کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ داعش کی سیاسی سمجھ بوجھ کسی گنتی میں ہے ہی نہیں،نہ یہ ان کے پاس زیر غور آپشن ہے۔سو اس قسم کے تصور کو عام لوگ قبول نہیں کر سکتے جہاں ان کے لیے سوائے گھٹن کے کچھ نہ ہو۔اظہار رائے پر پابندی میں مقامی حکومتیں اور داعش یکساں ہیں۔حکومتیں سرکاری طور پر اس کو قبول نہیں کرتیں جب کہ داعش کھلے عام اس کو قبول کرتی ہے۔اس سارے کھیل میں نقصان ان لوگوں کا ہوا ہے جو اسلامی حکومت کے قیام کی جانب بڑھتے ہوئے اچانک رک گئے یا روک دیے گئے۔فوری طور پر آگے جانے کا راستہ نہیں ہے اور نہ ہی اس وقت یہ ممکن ہے اس کی بجائے دوبارہ سے دعوتی منہج پر جہاد کا کام کرنا ضروری ہو گیا ہے تا کہ لوگوں کو حقائق سمجھائے جا سکیں مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اب جہاد پر بات کرنا بھی جرم ہے اور اس کا نتیجہ ایسی گمشدگی بھی ہو سکتا ہے جو کبھی ختم نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

بقیہ:عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ

27اکتوبر:مغربی حلب میں جمیعۃ الزہرۃ کے محاذ پر آپریشن وحرض المؤمنین کے تحت دو بشاری سنائپر کے وار سے ڈھیر کر دیے گئے۔

28 اکتوبر:عملیات وحرض المؤمنین کے جنوبی حلب اور اللاذقیہ میں رافضی افواج پر کائیو تاشا میزائلوں اور مارٹر کے گولوں سے بمباری کی گئی۔

29اکتوبر:حلب جمیعۃ الزھرۃ کے محاذ پر ایک رافضی فوجی مجاہد سنائپر کا نشانہ بن گیا۔

24اکتوبر:آپریشن وحرض المؤمنین کے تحت مجاہدین نے جنوبی حلب کے محاذ پر میزائل کے ذریعے بشاری فوج کے ٹرک تباہ کر دیے۔

یکم نومبر:مغربی حلب کے علاقے حریتۃ میں نصیری کفار کی فوجوں پر مارٹر کے گولوں سے بمباری کی جس سے دشمن سخت جانی نقصان سے دوچار ہوا۔

ادلب کے گاؤں ابو قمیس میں مجاہدین نے رافضی بیس پر حملہ کر کے 10 بشاری فوجی قتل کر دیے اور اڈے پر مکمل قبضہ کر لیا۔

سھل الغاب کے علاقے المشاریع میں میں مجاہدین نے دشمن کی ٹھکانوں پر مارٹر کے گولوں اور میزائلوں سے بمباری کی۔

مشرقی الذہبیۃ میں انصار التوحید کے مجاہدین نے بھی رافضی فوجوں کے ٹھکانوں پر بمباری کر کے دشمن کو سخت ہزیمت سے دوچار کیا۔

3نومبر:اللاذقیہ کے علاقے سھل الغاب میں نصیری فوج کو کئی اطراف سے میزائلوں اور مارٹر کے گولوں سے نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں دشمن کے شدید جانی نقصانات کی تصدیق بھی ہوئی ہے۔مجاہدین نے اس بمباری کو جرجناز اور دیگر علاقوں میں اہلسنت پر حملوں کا انتقام قرار دیا ہے۔

6نومبر:جورین میں نصیری فوج کے اڈے کو بھاری میزائلوں سے نشانہ بنایا گیا۔جس کے نتیجے میں کفار کا کرنل سالم ادیب سلوم مارا گیا اور 4 سپاہی زخمی ہو گئے۔

کینیا:

16 اکتوبر:ماندیرا کے علاقے فینو میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکوں سے صلیبی فوج کی دو بکتر بند گاڑیاں تباہ کر دیں اور ان میں سوار اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆☆☆☆☆

عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ

سعود میمن

صومالیہ:

11 اکتوبر: اسلامی صوبے جوبا کے شہر ساکو میں شرعی عدالت نے کینیا اور صومالیہ کے 5 جواسیس پر اللہ کا حکم نافذ کر دیا۔

ولایہ شبیلي السفلی کے شہر مھداي میں سرکاری فوج کے مرکز پر حرکۃ الشباب المجاہدین کے تعارض میں دو اہلکار مارے گئے اور اسلحے کا ذخیرہ غنیمت ہوا۔

14 اکتوبر: شبیلي السفلی کے شہر مرکا میں صومالی صدر محمد فرماجو کی آمد کے موقع پر مجاہدین نے دشمن پر بڑا تعارض کیا، جس کے نتیجے درجنوں مقامی اور غاصب ملک برونڈی کے 6 اور یوگنڈا کے 15 فوجی مارے گئے۔ مجاہدین نے ایک عدد پی کے ایم اور راکٹ کا گولہ بھی بطور غنیمت حاصل کیے۔ اسی اثناء میں امریکی طیاروں نے بھی علاقے میں مجاہدین کے خلاف بمباری کا آغاز کیا، مگر اللہ کی مدد و نصرت سے اس بمباری کی زد میں آکر 9 مزید صومالی فوجی مارے گئے۔

ولایہ باي وبکول کے شہر بیدواو کے علاقے دینوناي میں مجاہدین نے دشمن کے اڈے پر تعارض کر کے 9 اہلکار ہلاک کر دیے۔

16 اکتوبر: ولایہ شبیلي السفلی کے شہر جوھر میں صدارتی محل کے فوجی چیک پوسٹ پر مجاہدین نے ایک اہلکار کو قتل کر دیا۔

18 اکتوبر: بوصاصو شہر سے 100 کلم جنوب مغرب میں واقع قصبے اَف اُرر میں مجاہدین کا پنٹ لینڈ کی افواج پر تعارض، درجنوں سپاہی مارے گئے۔

ولایہ ھیران کے شہروں بولوبردي اور ھلجن کے درمیانی راستے پر مجاہدین کی کمین میں ایتھوپیا اور جبوتی کے مشترکہ فوجی قافلے کی دو گاڑیاں سواروں سمیت تباہ اور تیسری کو جزوی نقصان پہنچا۔

یکم نومبر: صومالیہ کی مرتد فوج سے ایک جھڑپ میں سرزمین پاکستان سے تعلق رکھنے والے حرکۃ الشباب المجاہدین کے کمانڈر اور بارود کے ماہر استاد جام شہادت نوش کر گئے۔ (اسی طرح ملائیشیا کی کٹھ پتلی حکومت نے بھی القاعدہ کے دو مقامی انصار سمیت ایک پاکستانی، ایک مصری اور ایک عرب مجاہد کو گرفتار کرنے کا اعلان کیا)

4 نومبر: ولایہ شبیلي السفلی میں بلیدوقلي ائیر بیس میں موجود امریکی فوجی اڈے کے قریب مجاہدین نے بارودی سرنگ کا دھماکہ کر کے دشمن کی فوجی گاڑی تباہ کر دی۔ دھماکے کے نتیجے میں امریکی تربیت یافتہ خصوصی صومالی فوجی دستے کے 11 کمانڈوز مارے گئے۔

6 نومبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ھروا میں مجاہدین کی جانب سے بارودی سرنگ کے دو دھماکوں کے نتیجے میں افریقی یونین کے 3 اہلکار قتل اور 7 زخمی ہو گئے۔ جب کہ ان کی بکتر بند فوجی گاڑی تباہ ہو گئی۔

مقدیشو کے نواح میں تریدشی کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس افسر کو قتل کر دیا اور اس کے ہتھیار اور گاڑی غنیمت کر لیے۔

ولایہ شبیلي السفلی کے شہر مھداي کے علاقے میر تقوی میں سرکاری فوج کے ایک مورچے پر تعارض کے نتیجے میں 3 اہلکار مارے گئے۔ جبکہ ان کے ہتھیار غنیمت بنا لیے گئے۔

ولایہ باي وبکول میں مرتد حکومت کی طرف سے متعین کردہ بردالی شہر کے میئر کو مجاہدین نے بیدواو اور بردالی کے درمیانی راستے پر نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔

8 نومبر: ولایہ شبیلي السفلی کے شہر جوھر میں ائیرپورٹ کے قریب بارودی سرنگ کے دھماکے میں برونڈی کی افواج کی بکتر بند گاڑی تباہ اور تمام سوار ہلاک ہو گئے۔

مقدیشو کے نواحی علاقے میں سرکاری فوج پر بارودی سرنگ کا دھماکہ، کئی فوجی ہلاک ہوئے۔ جائے وقوعہ پر آنے والے اہلکاروں کو ایک اور دھماکے سے نشانہ بنایا گیا۔ جس کے نتیجے میں مزید کئی مرتدین قتل ہوئے۔

ولایہ شبیلي السفلی کے شہر ونلوین میں مجاہدین کی کمین کے نتیجے میں امریکی تربیت یافتہ سپیشل صومالی فورسز کو سپلائی مہیا کرنے والا افسر عبد علی ایک دیگر افسر کے ساتھ مارا گیا۔ جبکہ دیگر کئی زخمی ہوئے۔

مقدیشو میں سرکاری محل کے قریب بارودی سرنگ کے دھماکے میں پارلیمنٹ کا رکن عبدالولی محمد ابراہیم مارا گیا۔

شام:

13 اکتوبر: ترک طاغوت کی جانب سے اسلام اور جہادِ شام پر جدید حملے کے بعد تنظیم حراس الدین نے دیگر برادر مجموعات کے ہمراہ نصیری فوج کے خلاف وحرض المؤمنین کے نام سے کاروائیوں کا جدید سلسلہ شروع کیا۔ اس جدید آپریشن کا آغاز مجاہدین نے جورین اور سھل الغاب میں نصیری فوج کے مورچوں اور مراکز پر گولہ باری سے کیا۔ جس کے نتیجے میں بشاری فوج نے بذات خود اپنے 2 مقتولین تسلیم کیے۔ مجاہدین نے اس کاروائی کو حماۃ میں ہونے والی جدید بمباری کا بدلہ قرار دیا اور عملیات کے اس سلسلے کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔

(بقیہ صفحہ ۵۷ پر)

افغان باقی، کہسار باقی

عوام نے الیکشن سے بائیکاٹ کر کے امارت کے مؤقف کی عملی تائید کر دی

مصدر: امارت اسلامیہ کی اردو ویب سائٹ

چند روز قبل یعنی ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو استعمار اور اس کے کٹھ پتلیوں کی جانب سے پارلیمانی انتخابات کے عنوان سے وہ عملیہ سرانجام ہوا، جس کے لیے گذشتہ کئی ماہ سے وسیع پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ اس نام نہاد الیکشن کے حوالے سے امارت اسلامیہ نے اپنا مؤقف پہلے ہی اعلان کیا تھا۔ وہ یہ کہ استعمار کی موجودگی میں، ان کے براہ راست تسلط، زیر نگرانی اور اختیارات کے تحت، استعمار کی فنڈنگ، پروپیگنڈہ مہم، ان کے منصوبے اور پروگرام کی رو سے انتخابات کروانا کسی صورت میں بھی قابل اعتماد اور شفاف الیکشن نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ صرف فنڈنگ کرنیوالے غاصبوں کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا کر عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

افغان مؤمن عوام سے امارت اسلامیہ نے اپیل کی تھی کہ اس نام نہاد الیکشن کا مکمل بائیکاٹ اور اس میں شرکت نہ کرنے سے استعمار کو اپنے دینی اور ملی مؤقف کا عملی مظاہرہ دیکھا دے، تاکہ استعمار اور اس کے داخلی مزدور سمجھ جائے کہ اس ملک کی عوام کی اکثریت استعماری منصوبوں سے نفرت کرتی ہے اور کسی صورت میں ان کے پروجیکٹ میں شرکت نہیں کرتی۔

اپنے دینی اور ملی اقدار کے پابند اور وفادار افغان مسلمان اور مجاہد عوام استعمار کو دین اور مؤمن ملت کا دشمن سمجھتا ہے اور ان کی ہر سازش کو ملک اور عوام کے خلاف اور نقصان دہ سمجھتی ہے، عوام نے امارت اسلامیہ کے مطالبے کو لبیک کہتے ہوئے انتخابات کے جعلی منصوبے سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر دیا، حتی کہ پولنگ کے دن بہت کم تعداد میں صرف وہ لوگ پولنگ اسٹیشن میں نظر آرہے تھے، جو کٹھ پتلی انتظامیہ کے اہلکار، تنخواہ خور اور امیدواروں کے ایجنٹ تھے اور استعمار کی حامی میڈیا مجبور ہو کر عوامی شرکت کو کوریج دینے کی خاطر سابقہ اور جعلی تصاویر شائع کیں۔

مؤثق ترین محاسبے کی رو سے ملک کی ستر فیصد آبادی دیہی علاقوں پر مشتمل ہے، جنہوں نے الیکشن میں کسی طور پر بھی شرکت کی اور نہ ہی دیہاتی علاقوں میں کوئی پولنگ اسٹیشن قائم کیا گیا تھا، بہت سے صوبوں میں مجاہدین کی اثر رسوخ کی وجہ سے پولنگ اسٹیشن موجود نہ تھے۔ صرف دارالحکومت کابل شہر اور چند دیگر بڑے شہروں میں پولنگ اسٹیشن قائم کیے گئے تھے، ان میں عوام کی شرکت اتنی کم رہی کہ امریکی روزنامے واشنگٹن پوسٹ کے ایک محاسبے کی رو سے کابل میں ایک پولنگ اسٹیشن میں پانچ ہزار رائے دہندہ گان کو ووٹ ڈالنا چاہیے تھا، لیکن وہاں صرف ایک سو افراد نے ووٹ کاسٹ کی۔

عوام کی جانب سے الیکشن کا مکمل بائیکاٹ صرف کوئی دعویٰ نہیں، بلکہ عالمی اور ملکی میڈیا کی اکثریت اور انتخابات کے نگران اداروں نے بھی کہا کہ اس نام نہاد الیکشن میں بہت کم تعداد میں عوام نے شرکت کی۔

امارت اسلامیہ دشمن کے اس ورغلانے والے منصوبے کی ناکامی اور مکمل بائیکاٹ کو اپنے مجاہد عوام کی تاریخی کارنامہ سمجھتی ہے، ملک کے قبضے میں ملوث تمام پہلوؤں کو بتلاتی ہے کہ عوام کی جانب سے اس پروجیکٹ کے بائیکاٹ کا مکمل چھان بین کریں، کیونکہ تمہارے اتنے وسیع پروپیگنڈے، تطمیع اور مختلف النوع دھمکیوں کے باوجود عوام کی جانب سے الیکشن میں عدم شرکت سے ثابت ہو رہا ہے کہ افغان عوام جارحیت اور اس سے منسلک تمام منصوبوں سے نفرت کرتی ہے اور اس پر کسی قسم کا اعتماد نہیں رکھتی۔ اگر تمہیں درحقیقت عوام کے ارادے کا احترام ہے، تو افغانستان میں بھی افغان عوام کی مجموعی ارادے کا احترام کرنا چاہیے اور اپنے ناجائز جارحیت کو افغان عوام پر مسلط نہ کریں۔

☆☆☆☆☆

> ”کرکٹ، اولمپک کھیل، مختلف تعلیمی نظام، آرٹ ایسی شکل اختیار کر چکے ہیں کہ داڑھی والے مسلمان کھیلتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ جبکہ یہ تماشے اور تفریح، کھیل یہودی سرمایہ داروں کے مال کھانے کے طریقے ہیں۔ اور فاشی و بے حیائی پھیلانے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔ لیکن اہل ایمان ہمیشہ اور ہر دور میں نہ صرف دجالی فتنوں سے بچتے ہیں بلکہ ان کا مقابلہ ہر سطح پر اپنی ایمانی قوت سے کرتے ہیں۔ ایمان ایک ایسی قوت و طاقت ہے جو مومن کو نہ صرف شیطان کے فریب اور فتنوں سے بچاتی ہے بلکہ اس کو زمین پر رہتے ہوئے ملاء اعلیٰ کی سیر کرواتی ہے“۔
>
> شہید کماندان شیخ افضل گورو تقبلہ اللہ

ملا برادر اخند کی ولولہ انگیز اور فاتحانہ رہائی

الامارہ اردو

اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور مخلص مسلمانوں کی دعاؤں کی برکت سے امارت اسلامیہ کے سابق نائب سربراہ، شجاعت اور اخلاص کے مینار محترم ملا برادر اخوند ۹ سال قید کے بعد خیر وعافیت سے رہا ہو کر اپنے گھر پہنچ گئے ہیں۔

ملا برادر اخند نے امارت اسلامیہ کے قیام اور امریکی جارحیت کے خلاف مزاحمت شروع کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔اسی طرح روسی جارحیت کے خلاف افغان عوام کے برحق جہاد کے دوران میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ایک جہادی رہبر اور فرنٹ انچارج کے طور پر عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کی قیادت میں اہم کردار ادا کیا۔

محترم ملا برادر اخوند اور ملا عبید اللہ اخوندؒ کو ۲۰۰۳ء میں عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ نے اپنا معاون مقرر کیا تھا۔انہوں نے امارت اسلامیہ کی قیادت کرتے ہوئے ان حالات میں قابض امریکی اور نیٹو افواج کے خلاف مقدس جہاد کا علم بلند کیا۔ملک کی آزادی اور افغان عوام کی مزاحمتی تحریک کی قیادت کی۔

ملک بھر میں ڈیڑھ لاکھ امریکی اور نیٹو افواج اور ان کے ہزاروں افغان حامیوں نے اپنی طاقت کا زور آزمایا۔امریکی فوج نے جدید ہتھیاروں،طیاروں اور جنگی وسائل کے بل بوتے افغان عوام کے قتل عام اور ان پر تشدد کا آغاز کیا تھا۔ان کے ساتھ پوری دنیا اور ہمسایہ ممالک خاموش یا تعاون کر رہے تھے۔

جب امارت اسلامیہ کے غیور مجاہدین نے قابض امریکی فورسز پر جارحانہ حملوں کا آغاز کیا اور ملک بھر میں ان پر عرصہ حیات تنگ کیا تو امریکی استعمار نے دیگر حربوں کے علاوہ یہ بھی کوشش شروع کی کہ کسی طرح امارت اسلامیہ کی قیادت کو تلاش اور گرفتار کیا جائے۔ بہت سی انٹیلی جنس کوششوں کے بعد وہ ان تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔امریکا اور اس کے اتحادیوں نے یہ سوچا کہ ملا برادر اخند اور ملا عبید اللہ اخند کو گرفتار کرنے سے ایک طرف امارت اسلامیہ کی قیادت میں خلا اور اس کی صفوں میں بدنظمی پیدا ہو جائے گی اور دوسری جانب امارت اسلامیہ کی دلیر قیادت پر دباؤ لا کر مختلف حربوں کے نتیجے میں انہیں اس بات پر مجبور کیا جاسکے گا کہ وہ ان کے ساتھ سودے بازی کریں اور جہاد کا سلسلہ ترک کر دیں۔

جب کہ امریکا جانتا نہیں تھا کہ امارت اسلامیہ کی قیادت سے لے کر ایک عام مجاہد تک سب اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا کی تمام مراعات اور عیش و عشرت زندگی کا لالچ یا ہر قسم کی مشکلات اور تکالیف سے دوچار ہو کر بھی اپنے مقدس مشن اور مؤقف سے ایک لمحے کے لیے بھی دست بردار نہیں ہوں گے۔کسی معاملے پر سودے بازی نہیں کی جائے گی۔

اطلاعات کے مطابق ۹ برس قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے دوران امریکا نے متعدد بار ملا برادر اخند سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ کابل انتظامیہ اور طالبان کے درمیان امن عمل اور مذاکرات شروع کرنے میں کردار ادا کریں۔

ان تمام حربوں اور دباؤ کے باوجود ملا برادر اخوند نے دوٹوک اور واضح جواب دیا کہ میں عمر بھر جیل کی سزا کاٹنے کے لیے تیار ہوں، لیکن امارت اسلامیہ کے اصولی مؤقف اور اعلیٰ دینی اقدار پر کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔محترم ملا برادر اخوند کا یہی عزم واستقامت اور مظلوم مسلمانوں اور مجاہدین کی دعائیں تھیں کہ آخر کار وہ باعزت طور جیل سے رہا ہو گئے۔

امارت اسلامیہ اپنے معروف رہنما ملا برادر اخند کی رہائی کو افغان مجاہد قوم کے لیے بڑی خوش خبری، کامیابی اور باطل پر غلبہ سمجھتی ہے۔امید ہے ان کی رہائی سے امارت اسلامیہ کی متحد اور منظم صف کو مزید تقویت ملے گی۔ان شاء اللہ

☆☆☆☆☆

”ہم اہل علم سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ مجاہدین کی نصرت کریں اور ان کے ساتھ کھڑے ہوں،انہیں نصیحت کریں اور درست راہ دکھائیں۔پس مجاہدین کی منزل ان شاء اللہ پوری امت کی منزل ہے. اس سفر کو آگے بڑھانے کے لیے ہمیں اس کی اصلاح جاری رکھنی ہوگی۔اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنی ہوگی کہ کہیں یہ کسی کج روی اور انحراف کا شکار نہ ہو جائے“۔

شیخ قاسم الریمی حفظہ اللہ

جہادِ افغانستان کی مختصر خبریں

حکمت اللہ آفریدی

◇افغانستان کے صوبے قندھار میں اعلیٰ سطح کے اجلاس کے بعد فائرنگ کے نتیجے میں صوبائی پولیس چیف جنرل عبدالرزاق اور افغان خفیہ ایجنسی کا مقامی چیف امر مون ہلاک ہوگئے جبکہ گورنر قندھار زلمائے شدید زخمی ہوا۔حملے میں امریکی کمانڈر جنرل اسکاٹ ملر بال بال بچ گیا۔قندھار پولیس چیف عبدالرزاق ۲۰۱۱ءمیں امریکہ کے کہنے پر پولیس چیف بنایا گیا تھا۔وہ مجاہدین کے خلاف سفاکانہ کاروائیوں میں ملوث تھا۔اس نے ٹارچر سیل بھی قائم کر رکھے تھے۔

◇امریکی اور کابل انتظامیہ کے سکیورٹی اہلکاروں نے ایک بار پھر عام شہریوں کے خلاف جرائم کو دہرا دیا ہے۔ستمبر ۲۰۱۸ء میں امریکی افواج کے فضائی حملوں اور چھاپوں سے ننگرہار، لوگر، لغمان، پکتیا، کاپیسا، میدان، قندہار اور کابل میں ۲۳۵ شہری شہید ہوئے جن میں ۱۸ خواتین اور دس بچے شامل تھے، جبکہ ۸ بچوں سمیت ۱۶۲ افراد زخمی ہوئے اور ۷۵ نہتے شہریوں کو حراست میں بھی لیا گیا۔انہی جرائم میں ۳۰ مکانات، ۱۷۹ درختوں، زرعی فصلوں اور باغات کو بھی تباہ کر دیا گیا۔ہلمند، فراہ اور فاریاب میں امریکی بمباری اور گولہ باری کے نتیجے میں عورتوں اور بچوں سمیت ۲۸ شہری شہید ہوئے۔افغان فورسز کی بارات پر بمباری کے نتیجے میں خواتین سمیت کئی شہری شہید ہوگئے۔

◇الخندق عملیات میں کامیابیوں کا سلسلہ الحمدللہ جاری ہے۔فراہ، قندہار، سرپل، نمروز، ہلمند، فاریاب اور زابل میں طالبان کے حملوں اور بم دھماکوں میں ۱۳۰ افغان اہلکار، ۱۹ افغان کمانڈوز ہلاک اور چھ ٹینک تباہ ہوگئے۔فراہ میں طالبان نے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔امریکی فوج سے جھڑپوں کے نتیجے میں ۱۴ امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔

◇افغانستان میں ہونے والے پارلیمانی انتخابات سے قبل ہی طالبان نے عوام کو انتباہ کر دیا تھا کہ وہ گھروں میں رہیں اور اپنی املاک الیکشن کے لئے انتظامیہ کو نہ دی جائیں تاکہ نقصان سے بچے رہیں۔طالبان نے الیکشن کو امریکی قبضہ برقرار رکھنے کا ڈرامہ قرار دے دیا۔الیکشن کور کروانے کے لئے طالبان نے تاجکستان سے قندوز آنے والی بجلی لائن کو تباہ کر دیا تھا تاکہ ووٹنگ کے لئے استعمال ہونے والا بائیومیٹرک سسٹم متاثر ہو جائے جبکہ دوسرے روز ہونے والے حملوں میں ۳۴ فوجی اور دس امیدوار ہلاک ہوئے۔

◇امریکہ کے معروف ریسرچ سینٹر پیو (PEW) کے حالیہ سروے کے مطابق امریکا سترہ سال طویل جنگ کے باوجود افغانستان میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام ہوگیا ہے۔سروے میں ۴۹ فیصد بالغ افراد کا کہنا تھا کہ امریکہ طالبان اور القاعدہ کے خلاف جاری جنگ میں ناکامی سے دوچار ہوگیا ہے۔

◇افغانستان میں امریکی، نیٹو اور مقامی افواج کی ناکامی کے بعد افغان جنگ کو ٹھیکے پر دینے کی باتیں ہونے لگی ہیں۔کہا جارہا ہے کہ بلیک واٹر جیسی پرائیویٹ کمپنی کو اس جنگ کا کانٹریکٹ دیا جائے جس کی افغان سینیٹ ''مشرانو جرگہ'' نے مخالفت کی ہے۔دوسری جانب امریکہ طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کے لئے افغان حکومت اور پاکستان کی منتیں کر رہا ہے۔جبکہ طالبان نے امریکا کے مکمل انخلا کی شرط عائد کر رکھی ہے۔افغان طالبان کے شریک بانی ملا عبدالغنی برادر المعروف ملا برادر کی پاکستان کی جیل سے رہائی کو بھی اس معاملے کی ایک کڑی کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔لیکن طالبان نے اپنے مؤقف اور شرائط میں کوئی بھی لچک دکھانے سے انکار کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

''آج خطے میں ساری سازشوں کا مرکز و دارومدار یہ ہے کہ کہ کسی طرح اس نسل کو بے دین کر دیا جائے، اسے جدیدیت اور مغربیت کی راہ پر ڈال دیا جائے. مدرسے کی جگہ مونٹیسری،افتاء کی جگہ ریسرچ اکیڈمیز، فقہ کی جگہ دستور، قضاء کی جگہ مقننہ،اور نظام شریعت کی جگہ نظام جمہوریت کو لا کھڑا کیا جائے۔دیکھیے یہ ہمہ گیر جنگ کون جیتتا ہے،ثُمّا مسٹر؟ مگر اتنا ضرور ہے کہ جنگ کا نتیجہ پورے عالمِ اسلام کے مستقبل،اس کے ارکان و افراد اور ان کے دین و دنیا پر پڑے گا۔موجودہ جنگ کو سہارا دینا دراصل آئندہ صدیوں میں اسلام اور اہل اسلام کے مستقبل کا تعین کرنے کے مترادف ہے''۔

انجینئر احسن عزیز شہید رحمہ اللہ

مذاکرات کی منتیں کرتی ''سپر پاور''

امیر حمزہ

افغانستان میں مجاہدین کی کامیابیاں بڑھ رہی ہیں جبکہ دوسری طرف افغان حکومت کی گرفت دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے اور امریکا اپنی ناکامی پر بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ امریکہ اپنے کھربوں ڈالر سمیت اپنی عوام کا اعتماد بھی کھو چکا ہے۔ حالیہ سروے کے مطابق بالغ امریکی افراد کی اکثریت کا ماننا ہے کہ امریکہ افغانستان میں میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔ امریکہ شکست کی اس دلدل سے نکلنے کے لئے کئی بار طالبان کو مذاکرات کی پیشکش کر چکا ہے۔ ملا عبدالغنی برادر حفظہ اللہ (ملا برادر) کی حال ہی میں ہوئی جیل سے رہائی کو بھی اس معاملے کی اہم کڑی کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ تاہم طالبان نے امریکی ایلچی زلمے خلیل زاد سے کیے گئے مذاکرات میں اپنے مؤقف اور اولین شرط، یعنی امریکی افواج کے مکمل انخلا پر کسی بھی طرح کی کوئی لچک دکھانے سے انکار کر دیا ہے۔ جنگ سے طالبان کو کوئی دقت نہیں ہے ان کا حوصلہ بلند ہے، الخندق عملیات کی کامیابیاں اس بات کا ثبوت ہے۔ البتہ امریکہ، افغان حکومت اور پاکستان کے بیچ اعتماد کا خلا ہے اور وہ الجھن کا شکار ہیں۔ افغان حکومت کا کہنا ہے کہ امریکہ اس کے بغیر ہی مذاکرات کی میز سجانا چاہتا ہے اور ثالثی کی باتیں کرنے والے پاکستان پر بھی اس کو بھروسہ نہیں ہے۔ امریکہ مذاکرات کے لئے پاکستان پر پریشر ڈال رہا ہے لیکن ساتھ ہی اپنی ناکامی کا ذمہ دار بھی اسی کو ٹھہراتا ہے۔ امریکہ نے پاکستان کو مذاکراتی عمل میں حصہ لینے کا حکم تو دیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ پاکستان دہشتگردوں کو پناہ نہ دے۔ اب یہاں یہ دشواری جنم لیتی ہے کہ ان کی نظر میں ''دہشتگرد'' کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ اس لفظ کی تشریح پر ہی مذاکراتی عمل رک جاتا ہے۔ امریکہ القاعدہ کو ''دہشتگرد'' کہتا ہے اور ''دنیا کے امن'' کے لئے خطرہ مانتا ہے۔ جبکہ طالبان کے نزدیک مجاہدینِ القاعدہ ان کے وہ بھائی ہیں جن کے لئے وہ اپنی حکومت، جان، مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

امریکہ جلد از جلد کوئی حل چاہتا ہے لیکن وہ طالبان کی شرطِ اول ماننے کو راضی بھی نہیں ہے۔ افغان حکومت نے امریکہ کو طالبان پر فضائی حملوں اور کارروائیوں کا لامحدود اختیار دے رکھا ہے اور وہ مذاکرات میں پیش پیش بھی رہنا چاہتی ہے۔ ثالثی کا کردار ادا کرنے کی باتیں کرنے والا پاکستان مذاکرات کا خواہاں تو ہے لیکن وہ امریکا سے خطہ نہ چھوڑنے کی گزارش بھی کرتا نظر آتا ہے (جو کہ طالبان کی شرط اول کے منافی ہے)۔ یہ سب کہتے ہیں کہ اس کے بغیر حل ممکن نہیں ہے مگر کسی کے پاس طالبان کو مجبور کرنے کی صلاحیت بھی نہیں ہے۔

ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل آصف غفور نے لندن میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ امریکہ مکمل امن ہونے تک افغانستان سے نہ نکلے۔ میجر جنرل آصف کے نزدیک ''مکمل امن'' کا مطلب وہی ہے جو امریکہ چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طالبان اپنے تعلقات القاعدہ سے ختم کر لیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑنا چھوڑ دے؛ طالبان جذبۂ جہاد و قتال فی سبیل اللہ ترک کر کے جمہوری میلے اپنی دکان کھول لیں۔

لندن میں کی گئی پریس کانفرنس میں ڈی جی آئی ایس پی آر نے یہی کہا کہ وہ امریکہ کے ساتھ مل کر القاعدہ کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ چنانچہ ان کی لغت میں لفظ ''دہشتگردی'' کے وہی معنی ہیں جو امریکہ نے لکھے ہیں اور ''مکمل امن'' کا مطلب بھی ان کے نزدیک وہی ہے جیسے امریکہ سمجھتا ہے۔ دوسری جانب طالبان کے نزدیک 'امن' یہی ہے کہ غیر ملکی کفار یہ خطہ چھوڑ کر نکل جائیں اور کٹھ پتلی جمہوری حکومت کے بجائے نظام شریعت کا نفاذ ہو جائے۔ افغانستان میں ہونے والے حالیہ پارلیمانی انتخابات کے موقع پر طالبان نے جس طرح کا ردعمل دیا اور جو اقدامات کیے، ان سے انہوں نے واضح پیغام دیا کہ وہ کبھی بھی نفاذ شریعت پر جمہوری نظام اور کٹھ پتلی حکومت کو ترجیح نہیں دیں گے۔ طالبان نے ان انتخابات کو امریکی قبضہ کو دوام بخشنے کا ڈرامہ قرار دیا۔ پارلیمانی انتخابات سے قبل طالبان نے عوام کو انتباہ کیا تھا کہ وہ گھروں میں رہیں اور انتخابات کے حوالے سے انتظامیہ کے ساتھ کسی بھی طرح کا تعاون نہ کریں۔ طالبان نے بجلی کی لائینیں کاٹ دیں تاکہ ووٹنگ کے لئے استعمال ہونے والا بائیو میٹرک سسٹم ناکارہ ہو جائے۔ متعدد کارروائیاں کر کے وہ انتخابات کے عمل میں مزاحمت پیدا کرتے رہے۔

طالبان کا مؤقف امریکہ کے لئے واضح ہے جو یہ ہے کہ وہ غاصب ہے اور اسے یہ خطہ چھوڑ کر نکل جانا چاہیے۔ افغان حکومت کی حیثیت اس کی نظر میں کٹھ پتلی کی سی ہے۔ جبکہ افواجِ پاکستان اس کی نظر میں وہ طاقت ہے جو پچھلے سترہ سالوں سے امریکا کے لئے خدمت سر انجام دے رہی ہے اور مجاہدین اور ان کے خاندانوں پر ہونے والے مظالم میں شریک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پاکستان امریکہ کو خطہ نہ چھوڑنے کی گزارشیں کر رہا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے اگر امریکہ چلا گیا تو پھر امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت اور اس کے وفاداروں سے مجاہدین بڑی فرصت سے ''معاملات طے'' کریں گے۔

امریکہ نے پاکستان کی اس وفاداری کا صلہ یہ دیا کہ اپنی ناکامی کا ملبہ اسی کے سر ڈال رہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جن کو امریکہ چند مہینوں میں ختم کرنے نکلا تھا آج ان کو مذاکرات کی میز پر آنے کی منتیں کر رہا ہے۔ جبکہ ایک ایٹمی طاقت، ایک 'نمبر ون' کو وہی امریکہ دھمکیاں دیتے نہیں تھکتا۔

''یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں (یعنی کافروں) سے تم کو ڈراتا ہے۔ تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا (یعنی اللہ کا) خوف رکھو اگر تم مومن ہو''۔

☆☆☆☆☆

بامیان کے بت اور بُت شکن طالبان

عنایت الرحمٰن مومند

فروری ۲۰۰۱ء کے وسط میں طالبان مخالف طاقت حزب وحدت نے ایک بار پھر بامیان پر قبضہ کر کے طالبان کو وہاں سے نکال دیا، تاہم ایک ہفتے بعد ۲۰ فروری کو طالبان نے دوبارہ بامیان کا کنٹرول سنبھال لیا اس موقع پر طالبان قیادت نے یہ فیصلہ کیا اب بامیان کے دو ہزار سال قدیم بتوں کو تباہ کیا جائے جو بدھ مت کے کروڑں پیروکاروں کے نزدیک سب سے بڑے معبود کا درجہ رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک بت ۱۷۷فٹ اور دوسرا ۱۲۰فٹ بلند تھا۔ ان کی تعمیر میں کانگرہ مٹی اور خاص قسم کے پتھر استعمال کئے گئے تھے جن کی وجہ سے یہ نہایت ٹھوس اور مضبوط تھے۔ کتب تاریخ کے مطابق یہ دیو پیکر بدھ مت کے پیروکار حکمران "کنشک" کے حکم سے بنائے گئے تھے ان کی تعمیر کا زمانہ ۱۲۰ء سے ۱۶۰ء تک بتایا جاتا ہے، بدھ راہبوں نے بامیان کے پہاڑوں میں شہد کی مکھیوں کے چھتوں جیسے غار بنائے تھے جن میں وہ یک سوئی سے پوجا پاٹ کرتے تھے۔ بامیان پہلی صدی عیسوی سے ساتویں صدی تک بدھ مت کا مرکز رہا ہے۔ اس کے چند عشروں بعد سرزمین عرب سے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے قافلے اسلام کی مشعل لئے افغانستان پہنچے۔ اس وقت بامیان کی بدھ مت حکومت نے جزیہ دے کر صلح کرلی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بامیان میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے گئے۔ اگلی صدی میں بامیان کی حکومت ایک بدھ شہزادی کے قبضہ میں آگئی تھی وہ اپنے خاندان اور رعایا سمیت مشرف بہ اسلام ہوگئی، ان نو مسلموں نے کدالوں اور ہتھوڑوں سے از خود بامیان کے بت توڑنے کی کوشش کی مگر وہ ان پہاڑ نما مجسموں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ نویں صدی عیسوی (تیسری صدی ہجری) میں حاکم خراسان یعقوب بن لیث صفاری بھی انہیں توڑنے میں ناکام رہا اور ان میں جڑے ہوئے قیمتی پتھر نکال کر واپس چلا گیا۔ بارود کا زمانہ آیا تو سترہویں صدی عیسوی میں اورنگزیب عالمگیر نے افغانستان فتح کرنے کے بعد پہلی بار توپوں کے ذریعے انہیں تباہ کرنے کی کوشش کی۔ انیسویں صدی عیسوی میں امیر عبدالرحمن کی ملکہ کے حکم پر انہیں ایک بار پھر گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا ان کاروائیوں سے ان بتوں کو نقصان ضرور پہنچا مگر منہدم نہیں کیا جاسکا۔

طالبان امارت اسلامیہ شروع سے اسلامی شعائر کو زندہ اور کفریہ آثار کو سرزمینِ اسلام سے مٹانے کا تہیہ کئے ہوئے تھی، اس لئے بامیان کے بتوں کو بہر صورت ختم کردینے کا فیصلہ کردیا گیا۔ حکومتی سطح پر اس فیصلے سے قبل سپریم کورٹ اور دارالافتاء سے استفتا کیا گیا کہ آیا ان بتوں اور مجسموں کو توڑا جائے یا باقی رکھا جائے؟ دونوں نے جواب دیا کہ اسلامی شریعت کی رو سے تمام بتوں اور مجسموں کو توڑنا ضروری ہے۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۲۰۰۱ء کو طالبان سربراہ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے ملک بھر میں موجود تمام بتوں اور مجسموں کو ختم کرنے کا حکم دے دیا۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا:

> "معبود حقیقی صرف اللہ ہے، ناحق معبودوں کو اس لئے ختم کررہے ہیں کہ مستقبل میں ان کی کوئی پوجا نہ کرے"۔

امیر المومنین رحمہ اللہ کے اس اعلان سے دنیا بھر میں کھلبلی مچ گئی کہ افغانستان کا قومی اثاثہ تباہ ہو جائے گا، دنیا اس ثقافت سے محروم ہو جائے گی۔ بدھ مت ممالک میں سے جاپان، تھائی لینڈ اور سری لنکا نے آسمان سر پر اٹھالیا مگر طالبان نے پرواہ نہ کی ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے عید الاضحیٰ کے خطبے میں ببانگ دہل کہا:

> "یہ بت ہمارے تاریخی ورثے کا صرف ایک فی صد ہیں باقی ننانوے فی صد حصہ اب بھی باقی ہے جو ہماری ثقافتی تاریخ اور فخر کے لئے کافی ہے۔ یہ بت شرعی حکم کی بنا پر توڑے جارہے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد پیغمبروں نے اس شرک کا مقابلہ کیا تھا"۔

جاپان سمیت کئی ممالک نے طالبان کو بت نہ توڑنے کی شرط پر بھاری مالی امداد کی پیش کش کی مگر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے جواب دیا۔

> "ہم بت فروش نہیں، بت شکن کہلوانا پسند کریں گے"۔

اس اعلان کے بعد یکم مارچ کو سیکڑوں طالبان ٹینکوں، گولہ بارود کی بھاری کھیپ اور راکٹ لانچروں سمیت بامیان کے بتوں کے سامنے پہنچ گئے۔ اس مہم کی نگرانی ملک کے وزیر دفاع ملا عبید اللہ، سرپل کے گورنر ملا عبدالمنان حنفی اور ملا شہزادہ کررہے تھے۔ دونوں بتوں کو بارود کا لباس پہنایا گیا جس کی مقدار ۱۲۵۰ من تھی، اس کے علاوہ ۲۰۰ ٹینک بارودی سرنگیں اور ایک ہزار کلو گرام اور پانچ سو کلو گرام کے ایسے ۴۲ بڑے بم بھی نصب کئے گئے تھے جو جیٹ طیاروں سے گرائے جاتے ہیں۔ یہ قندھار سے آئے ہوئے بارود کے ماہر ملا لعل محمد کی منصوبہ بندی تھی۔ جب بارودی دھماکہ کیا گیا تو زلزلہ سا آگیا، سرخ شعلوں، دھویں کے بادلوں اور گرد و غبار کے مرغولوں نے فضا کو ڈھانپ لیا۔ دور دور تک پتھروں کے ٹکڑے اولوں کی طرح برسنے لگے مطلع صاف ہوا تو دونوں بتوں کے سر غائب ہو چکے تھے بڑے بت کا زیر ناف حصہ بھی تباہ ہو چکا تھا۔ اس روز کابل اور غزنی کے عجائب گھروں کے بتوں کو بھی توڑ پھوڑ دیا گیا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اس نیک کام میں تاخیر کے کفارے اور عمل کی تکمیل کے شکرانے کے طور پر ۱۰۰ گائیں ذبح کرکے گوشت غریبوں میں تقسیم کرایا۔ بت شکنی کے اس تاریخی واقعے کے ساتھ ہی ملک بھر میں جاری کئی ماہ کی خشک سالی دور ہوگئی، موسلا دھار بارشوں کی صورت میں ابر کرم برس پڑا اور ہر طرف ہری بھری فصلیں لہلہانے لگیں۔

☆☆☆☆☆

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ اکتوبر ۲۰۱۸ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.alemarahurdu.com پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

یکم اکتوبر:

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں دشمن پر لیزر گن حملے ہوئے، جس سے 6 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک موٹر سائیکل غنیمت کر لی۔

☆صوبہ قندھار کے صدر مقام قندہار شہر میں حلقہ نمبر دس کے علاقے میں مسلحانہ کارروائی کے نتیجے میں کمانڈر (صادق) ہلاک ہوا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں تینگ کے علاقے میں دشمن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک ٹینک ایک گاڑی تباہ اور 10 اہل کار موقع پر ہلاک، جبکہ 8 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں نعلک کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار 5 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں سرخدوز، شورشورک اور حاجی جنگ آغا کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 5 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ھزارگان اور ماشکئی کے علاقوں میں پولیس پر سنائپر گن حملہ ہوا، جس سے 4 اہل کار ہلاک ہوئے۔

2 اکتوبر:

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک میں امارت اسلامیہ کے دعوت و ارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 12 سیکورٹی اہل کار مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع جوند میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 2000 خاندانوں نے مجاہدین سے بیعت کا اعلان کیا۔

3 اکتوبر:

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں صلیبی امریکی فوجوں کا بکتر بند پنجرہ دار ٹینک بارودی کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار 5 وحشی فوجی موقع پر واصل جہنم ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع قرہ باغ میں جارچپہ کے علاقے میں اسی نوعیت دھماکہ سے انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 3 مخبر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع معروف کے ضلعی مرکز میں حکمت عملی کے تحت بم دھماکہ ہوا، اور اس کے ساتھ مجاہدین نے پولیس ہیڈکوارٹر اور انٹیلی جنس آفس پر پر حملہ بھی کیا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں بم دھماکہ سے معروف ظالم کمانڈر (موچی) ہلاک ہوا۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع جوند میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 300 خاندانوں نے بیعت کا اعلان کیا۔

4 اکتوبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے قریب واقع اہم چوکی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، اور وہاں تعینات 16 کمانڈوز و فوجی ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے 2 ہیوی مشن گن، 4 ایم 4 بندوق، پانچ کلاشنکوف، ایک مارٹر توپ اور ایک ایم 16 بندوق سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں چوکی پر حملہ ہوا، جس سے موٹر سائیکل، لوکسل کار اور رینجر گاڑی تباہ اور کمانڈر (اسماعیل) سمیت 5 پولیس موقع پر ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے 3 کلاشنکوف اور ایک مارٹر توپ غنیمت کر لی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر میں ڈویر میدان کے قریب ہونے والے بم دھماکہ سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبین موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ھزارگان کے علاقے کے پارچاؤں کے مقام پر واقع دفاعی چوکیوں پر اسی نوعیت حملہ ہوا، جس سے 7 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکرگاہ شہر میں سپیشل جنگ جوؤں پر حکمت عملی کے تحت بم دھماکہ ہوا، جس سے اہم اور ظالم کمانڈر (شراف) 2 محافظ سمیت ہلاک ہوا۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع معروف میں پولیس ہیڈکوارٹر پر بارودی مواد سے بھرا ہوا ٹینک کے ذریعے حکمت عملی کے تحت بم دھماکہ ہو، اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین نے ضلعی مرکز اور انٹیلی جنس ہیڈکوارٹر پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 16 اہل کار ہلاک، جبکہ 13 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع خاکریز میں باغئی کے علاقے میں امریکی فوجیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا، جن پر یکے بعد دیگرے 9 بم دھماکے ہوئے، جس دشمن کو شدید جانی نقصانات کا سامنا ہوا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر میں ڈویر ایئر بیس کے قریب ایک اور امریکی ٹینک مجاہدین کی نصب شدہ بارودی سرنگ سے ٹکرا کر تباہ اور اس میں سوار غاصبین موقع پر ہلاک ہوئے۔

5 اکتوبر:

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں سولئی نامی علاقے میں امریکی اور ان کے کٹھ پتلیوں کو داخل ہوتے ہی مجاہدین کی جوابی کارروائی کا سامنا کرنا پڑا، اور اس کے ساتھ بارودی سرنگوں کے دھماکے بھی ہوئے، جس سے ایک امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 3 قابض ہلاک ہوئے۔ جب کی 3 افغان فوجی ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع بگرامی میں سفاک ظالم پائلٹ محمد اللہ کو حکمت عملی کے تحت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ واضح رہے کہ مقتول نہایت سفاک اور وحشی پائلٹ تھا۔

16اکتوبر:

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے حلقہ نمبر 12 کے مربوطہ چہل مترہ روڈ پر پولیس اہل کاروں پر ہونے والے دھماکوں سے 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ وزارت داخلہ کے 13 افسر اور پولیس اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں پولیس چوکی پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 7 ہلاک جب کہ پانچ زخمی اور مجاہدین نے 5 عدد کلاشنکوفیں، ایک عدد راکٹ لانچر، ایک ہیوی مشین گن اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں آپریشن کرنے والے فوجیوں، جنگ جوؤں اور پولیس پر بم دھماکے ہوئے، جس سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار 8 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں نہر سراج کے علاقوں یکلنگ، الکوزوں شاخ اور سمینار دشت میں دشمن پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک وگاڑی تباہ، 7 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں بغرا، ماتکہ اور ماندہ کے علاقے میں واقع چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 11 اہل کار موقع پر ہلاک، جبکہ ایک زخمی ہوا۔

17اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں خالوخیل اور میدانک کے علاقوں کابل، قندہار نیشنل ہاوے ہائی پر مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 5 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی اور ایک گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع گردہ سیڑئی میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں 3 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 10 اہل کار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع دولت آباد میں توپخانہ کے علاقے میں فوجی کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک امریکی فوجی سمیت متعدد کٹھ پتلی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتونکوٹ میں عرب آقسائی کے علاقے میں واقع اہم پولیس چوکی پر مجاہدین نے چھاپہ مارا، جس سے چوکی فتح، 12 پولیس ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن اور 10 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ نیمروز کے ضلع خاشرود میں ضلعی مرکز غورغورئی کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح اور اس میں تعینات 3 اہل کار موقع پر ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور ایک کلاشنکوف سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد کے مرکز پر حملہ کیا گیا۔ کابل، قندہار قومی شاہراہ پر واقع ضلعی مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر، انٹیلی جنس آفس اور آس پاس دفاعی چوکیوں پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تمام تنصیبات فتح ہوئیں اور تعینات درجنوں اہل کار مارے گئے، جن میں سے ڈسٹرکٹ پولیس چیف کمانڈر سید نصراب شاہ، سیکورٹی افسر عباس، دو جنگ جو کمانڈر شمسو اور سیفو سمیت 35 اہل کار ہلاک ہوئے۔ ساتھ ہی 10 اہل کار گرفتار بھی ہوئے۔ آپریشن کے دوران 60 عدد کلاشنکوفیں وغیرہ، 8 عدد اینٹی ایئر کرافٹ گنیں، ایک عدد مارٹر توپ، 4 عدد فوجی ٹینک، 4 عدد فوجی رینجر گاڑیاں، اسلحے سے بھرے 3 کینٹینرز اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین نے غنیمت کرلی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ دشمن کے آپریشن کرنے والے قافلے پر حملہ ودھماکہ ہوا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور جنگ جوؤں پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 17 اہل کار ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں واقع چوکیوں پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے ٹینک وگاڑی تباہ اور 3 اہل کار ہلاک، جبکہ ایک زخمی ہوا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب امریکیوں اور نام نہاد کمانڈوز کے کاروان پر حملہ ہوا، جس سے 2 کمانڈوز موقع پر ہلاک، جبکہ ایک قابض امریکی اور 2 کمانڈوز زخمی ہوئے۔

18اکتوبر:

☆صوبہ جوزجان میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے کابل انتظامیہ کے 75 سیکورٹی اہل کار مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں قلعہ قاضی کے علاقے میں کمانڈوز پر ہونے والے حملے میں 8 وحشی ہلاک ہونے کے علاوہ دو ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں مجاہدین نے جنگ جوؤں اور فوجیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ظالم جنگ جو کمانڈر سنڈی اول سمیت 9 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری مجاہدین نے فوجی چوکی پر چھاپہ مار کر اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ 3 عدد ایم فورنائن ہیوی مشین گن، ایک عدد ایم 16 گن، ایک راکٹ لانچر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں سلطان باغ کے علاقے میں فوجی کاروان پر ہونے والے حملے میں ایک ٹینک راکٹ لگنے سے تباہ اور اس میں سوار اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

الخندق مبارک آپریشن کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کابل، لوگر، ننگرہار، غزنی، پکتیکا اور بدخشان صوبوں میں کرائے کے قاتلوں کو نشانہ بنایا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں فوجی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں متعدد اہل کار ہلاک وزخمی ہونے کے علاوہ 3 فوجی ٹینک اور 3 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں اور ساتھ ہی مجاہدین نے دو ہیوی مشین گنیں، دو ایم 16 امریکی گنیں، 2 مارٹر توپیں، 2 عدد اعلی وائرلیس سٹین اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع لعل پور میں بیلا درہ کے علاقے میں مجاہدین نے کٹھ پتلی فوجوں پر حملہ کیا، جس میں 3 اہل کار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع گذرہ میں واقع اہم یونٹ پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے مرکز فتح، 16 جنگ جو ہلاک، 2 زخمی، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے پانچ ہیوی مشن گن، 2

راکٹ لانچر، ایک ایم ایم 82 توپ، ایک رائفل گن، ایک پستول، کلاشنکوف اور 5 وائیر لیس سیٹوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع نیش میں مجاہدین نے انٹیلی جنس آفس پر حملہ کیا، جس سے 9 فوجی اہل کار اور جاسوس ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں مربوطہ علاقوں میں ناکام دشمن نے امریکی طیاروں ہمراہ آپریشن کا آغاز کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین نے دشمن پر بم دھماکے کیے، چار روزہ لڑائی کے نتیجے میں دشمن کے 10 ٹینک، 2 گاڑیاں تباہ اور 19 فوجی اور جنگ جو ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں دشمن پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 9 فوجی ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں امریکیوں اور کمانڈوز پر ہلکے بھاری ہتھیار سے لیس مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک امریکن اور 2 کٹھ پتلیوں کے ٹینک تباہ، 4 غاصب امریکی، 11 کمانڈوز ہلاک، جبکہ 3 امریکی اور 5 افغان فوجی زخمی ہوئے۔

☆صوبہ جوزجان کے ضلع قوش تپہ کے مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے دو چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 13 ہلاک جب کہ 20 زخمی اور مجاہدین نے 5 عدد ہیوی مشین گنیں، 4 عدد امریکی رائفلیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر کے مانکو میں علاقے کابل، قندہار ہائی وے پر مجاہدین نے جنگ جوؤں کے مرکز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز فتح اور وہاں تعینات کمانڈر سنڈا سمیت تین وحشی ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں تاسن کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔

9 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی ضلع دہ یک میں فوجی مرکز پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز فتح اور وہاں تعینات 30 اہل کار ہلاک وزخمی ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 5 فوجی ہموی ٹینک، 3 رینجر گاڑیاں، 3 عدد اینٹی ایئر کرافٹ گنیں، 2 عدد ہیوی مشین گنیں، 2 عدد راکٹ لانچر، ایک اسلحہ سے بھری ہوئی گاڑی اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع نرخ میں واڑہ کابل کے علاقے میں مجاہدین نے صلیبی ڈرون طیارے کو نشانہ بنا کر مار گرایا۔

10 اکتوبر:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں مربوطہ علاقے طورخم، جلال آباد قومی شاہراہ پر مجاہدین نے سفاک جنگ جو اور اغواکار کریم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع نرخ میں مربوطہ علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار فوجی کمانڈر میجر عبدالہادی سمیت 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ میں بوقہ کے علاقے میں مجاہدین اور کٹھ پتلی فوجوں کے درمیان چھڑنے والی لڑائی میں 6 اہل کار زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں ساج قلعہ کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبین موقع پر ہلاک ہوئے۔

صوبہ سرپل ضلع بلخاب میں مجاہدین نے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر اور آس پاس چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر (سہراب قاسمی) اور کمانڈر (بلوک) سمیت 8 اہل کار ہلاک، جبکہ 15 مزید زخمی ہوئے۔

11 اکتوبر:

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں واقع پولیس مرکز پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز مکمل فتح اور وہاں تعینات 25 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی اور دو ٹینک بھی تباہ ہوئے، اس کے علاوہ مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک موٹر سائیکل، ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، 6 کلاشنکوفیں، 3 ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے اخندزادہ خیل کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر حملے کے دوران 4 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع پٹھان میں مقبل کے علاقے میں واقع پولیس چوکیوں پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں شنہ ژغنڈی نامی چوکی فتح اور وہاں تعینات 9 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، دو راکٹ لانچر، پانچ کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع اورگون میں پیرکوٹی کے علاقے میں مجاہدین کے حملے اور بم دھماکہ سے دو ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 7 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ میں صدر مقام فراہ شہر اور خاکسفید، بالا بلوک وپشترود ضلاع میں امریکیوں، کٹھ پتلی فوجیوں اور پولیس اہل کاروں نے طیاروں اور ٹینکوں سمیت آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے جوابی کارروائی کی، جس سے ایک امریکی اور 4 فوجی ٹینک، ایک کاماز گاڑی اور ایک اینٹی ایئر گرافٹ گن تباہ، ترجمان سمیت 5 غاصب امریکی اور 20 سے زائد کمانڈوز ہلاک، متعدد زخمی، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنائی۔

☆صوبہ میدان کے ضلع نرخ میں مرکز اور آس پاس چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کاکیان اور مکتب نامی چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے ظالم جنگ جو کمانڈر شامار شدید زخمی جب کہ 4 ہلاک ہوئے۔ ساتھ ہی مجاہدین نے تازہ دم اہل کاروں کو بھی نشانہ بنایا، جس میں ایک ٹینک تباہ اور اس میں سوار 3 اہل کار ہلاک اور دیگر فرار ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک راکٹ لانچر، 6 کلاشنکوفیں، ایک رینجر گاڑی اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں کج قلعہ کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز مکمل فتح اور وہاں تعینات 13 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی

اور تین ٹینک بھی ہوئے، اس کے علاوہ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

12 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں میر مند آب کے علاقے میں قابض امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے عوام پر چھاپہ مارا، جن پر مجاہدین نے حملے و دھماکے کیے، جس سے ایک ویگو گاڑی تباہ اور امریکیوں سمیت متعدد فوجی ہلاک و زخمی، جبکہ دیگر فرار ہو گئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں واقع جنگ جوؤں کی چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 6 اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ہیوی مشین گن، 4 کلاشنکوف، ایک چلتر بندوق اور 3 موٹر سائیکلوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں واقع بلولو نامی بڑی چوکی پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات کمانڈر عبدالرحمن سمیت 27 اہل کار ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے 3 عدد امریکی ہیوی مشین گنیں، 5 عدد امریکی ایم 15 گنیں، ایک کمانڈو مارٹر توپ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

13 اکتوبر:

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال کے چشمکول اور تخت قبات نامی چوکیوں پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کار ہلاک، زخمی اور فرار ہونے میں کامیاب ہوئے اور مجاہدین اب دریائے آمو تک وسیع علاقے پر قابض ہوئے اس کے علاوہ کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ بھی غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 ٹینک اور 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 29 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع خوشامند میں ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس سے مجاہدین نے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس چوکیوں پر وسیع حملہ کیا جس کے نتیجے میں تمام مراکز فتح اور وہاں تعینات ڈسٹرکٹ پولیس چیف سمیت 11 اہل کار ہلاک، 6 زخمی اور 6 گرفتار ہونے کے علاوہ مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک فوجی رینجر گاڑی، 11 عدد کلاشنکوفیں، 5 عدد ہیوی مشین گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں امریکیوں، فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور جنگ جوؤں نے سیکڑوں ٹینک وگاڑیوں سمیت محصور فوجیوں کی رہائی کے لیے کیمپ کے علاقے میں داخل ہوئے، جن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 3 ٹینک اور 2 گاڑیاں تباہ، 16 اہل کار ہلاک ہوئے۔

14 اکتوبر:

☆صوبہ زابل کے ضلع شہر صفا میں واقع فوجی چوکی پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے 8 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 3 لیزر گن، ایک رات والے دوربین، ایک راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشین گن اور 3 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ زابل کے ضلع میزان میں ضلعی مرکز پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے پولیس چیف کمانڈر (اسد) محافظ سمیت ہلاک، جبکہ 2 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں باغ اور قلعہ نامی دو اہم یونٹ فتح، 25 اہل کار ہلاک، جبکہ 12 گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مجاہدین نے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر، فوجی یونٹ، آس پاس چوکیوں اور تمام سرکاری تنصیبات وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام مراکز فتح ہونے کے علاوہ 6 ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ درجنوں سیکورٹی اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں ضلعی مرکز کے قریب واقع فوجی مراکز پر حملہ ہوا، جس سے 2 اہم مراکز فتح، 23 اہل کار ہلاک، جبکہ 12 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، 7 ہیوی مشین گنیں، 11 جلسئی بندوق، 3 راکٹ لانچر، سات چلتر بندوق، ایک مارٹر توپ اور 3 بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں شماگاہ کے علاقے میں امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 اہل کار ہلاک، جبکہ 2 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب ضلع شیرین تگاب میں اسلام قلعہ، تاش قلعہ، فیض آباد اور کوہ صیاد کے علاقوں میں امریکیوں اور فوجیوں کے کاروان مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ٹینک تباہ اور 10 امریکی اور کٹھ پتلی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

15 اکتوبر:

☆صوبہ زابل کے ضلع میں ضلعی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 12 اہل کار ہلاک، جبکہ 2 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں لغڑ اور فنا کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 16 اہل کاروں کو ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع آب بند میں پولیس ہیڈ کوارٹر اور تین دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ہیڈ کوارٹر اور ایک چوکی فتح ہوئی اور وہاں تعینات 11 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں ہزار گان اور شاول ماندہ کے علاقوں میں فوجیوں پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 7 اہل کار ہلاک، جبکہ ایک زخمی ہوا۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع شاولیکوٹ میں تور کوتل اور تناوچہ کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 8 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

16 اکتوبر:

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں مجاہدین نے تمام علاقوں کا کنٹرول کا حاصل کر لیا اور تین کمانڈر کمانڈروں آغا مراد، خیری اور خیری دیش سمیت 17 اہل کار ہلاک جب کہ کمانڈر یعقوب کور سمیت درجنوں زخمی ہوئے ہیں اور ساتھ ہی کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے و بھاری ہتھیاروں غنیمت کر لیا۔ مذکورہ علاقوں کا کنٹرول حاصل کرنے مجاہدین نے تاجکستان اور ازبکستان کے سرحدی علاقوں سے متصل دریائے آمو تک پہنچ چکے ہیں۔

☆صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر میں واقع چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 چوکیاں اور وسیع علاقہ فتح، 6 اہل کار ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنا لیا۔ مجاہدین نے ایک ہیوی

مشن گن، ایک کلاشنکوف اور ایک ایم 16 بندوق سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ سمنگان کے ضلع درہ صوف میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں صوبائی سیکورٹی افسر خوانی طاہری اور انٹیلی جنس سروس نائب ڈائریکٹر سمیت 30 اہل کار ہلاک جب کہ درجنوں زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے دو فوجی ٹینک، 8 عدد رینجر گاڑیاں تباہ، 2 ہیوی مشین گنیں، 2 راکٹ لانچر اور درجنوں کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں خطیوان کے علاقے میں واقع فوجی مراکز پر حملہ ہوا، جس سے اہم یونٹ فتح، 3 ٹینک تباہ، 8 اہل کار ہلاک، 11 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ نیمروز کے ضلع چخانسور میں خادوں کے علاقے میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 ٹینک تباہ، 8 اہل کار ہلاک، جبکہ 10 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب میں رباتک، جبروں، نیک آباد سور غونڈ، حاجی سید نور گاؤں اور مادیزوں دشت فتح، ٹینک و رینجر گاڑی تباہ، 19 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں چاروان قلعہ کے علاقے میں امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا، جن پر مجاہدین نے جوابی کارروائی کی، جس سے ایک غاصب امریکی اور ایک کمانڈوز ہلاک، جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔

17 اکتوبر:

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں چشمہ شیر کے علاقے میں حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 3 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات کمانڈر در محمد سمیت 8 اہل کار ہلاک جب کہ کمانڈر نعمت کے ہمراہ 3 شدید زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ بلخ ضلع چمتال کے مرکز باباچوشقارتپہ کے علاقے میں مجاہدین نے واقع جنگ جوؤں کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح اور ساتھ تازہ دم اہل کاروں کو بھی نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 13 اہل کار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع چک میں مرکز کے قریب چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا اور ساتھ ہی کمانڈوز کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 13 کمانڈوز اور سفاک فوجی بیس کمانڈر رازق ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں نامزد رکن پارلیمان کٹر خلقی کیمونسٹ جنرل عبد الجبار قھرمان کی انتخابی مہم میں حکمت عملی کے تحت ہونے والے بم دھماکہ سے جنرل عبد الجبار قھرمان 3 اہم مشاورین سمیت موقع پر ہلاک، جبکہ 6 محافظ زخمی ہوئے۔ عبد الجبار قھرمان کمونسیٹ ڈاکٹر نجیب کی دور حکومت میں خلق پارٹی کا مشہور کمانڈروں میں سے تھا اور شرپسندوں کا سربراہ تھا۔ عبد الجبار قھرمان ایک بدنام زمانہ ظالم کمانڈر تھا، اُسی نے سنگور جنگ جوؤں کی بنیاد رکھی تھی۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں سہ دکان کے علاقے میں امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید حافظ محمد بلال تقبلہ اللہ نے بارود بھری کار گاڑی کے ذریعے امریکی کاروان کو شہیدی حملے کا نشانہ بنایا۔ شہیدی حملے میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 صلیبی ہلاک جب کہ 4 شدید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے صدر مقام قلعہ نو میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 اور چوکیاں فتح، ٹینک تباہ، 9 اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک اینٹی ایئر گرافٹ گن، ایک ہیوی مشن گن اور 3 کار مولی بندوقوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

18 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں واقع فوجی مرکز اور قریبی چوکی پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 7 ہلاک جب کہ 9 گرفتار ہوئے اور مجاہدین نے 2 فوجی ٹینک، 2 اینٹی ایئر کرافٹ گنیں، 2 راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشین گنیں، ایک امریکی رائفل، ایک سنائپر گن اور کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وغیرہ غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع چک میں ضلعی مرکز کے قریب واقع تین چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تینوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 26 ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے 2 فوجی ٹینک، 5 ہیوی مشین گنیں، 4 راکٹ، ایک اینٹی ائیر کرافٹ گن، دو سنائپر گن، 20 امریکی رائفلیں، 15 عدد کلاشنکوفیں، 5 عدد رات کی دوربین اور دو عدد فوجی اسلحہ و گولہ بارود سے بھری ہوئی بڑی گاڑیاں غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ قندہار کے صدر مقام قندہار شہر میں گورنر ہاؤس میں منعقد اجلاس جس میں امریکی کمانڈر ملر سمیت اعلیٰ حکام موجود تھے کو مجاہدین نے نشانہ بنایا، جس سے ظالم کمانڈر جنرل عبد الرازق، گورنر زلمی ویسا، انٹیلی جنس سروس ڈائریکٹر عبد المؤمن متعدد افسروں سمیت ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یاد رہے کہ اصل نشانہ امریکی کمانڈر ملر اور سفاک کمانڈر جنرل عبد الرازق تھا۔

☆صوبہ بامیان کے ضلع غندک میں چرائی سنگیر کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس کاروان پر حملہ کیا، جس میں دو گاڑیاں تباہ ہوئیں اور صوبائی پولیس چیف کمانڈر سید ولی اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر سمیت متعدد اہل کار زخمی ہوئے۔

19 اکتوبر:

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں مجاہدین نے امام صاحب اور دشت آرچی اضلاع کو ملانے والی شاہراہ کو بند کر کے دشمن کی چوکیوں اور مراکز پر حملہ کیا، جس میں اب تک 17 اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں چوکی پر حملے کے دوران 20 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بدخشان کے ضلع ارگو میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو کمانڈروں عبد البر اور شمس اللہ سمیت 11 ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں جارح امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئربیس پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر صلیبی دشمن کے لیے جانی و مالی نقصانات کے سبب بنے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب میں ایک کمانڈوز (حفیظ اللہ نورستانی) ایک ٹینک، ایک اینٹی ایئر گرافٹ گن، ایک ایم 16 اور ایک بڑھی وائیرلیس سیٹ سمیت مجاہدین سے آملا۔

20 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی اور مارجہ میں امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس پر جوابی کارروائی کے نتیجے میں 7 غاصب امریکی اور کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کاپیسا کے ضلع نجر آب میں درہ غوث کے علاقے میں مجاہدین نے جنگ جوؤں اور فوجیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 13 اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع اسماعیل اور مندوزئی کے سربراہ محمد یونس زدران کی گاڑی پر دھماکہ ہوا، جس سے گاڑی تباہ اور ضلعی سربراہ شدید زخمی ہوا۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں پولنگ اسٹیشن کے قریب بم دھماکوں سے 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 8 اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غور کے صدر مقام چغچران شہر کے قریب دشمن سے جھڑپیں ہوئیں، جس سے 10 اہل کار ہلاک، جبکہ 8 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ تخار کے ضلع ینگی قلعہ میں واقع چوکیوں پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں تمام علاقے اور چوکیاں فتح اور وہاں تعینات کمانڈر علم گل سمیت 15 ہلاک اور 14 شدید زخمی ہوئے۔

21 اکتوبر:

☆صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تینوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات 11 جنگ جو ہلاک جب کہ دو کمانڈروں امیر شاہ اور روزی سمیت 13 زخمی ہوئے اور مجاہدین نے 4 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں پشتون آباد کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں 4 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ نورستان کے ضلع وانٹ وایگل میں مجاہدین کے حملے میں ایک فوجی ٹینک تباہ ہوا اور اس میں سوار 3 اہل کار زخمی جب کہ پولنگ اسٹیشن پر میزائل حملے سے دو کارکن زخمی ہوئے۔

22 اکتوبر:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے سربراہ کی گاڑی مجاہدین کی نصب کردہ بم سے ٹکرا کر تباہ ہوئی اور اس میں سوار ضلعی سربراہ عبدالوہاب شدید زخمی جب کہ اس کا ایک محافظ ہلاک ہوا۔

☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر کے قریب انگور باغ کے علاقے میں حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے انٹیلی جنس افسر محمد ولی ہلاک اور اس کی گاڑی تباہ ہوئی۔

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں سابقہ پولیس ہیڈ کوارٹر پر میزائل داغے گئے، جس کے نتیجے میں 15 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ تخار کے ضلع ینگی قلعہ میں مرکز کی دفاعی چوکیوں پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں تمام چوکیاں فتح اور وہاں تعینات کمانڈر سمیت 22 جنگ جو ہلاک جب کہ 35 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع میانشین میں نتاچہ کے علاقے میں دشمن پر گھات کی صورت میں حملہ ہوا، جس سے 2 ٹینک، 3 فوجی گاڑیاں تباہ، 15 فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع خروار میں نعمتی گاؤں میں مجاہدین نے جارح امریکی فوجوں کے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار تمام اہل کار عملہ سمیت ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆صوبہ نورستان کے ضلع کامدیش میں مربوط علاقے میں چوکیوں پر وسیع حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 4 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 11 ہلاک جب کہ 9 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، 3 ہیوی مشین گنیں، 7 کلاشنکوفیں، 2 عدد ہینڈ گرنیڈ، 2 راکٹ لانچر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں الہ تابہ کے علاقے میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی چوکی پر اسی نوعیت کا حملہ کیا اور وہاں تعینات کمانڈر سہار گل سمیت 3 ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں رابط مجاہد نے امریکیوں اور افغان فوجیوں کو نشانہ بنایا، جس سے متعدد غاصب امریکی اور کٹھ پتلی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بدخشان کے ضلع کران ومنجان کے رہائشی کمانڈر جناب امام نے 70 مسلح افراد کے ہمراہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی حمایت کرتے ہوئے بیعت کا اعلان کیا۔

☆صوبہ نورستان کے ضلع نورگرام میں میرہ کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں پر شدید حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں 12 اہل کار ہلاک ہوئے۔

23 اکتوبر:

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں کابل-مزار شاہراہ پر فوجی ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار افسر سمیت 4 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب میں کوہ صیاد کے علاقے میں دشمن سے جھڑپیں ہوئیں، جس سے 6 کمانڈوز فوجی اور جنگ جو ہلاک، جبکہ 4 زخمی ہوئے۔

24 اکتوبر:

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں التمور کے علاقے میں جارح فوجوں کے بکتر بند ٹینک پر ہوا اور اس میں سوار وحشی صلیبی فوجی ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع ارغنداب میں سپین تعمیر اور جلاہور کے علاقوں میں واقع چوکیوں اور فوجیوں پر حملہ ودھماکہ ہوا، جس سے 8 اہل کار ہلاک، 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع غورک میں بائخوش کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ڈرون طیارہ کو نشانہ بنا کر مار گرایا۔

26 اکتوبر:

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک میں دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی تگ و دو کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کے 31 سیکورٹی اہل کاروں نے مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ بدخشاں کے ضلع کران میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں اعلیٰ افسر سمیت 17 اہل کار ہلاک جب کہ درجنوں زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع شالیکوٹ میں سرہ سخر اور اندڑآن کے علاقوں میں فوجیوں اور پولیس اہل کاروں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے رینجر و کاماز گاڑی تباہ اور کمانڈر (کوکو لالا) سمیت 22 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

27 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں نوغی، شہباز اور ضلع شلگر کے عاشق وال کے علاقوں قندہار-کابل قومی شاہراہ پر مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی، ایک ٹینک اور دو بڑی گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہوئی۔

☆صوبہ میدان کے صدر مقام میدان شہر میں واقع اہم فوجی مرکز پر امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید نے بارود بھری گاڑی کے ذریعے شہیدی حملہ سر انجام دیا۔ شہیدی حملے سے مرکز مکمل طور پر منہدم ہو کر رہ گیا اور وہاں تعینات سینکڑوں سیکورٹی اہل کار ہلاک و زخمی اور درجنوں فوجی ٹینک اور گاڑیاں بھی مکمل طور پر تباہ ہوئیں۔

☆صوبہ روزگان کے ضلع چھارچینہ میں ھوشئی کے علاقے میں واقع ضلعی مرکز پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گرے، جس سے کمانڈر سمیت سات اہل کار زخمی، جبکہ 2 ہلاک ہوئے۔

28 اکتوبر:

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں مجاہدین کے رابط اہل کار نے 4 کٹھ پتلی فوجوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ٹینک، پانچ عدد ہتھیاروں اور دیگر فوجی سازوسامان کے ہمراہ مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع گومل میں بندر کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ڈرون جاسوس طیارے کو مار گرایا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں ٹانگان گودر کے علاقے میں آپریشن کرنے والے پولیس، سنگور جنگ جو اور انٹیلی جنس اہل کاروں پر مجاہدین نے جوابی کارروائی کی، جس سے سات اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

29 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر اور گرمسیر، گرشک، مارجہ اور سنگین اضلاع میں پولیس وفوجیوں پر حملہ ہو دھماکہ ہوا۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے علاقے میں چوکی پر حملہ ہوا، جس سے 7 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر میں چونگو قلعہ کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 5 اہل کار موقع پر ہلاک، جبکہ 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں فتح خرکی کے علاقے پر جارح امریکی فوجوں نے کٹھ پتلی کمانڈوز کے ہمراہ مجاہدین کے مراکز پر چھاپہ مارا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 11 کمانڈوز ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ غزنی صدر مقام غزنی شہر کے قریب روضہ کے مقام پر بم دھماکہ سے پولیس رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے رہائشی 10 پولیس اہل کار، کٹھ پتلی فوجی اور مقامی جنگ جوؤں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دستبردار ہوئے

☆صوبہ روزگان کے ضلع خاص روزگان میں کندلان، جنگہ ریغ کے علاقوں میں وحشی کمانڈر شجاعی اور اس کے جنگجوؤں سے جھڑپیں ہوئیں، کمانڈر شجاعی کا نائب کمانڈر (فلور) اور کمانڈر علی خان، کمانڈر کمر، کمانڈر عبد اللہ ملک اور کمانڈر عبد الخالق سمیت 30 ہلاک، جبکہ کمانڈر شجاعی زخمی ہوا جبکہ دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ میں سپین تعمیر کے علاقے میں واقع اہم چوکی پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے 8 اہل کار ہلاک ہوئے۔

30 اکتوبر:

☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر کے قریب رینگ روڈ میں زیتون باغ سے متصل پولیس رینجر گاڑی بارودی سرنگ سے تباہ اور اس میں سوار 4 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے رہائشی 4 پولیس اہل کار اور 17 مقامی جنگ جوؤں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆صوبہ جوزجان کے ضلع فیض آباد میں مربوطہ جوزجان، بلخ ہائی وے پر واقع دو پولیس چوکیوں پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے حملہ کیا اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں کو بھی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں ایک چوکی فتح اور 4 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ جنگ جو کمانڈر سمیت 12 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار اور مجاہدین نے کلاشنکوف وغیرہ بھی غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں سیغانہ کے علاقے میں مجاہدین نے انٹیلی جنس سروس اہل کار ملک آصف کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

31 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں مشکی کے علاقے کابل-قندہار قومی شاہراہ پر مجاہدین نے فوجی اور پولیس اہل کاروں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 7 اہل کار ہلاک جب کہ 5 زخمی اور 2 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ سمنگان کے ضلع درہ صوف کے زیرکی کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں جنگ جو کمانڈر اعظم دو محافظوں سمیت موقع پر ہلاک جب کہ دو زخمی اور ان کی رینجر گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوئی اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، دو کلاشنکوفیں، ایک ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لی۔ کمانڈر اعظم بدنام زمانہ امریکی وفادار عطا نور کا خصوصی کمانڈر تھا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع انار درہ میں جال غازی کے علاقے میں مجاہدین حکمت عملی کے تحت فوجی ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا کر مار گرایا، اور اس میں سوار ظفر نامی چھاؤنی کا اسسٹنٹ جنرل نعمت خان اور صوبہ فراہ کے صوبائی کونسل صدر فرید بختاور سمیت 25 اہم اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں خوشحال گاؤں کے علاقے میں واقع پولیس چوکیوں پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 11 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

اک نظر ادھر بھی!

زاہد مصطفیٰ

جسٹس شوکت عزیز صدیقی کی معطلی:

سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارش پر معطل ہونے والے اسلام آباد ہائی کورٹ کے سینئر جج جسٹس شوکت صدیقی کا کہنا ہے ان کی معزولی کا فیصلہ غیر متوقع نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ تقریباً تین سال پہلے سرکاری رہائش گاہ کی آرائش کے متعلق ریفرنس سے کچھ نہ ملا تو خطاب کو جواز بنالیا۔اور میرے مطالبے کے باوجود یہ ریفرنس کھلی عدالت میں نہیں چلایا گیااور نہ ہی میری تقریر میں بیان کیے گئے حقائق کو جانچنے کے لیے کوئی کمیشن بنایا گیا۔

شوکت عزیز ۲۰۱۱ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایڈیشنل جج تعینات ہوئے اور پھر انہیں مستقل جج مقرر کیا گیا۔ مشرف کے خلاف مقدمہ میں آپ نے پولیس کو دہشت گردی کی دفعات کے اضافے کا حکم دیا۔ سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کا نوٹس بھی انہوں نے لیا۔عدالتی حکم کے بعد فیس بک انتظامیہ کی جانب سے پاکستان کا دورہ کیا گیااور یقین دہانی کروائی گئی کہ گستاخانہ مواد فیس بک پر نہیں لگایا جائے گا۔بہر حال فیس بک کی یہ یقین دہانی بس نام ہی کی رہی۔گستاخانہ مواد کے سلسلے میں شوکت عزیز صدیقی کے سخت ریمارکس کے سبب ملحدین اور لبرل طبقے بھی ان کے خلاف جملے کسے اور یہاں تک کہا گیا کہ انہوں نے عدالت کو مسجد میں تبدیل کر دیا ہے۔پارلیمنٹ میں ختم نبوت سے متعلقہ ترمیم کے خلاف ہونے والے فیض آباد دھرنے میں فوج کی ثالثی کے کردار پر بھی ان کی جانب سے کڑی تنقید کی گئی۔اتنا تو قابل برداشت تھا لیکن اپنے خطاب میں جب انہوں نے خفیہ اداروں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے ان کا کچا چھٹا کھولا کہ کس طرح یہ مرضی کے بینچ بنواتے ہیں اور فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہ تو وہ ریڈ لائن تھی جس کو انہوں نے کراس کیا تھا۔ جس کے بعد ان کے خلاف ریفرنس کو حتمی شکل دی گئی۔واضح رہے کہ وہ اسلام آباد ہائی کورٹ کے سینئر ترین جج تھے اور ان کا کچھ عرصے بعد چیف جسٹس بننا یقینی تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کا اس سطح تک پہنچنا بھی غیر معمولی ہی ہے۔ خفیہ ادارے پاکستان کے عدالتی نظام میں اوپر سے نیچے تک یوں سرایت کر گئے ہیں کہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی ایماندار اور مخلص شخص کو اوپر آنے دیا جائے۔جج اپنے کیریئر کی ابتدا ہی سے خفیہ اداروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ جس طرح سیاست میں کرپٹ سیاستدان بطور مہرہ اور کٹھ پتلی ان کا بہتر شکار بنتا ہے اور ان کے اشاروں پر ناچتا ہے اسی طرح اس عدالتی نظام میں بھی کرپٹ ججوں کو اوپر لایا جاتا ہے۔ان کا داغدار ماضی اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ خفیہ اداروں کے احکامات اور خواہشات کا احترام کریں۔

پاکستان بھر میں چھ ہزار غیر رجسٹر ہاؤسنگ سوسائٹیوں کا انکشاف:

سپریم کورٹ میں وفاقی تحقیقاتی ادارے ایف آئی اے کی جانب سے جمع کرائی گئی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان میں ۶ ہزار غیر رجسٹرڈ اور ۲۷۶۷ رجسٹرڈ ہاؤسنگ سوسائٹیاں ہیں۔ سماعت کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ پنجاب کو آپریٹو سوسائٹیز کے ریکارڈ میں جان بوجھ کر آگ لگائی گئی۔ سوسائٹی کی رجسٹریشن کی مد میں حکومت کو معمولی رقم ملتی ہے جبکہ پلاٹ کے تبادلے کے وقت سوسائٹی رقم وصول کرتی ہے اور حکومت کو اربوں روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ سوسائٹی بناتے وقت ماحولیات کے معاملات کو بھی مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ دوسرے کئی ہاؤسنگ سوسائٹیز میں فراڈ کے سبب سے ایک پلاٹ کے کئی کئی دعویدار سامنے آتے ہیں۔ سپریم کورٹ کی جانب سے ایف آئی اے کو ملک بھر میں موجود تمام ہاؤسنگ سوسائٹیز سے متعلق رپورٹ اور فرانزک آڈٹ کے بارے میں مکمل تفصیلات پیش کرنے کی ہدایت کی گئی۔

ویسے یکساں نصاب اور تعلیمی نظام کا تو بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اگر ملک میں ٹیکس، احتساب کا نظام بھی سویلین و فوجی حضرات کی جائیدادوں اور تجارتی کمپنیوں پر یکساں لاگو ہو تو کیا بہتر نہیں ہو گا۔ اس میں شک نہیں کہ لینڈ مافیا کے شعبے میں اس ملک کی elite طبقے کی بہت بڑی دولت بغیر کسی ٹیکس کے موجود ہے لیکن دوسری طرف فوجی اشرافیہ کی سوسائٹیاں بھی بہت بڑا منافع بخش کاروبار ہیں جن کے مربوط آڈٹ نظام کی ضرورت ہے اور صرف ہاؤسنگ سوسائٹیوں اور پلاٹوں کی بندربانٹ ہی نہیں بلکہ تجارتی، کمرشل اور صنعتی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے سویلین اداروں میں بھی اکثر سربراہان ریٹائرڈ فوجی افسران ہی ہوتے ہیں۔ صنعتوں کو ترقی دینے کے نام پر کم قیمت پر صنعتوں کے لیے زمینیں دی جاتی ہیں۔ جبکہ اصلاً یہ زمینیں پہلے کم قیمت پر منظور نظر افراد کو منتقل ہوتی ہیں جن کو لینڈ مافیا ہی سمجھ لیں پھر بعد میں قیمتیں بڑھنے کے بعد یہ صنعتکاروں کو بیچی جاتی ہیں۔

برطانیہ میں خودکشی کی روک تھام کے وزارت قائم:

بعض واقعات، اقدامات اور عمل ایسے ہوتے ہیں جو چیخ چیخ کر اپنے اندر چھپی پوری اصلیت اور کہانی بتا دیتے ہیں۔ تف ہے ان بدبختوں پر جو برطانوی تسلط سے نام نہاد آزادی پالینے

کے باوجود بھی ابھی تک انہی کے اسیر ہیں اور ہر معاملے میں ان کا قبلہ وہی مادہ پرست مغرب ہے جہاں خودکشیوں کی روک تھام کے لیے اب وزارت قائم ہوگئی ہے۔ برطانوی وزیراعظم تھریسامے نے گزشتہ دنوں "انسداد خودکشی" کی وزارت کے لیے ایک ماہر نفسیات خاتون کو وزیر مقرر کیا ہے جو دنیا کی پہلی وزیر برائے انسداد خودکشی ہوں گی۔ برطانیہ میں ویسے تو ہر عمر کے افراد میں خودکشیوں کا رجحان بڑھ رہا ہے لیکن زیادہ تعداد طلباء کی ہے جو امتحان میں ناکامی سے لے کر فیس بک اکاؤنٹ ڈیلیٹ ہونے تک پر خودکشی کر لیتے ہیں۔ پچھلے سال رکن پارلیمنٹ کارل سارجنٹ نے اس وجہ سے خودکشی کر لی کیونکہ اس پر خواتین کو ہراساں کرنے کا الزام لگا۔ اس کے علاوہ بعض واقعات ایسے بھی ہیں جن میں خودکشی کرنے والے اشخاص خودکشی سے پہلے دوسروں کو بھی قتل کر ڈالتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق سالانہ تقریباً ۹۵ طلباء برطانیہ کی جامعات میں خودکشی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ خودکشی کی شرح میں اضافے کا سبب سوشل میڈیا بھی ہے۔ بعض فورمز تو ایسے بھی ہیں جہاں باقاعدہ خودکشی کا مشورہ اور ترغیب دی جاتی ہے۔ اب اسے شیطانیت کے علاوہ اور کیا کہا جائے کہ ایسی ترغیب دینے والے کا کسی کی خودکشی سے بھلا اس کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ چودہ سالہ ہانا سمتھ کی خودکشی سے متعلق جب تحقیقات ہوئیں تو پتہ چلا کہ اس نے انٹرنیٹ پر کسی کے ڈرانے دھمکانے سے تنگ آکر خودکشی کی۔

برطانوی فوج میں بھی خودکشی کا رجحان بلند ترین سطح پر ہے۔ برطانوی حکومت نے انسداد خودکشی کی مہم کے لیے ۲.۴ ملین ڈالر رقم مختص کی ہے۔ افغانستان و عراق میں ڈیوٹی انجام دینے والے فوجیوں کی اکثریت ذہنی امراض کا شکار ہیں۔ کئی سال ایسے بھی گزرے ہیں کہ خودکشی کر کے مرنے والے فوجیوں کی تعداد جنگ میں مرنے والے فوجیوں سے زیادہ رہی۔ کنگز کالج لندن کی تحقیق کے مطابق سترہ فیصد فوجی اہلکار جنہوں نے جنگ میں شرکت کی ممکنہ طور پر دماغی عارضے میں مبتلا ہوئے ہیں۔

کینیڈا میں بھنگ کی مقبولیت:

امریکہ کے بعد کینیڈا میں بھی بھنگ اور اس سے بنی مصنوعات کی قانونی فروخت کی اجازت کے بعد ملک بھر میں بھنگ سے بنی اشیاء کی مقبولیت اپنے عروج پر ہے۔ مانٹریال سمیت متعدد شہروں میں بھنگ کی فروخت کے لیے قائم اداروں اور دکانوں پر سٹاک چند گھنٹوں میں ہی بک گیا جس کے بعد بڑھتے ہجوم کو کنٹرول کرنے کے لیے پولیس طلب کی گئی۔ صرف دو روز میں دو کروڑ کینیڈین ڈالر کی بھنگ سے بنی مصنوعات بیچی گئیں اور ہزاروں کسٹمرز کو مزید درکار ہیں۔ کینیڈا میں اگرچہ برسوں بھنگ کے استعمال پر پابندی رہی تھی۔ ۲۰۰۱ء میں اس کا استعمال ادویات کی تیاری میں کافی مقبول ہو چکا تھا اور سکون حاصل کرنے والی ادویات کی تیاری میں اس کا استعمال کیا گیا۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف ایک سال کے عرصے میں بھنگ کے استعمال کرنے والوں کی تعداد ساٹھ لاکھ سے تجاوز کر جائے گی۔ حکومت کی جانب سے ۱۳ علاقوں میں بھنگ کی کاشت کے لیے ۵۰۰ سے زائد کاشتکاروں کو لائسنس جاری کیے گئے ہیں۔ بچوں کے لیے بھنگ کی بنی مصنوعات جن میں ٹافیاں اور بسکٹ شامل ہیں، والدین بڑے شوق سے خرید رہے ہیں۔ وہ افراد جن کو پہلے بھنگ کے استعمال یا خرید و فروخت کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔ نئی قانون سازی کی وجہ سے وہ بھی مستفید ہونگے اور ایسے افراد کو رہا کرنے کے احکامات جاری ہوئے ہیں۔ کینیڈا اس وقت دنیا بھر میں بھنگ اور اس سے بنی مصنوعات فراہم اور تیار کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے اور اس کی بڑی معروف بھنگ پروسیسنگ کمپنی کو امریکہ کی جانب سے ۱۵۳ ملین ڈالرز کے آرڈر مل چکے ہیں۔

دوسری جانب طبی ماہرین بھنگ کو انسانی ذہن اور جسم کے لیے انتہائی مضر قرار دیتے ہیں۔ اس کی عادت پڑ جائے تو انسان کسی سماجی، معاشرتی، تعلیمی اور تجارتی سرگرمی کے لائق نہیں رہتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا امریکی اور کینیڈین حکومتیں ان حقائق سے بے خبر ہیں کہ اپنی عوام کو نشئی بنانے جا رہے ہیں۔ کیا بھنگ کو قانونی قرار دینے کے فیصلے کے پیچھے تجارتی مفادات ہیں یا عوام کو سو فیصد ناکارہ اور غلام بنانے کا کوئی دجالی منصوبہ زیر عمل ہے۔ اور پھر کیا عوام بھی ایسی جاہل اور لاعلم ہے کہ اپنے بچوں تک کو بھنگ کا استعمال کروا رہے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں قادیانیت کا پرچار:

لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنس (لمز) کے ڈیپارٹمنٹ ہیومینٹیز اینڈ سوشل سائنسز کے اسسٹنٹ پروفیسر تیمورالرحمان نے طلباء و طالبات کے ایک گروپ کو 'رنگ نامی این جی او کے زیر انتظام مطالعاتی دورے کے نام پر ربوہ میں قادیانی مرکز کا دورہ کرایا۔ اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے ملک میں قادیانیت کے پرچار کے لیے تعلیمی اداروں تک انہیں رسائی مل جانا، اس کے نوجوان نسل پر کتنے دوررس نتائج مرتب ہونگے یہ سوچ کر ہی روح کانپ جاتی ہے۔ اس دورے میں قادیانی مرکز میں طلبہ کو پروجیکٹر کے ذریعے قادیانیوں کی نام نہاد فلاحی سرگرمیاں دکھا کر باور کرایا گیا کہ قادیانیوں کو انسانیت کی کتنی

فکر لاحق ہے۔اس کے علاوہ طلباء کو قادیانیوں کی جانب سے سی ڈیز بھی فراہم کی گئیں۔ دورے کے بعد سوشل میڈیا پر اس دورے کی تصاویر طلباء کی جانب سے قادیانیوں سے اظہار یکجہتی کہہ کر شیئر کی گئیں۔

اس واقعے کے بعد مختلف مذہبی حلقوں اور شخصیات کی جانب سے تشویش کا اظہار کیا گیا۔ ایک مذہبی جماعت کے سربراہ کی جانب سے بیان دیا گیا کہ لمز طلباء کا ربوہ کا دورہ قابل تشویش ہے اور قادیانی آئین پاکستان کو تسلیم کرلیں ورنہ وہ ہمارے لیے ناقابل برداشت ہیں۔اب اسے سادگی کہیں یا کچھ اور کہ آج ہم نے دین کی جزئیات سے لے کر عقائد اور اسلام کی بنیاد کو بھی آئین سے مشروط کرڈالا ہے اور صرف اسی ایک معاملے میں نہیں بلکہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں بھی ہم آئین کا حوالہ دینا فرض سمجھتے ہیں۔

سکولوں کالجوں کا تعلیمی نصاب جو پہلے ہی نوجوان نسل کے ذہنوں میں شکوک کے بیج بورہا ہے اور انہیں مسخ شدہ تاریخ رٹا کر کفروارتداد کا آسان شکار بنارہا ہے تو ایسے طلباء بھلا کس طرح قادیانیت کے دجل کے سامنے ٹھہر سکیں گے۔

سعودی عرب کی جانب سے ملنے والا قرضہ ،بدلے میں پاکستان کیا دے گا:

ایسے حالات میں جب پاکستان کے لیے آئی ایم ایف سے سخت شرائط پر قرضہ لینا ممکن نہ رہا تھا سعودی عرب کی جانب سے پاکستان کو حالیہ معاشی مشکلات سے نمٹنے کے لیے تین ارب ڈالر کی رقم اور تین سال تک تین ارب ڈالر کا ادھا تیل دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ جس کو حکومت پاکستان کی جانب سے غنیمت سمجھا گیا ہے۔واضح رہے کہ ایک ماہ قبل کے دورے میں پاکستان کو سعودی عرب کی جانب سے اپنی معاشی مشکلات کا بہانہ بنا کر مدد دینے سے انکار کر دیا گیا تھا۔

پھر صرف ایک مہینے میں ایسا کیا ہوا کہ سعودی عرب قرضہ دینے پر آمادہ ہوگیا۔ایک وجہ تو جمال خاشقجی کا قتل ہے جس کے سبب سعودی حکومت پر بہت سخت دباؤ آیا ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس سمیت بہت سے یورپی ممالک کی جانب سے سعودی تجارتی کانفرنس کا بائیکاٹ کیا گیا تھا۔برطانیہ کے انٹرنیشنل ٹریڈ سیکورٹی اور امریکی وزیر خزانہ اسٹیون نے کانفرنس سے چند روز پہلے شریک نہ ہونے کا اعلان کیا۔جرمنی کی جانب سے بھی بیان سامنے آیا کہ جب تک جمال خاشقجی کے قتل کیس میں تحقیقات جاری ہیں ان کا ملک سعودی عرب کو اسلحے کے سازوسامان کی فراہمی معطل رکھے گا۔اس کے علاوہ بین الاقوامی اہم تجارتی کمپنیوں اور اداروں کے نمائندوں نے کانفرنس میں شرکت سے گریز کیا حالانکہ یہ کانفرنس کے پہلے حصے میں شرکت کرچکے تھے۔بل برگ، سی این این اور فنانشل ٹائمز سمیت دیگر کئی میڈیا گروپ بھی کانفرنس کا بائیکاٹ کرنے میں شامل تھے۔اسی باعث سعودی عرب دباؤ اور تنہائی کا شکار تھا اور اسے اس موقع پر پاکستان کے ساتھ کی ضرورت تھی۔ایک اور اہم اور بنیادی وجہ یمن معاملے پر سعودی عرب کو پاکستان کی حمایت کی ضرورت ہے۔اس سے قبل نواز حکومت میں بھی سعودی عرب کی جانب سے ایک ڈویژن پاکستانی فوجیوں کی سعودی عرب میں تعیناتی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔اس تعیناتی کا مقصد پاکستانی فوج کی جنگ میں شمولیت نہیں تھا بلکہ سعودی عرب بطور دباؤ کے اس تعیناتی کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔لیکن اس وقت پارلیمان میں شدید تنقید کے سبب پاکستان ایسا نہ کرسکا۔پی ٹی آئی کے رہنما بھی اس تنقید میں شامل تھے۔یوں اس معاملے پر شور شرابے کے سبب پاکستان نے انکار کر دیا اور سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کسی قدر خراب بھی ہوئے۔بظاہر اب حکومت کی جانب سے ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے کہ پاکستان سعودی عرب اور یمن کے مابین ثالثی کرے گا لیکن ایسا ہوتے دکھائی نہیں دے رہا۔پاکستان کو مجبوراً سعودی عرب کی بات ماننا ہی پڑیگی۔اور اگر دوبارہ مزید بھیک مانگنے کی ضرورت ہوئی تو پھر تو پاکستان کے پاس کوئی آپشن ہی نہ بچے گا کہ وہ سعودی عرب کو انکار کرسکے۔ذرائع کے مطابق سعودی عرب خاشقجی کے معاملے میں بھی پاکستان کی مدد چاہتا ہے۔

ترکی کے صدر کی جانب سے تند و تیز بیانات جلتی پر تیل کا کام کررہے ہیں۔سعودی حکومت کسی بھی طریقے سے اس معاملے کو دبانا چاہ رہی ہے چاہے یہ کسی کے قربانی کا بکرا بنادیے جانے کے ذریعے ہوجائے اور محمد بن سلمان اس معاملے سے صاف شفاف نکل سکے۔ذرائع کے مطابق سعودی عرب کی خواہش ہے کہ پاکستان اس سلسلے میں ترکی پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے اور ترکی سعودی عرب پر اس کیس کے حوالے سے دباؤ کم کردے۔

برطانیہ نے نائیجیریا سے لوٹے گئے اربوں ڈالر دبا لیے:

نائیجیریا کا سابق فوجی حکمران جنرل ثانی اباچا جس نے ۱۹۹۳ء میں اقتدار سنبھالا تھا اور صرف پانچ سال کے اقتدار میں ملکی خزانے کو جی بھر کر لوٹا اور یہ پیسہ بیرون ملک منتقل کیا۔۱۹۹۸ء میں ہی اباچا کی موت واقع ہوگئی۔۲۰۱۵ء میں صدر بننے والے محمد بوہاری نے

کرپشن کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا اور اباچا کے دور میں بیرون ملک بھیجا جانے والا ناجائز پیسہ واپس لانے کے عزم کا اظہار کیا۔ تفتیش میں یہ بات سامنے آئی کہ پانچ سالہ دور میں دس ارب ڈالر کی کرپشن ہوئی جس میں سے چار ارب ڈالر بیرون ملک منتقل کیے گئے جن میں سر فہرست برطانیہ تھا اور اس کے بعد برطانیہ امریکہ، فرانس اور سوئزر لینڈ کے بینک شامل ہیں۔

ان حقائق کی تصدیق فنانشل ٹائمز لندن نے بھی اپنی رپورٹ میں کی۔ منی ٹریل سے ثابت ہوا کہ یہ رقم لندن کے پندرہ بینکوں میں منتقل ہوئی اور اہم بات یہ ہے کہ برطانوی حکام نے جانتے بوجھتے اس لوٹی گئی رقم کی برطانوی بینکوں میں منتقلی پر کوئی پابندی نہیں لگائی کیونکہ برطانوی حکومت کی نظر میں یہ معیشت کو نقصان پہنچانے کے مترادف تھا۔ اس لوٹی گئی رقم کی واپسی کے سلسلے میں برطانیہ اور نائیجیریا کی حکومت کے مابین تین سال سے مذاکرات چل رہے تھے اور رواں برس جون میں ایک مفاہمت کی دستاویز پر دونوں حکام کی جانب سے دستخط بھی کیے گئے جس میں ابتدائی طور پر پانچ سو ملین ڈالر کی واپسی کا طریقہ کار طے ہونا تھا۔ لیکن حال ہی میں برطانوی حکومت کی جانب سے ایسا مضحکہ خیز بیان سامنے آیا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کہا گیا ہے کہ برطانیہ فی الحال یہ رقم واپس کرنے کا اس لیے ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ خدشہ ہے لوٹی گئی رقم واپس ملنے پر نائیجیریا کی حکومت اس کا درست استعمال نہیں کر سکے گی۔

نائیجیریا میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیم نے برطانیہ کے اس طرز عمل کو غیر منصفانہ اور غیر اخلاقی قرار دیتے ہوئے عالمی عدالت انصاف میں جانے کا اعلان کیا ہے۔ تنظیم کا کہنا ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ لوٹی گئی رقم نائیجیریا کی وفاقی حکومت کی ملکیت ہے تو برطانیہ کس بنیاد پر اس رقم کی واپسی سے مکر سکتا ہے۔ دیکھا جائے تو ایسا صرف نائیجیریا ہی میں نہیں بلکہ غریب ممالک بالخصوص اسلامی ممالک میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ مغرب نے اپنے جمہوری نظام کے ذریعے اور کہیں پر بادشاہتوں کے ذریعے کرپٹ حکمرانوں کو مسلط رکھا ہوا ہے۔ یہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کا استحصال کر کے لوٹی گئی رقم کو مغربی ممالک میں رکھواتے ہیں۔ قانون، انصاف اور انسانیت کا راگ الاپتا مغربی نظام اس بدترین ڈاکہ زنی کو دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی اندھا بن جاتا ہے۔ یہ لٹیرے حکمران لوٹی گئی رقم کا کچھ حصہ ہی استعمال کر پاتے ہیں اور بقایا رقم ان بینکوں کے لیے منافع بن جاتا ہے۔

نائیجیریا سے لوٹی گئی دولت کا ایک بڑا حصہ امریکی بینکوں میں بھی موجود ہے۔ چند ماہ پہلے نائیجیرین صدر محمد بوہاری نے اپنے امریکی ہم منصب ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ وائٹ ہاؤس میں ملاقات کے موقع پر پانچ سو ملین ڈالر کی واپسی کے حوالے سے بھی بات چیت کی تھی لیکن امریکہ کی جانب سے ٹال مٹول سے کام لیا جا رہا ہے۔ اب تک سوئزر لینڈ ایسا ملک ہے جس نے لوٹی گئی رقم نائیجیریا کو واپس کی ہے یہ بھی تب ممکن ہو پایا جب ثانی اباچا کے بیٹے کے خلاف کرمنل مقدمہ چلایا گیا اور پھر ثانی اباچا کے بیٹے کی مرضی سے سوئیز رلینڈ کے بینکوں میں رکھے گئے ایک ارب دو کروڑ ڈالر نائیجیریا کو واپس ملے۔ یہ رقم کنڈیشنل کیش ٹرانسفر کے تحت نائیجیریا کی ۱۹ ریاستوں میں تین لاکھ دو ہزار غریب شہریوں میں تقسیم کیے گئے۔ یہ کہانی تو پانچ سالہ دور میں لوٹی گئی رقم کی واپسی کے متعلق تھی لیکن پاکستان کی اکہتر سالہ تاریخ میں سیاسی و فوجی لٹیروں نے جو لوٹ مار مچائی ہے اس کے خلاف کب کاروائی ہو سکے گی اس کا جواب شاید کسی کے پاس نہ ہوگا۔

آشیانہ ہاؤسنگ سکینڈل اور جنرل کیانی کے بھائی کی شکایت پر نیب کی پھرتیاں:

آشیانہ ہاؤسنگ سکینڈل جسے نیب ایک بڑا وائٹ کالر سکینڈل قرار دے رہا ہے، میں ایک فریق سابق آرمی چیف جنرل راحیل شریف کا بھائی کامران کیانی ہے۔ کالنسز کو ملنے والے ٹھیکے کی تنسیخ کامران کیانی کی جانب سے شہباز شریف کو بھیجی جانے والی شکایت پر ہوئی۔ کامران کیانی کی تعمیراتی کمپنی conpro بھی بولی جمع کروانے والوں میں شامل تھی جسے ٹھیکہ نہ مل سکا۔ جواباً کامران کیانی کی جانب سے شکایت معہ ثبوتوں کے شہباز شریف کو بھیجی جاتی ہے۔ بطور ثبوت آڈیو ریکارڈنگ اور تصاویر پیش کی جاتی ہیں جن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ٹینڈرنگ کا عمل شفاف نہیں تھا۔ کالنسز کمپنی کے فارم میں کچھ جگہ خالی تھی جو انہوں نے بقایا کمپنیوں کی جانب سے جمع کروائے جانے والے ٹینڈر دیکھ کر لکھے۔ یہاں ٹینڈرنگ کے عمل میں کی جانے والی ہیرا پھیریوں کا دفاع مقصود نہیں ہے کہ ایسا تقریباً سارے پاکستان میں تمام سرکاری اداروں اور سکیموں میں ہوتا ہے کہ ٹینڈر الاٹ کرنے میں طریقہ کار کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ لیکن یہاں معاملہ سابق سپہ سالار کے برادر محترم کا تھا جن کے پاس خفیہ اداروں کی افرادی قوت اور وسائل موجود تھے جو باریک بینی سے ٹینڈر الاٹمنٹ کو مانیٹر کر رہے تھے۔ لہٰذا ثبوت مہیا کرنا کیا مشکل تھا اور پھر سابق آرمی چیف کا بھائی شکایت کرے تو شہباز شریف صاحب کے لیے بھی مشکل ہے اور نیب بھی آستینیں چڑھا کر اس اہم قومی فریضے کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اور

شکایت کرنے والے شخص کی صداقت پر ایسا یقین کہ اس پورے معاملے میں کامران کیانی کو طلب کرنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی گئی۔

امریکی نوجوانوں کے موٹاپے سے فوج کا ریکروٹمنٹ شعبہ پریشان:

امریکی محکمہ دفاع کی جانب سے تسلیم کیا گیا ہے کہ امریکی نوجوانوں میں پھیلنے والی موٹاپے کی بیماری نے افواج کے ریکروٹمنٹ شعبے کی کارکردگی کو نقصان پہنچایا ہے اور وہ بھرتی کا ہدف ہی پورا نہیں کر پا رہے ہیں۔ایک اعلیٰ افسر کے مطابق زیادہ وزن والے یہ افراد اپنی تربیت ہی مکمل نہیں کر پاتے تو ان میں لڑنے کی صلاحیت کیا خاک ہو گی۔اسی سلسلے میں امریکی افواج اور وزارت دفاع کی جانب سے کیے جانے والے ایک سروے کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ ۱۷ سے ۲۴ برس کے ۷۰ فیصد نوجوان مسلح افواج کے کسی بھی شعبے میں بھرتی کے معیار پر پورا نہیں اترتے۔ان کا اوسط وزن ۸۰ سے ۱۰۰ کلوگرام ہے اور پیٹ ۴۰ سے زیادہ۔یہ ایک کلومیٹر تو کجا نصف کلومیٹر تک بھی بھاگنے کے قابل نہیں۔ امریکی جریدے آرمی ٹائمز کے مطابق افواج میں پہلے سے شامل موٹے افراد ہمارے لیے دردِ سر ہیں۔ان فوجیوں کی اتنی بیماریاں ہیں جن پر اٹھنے والے اخراجات بھی ایک الگ بوجھ ہے۔

داعش کے نام پر شام میں عام شہریوں کا قتل عام جاری:

۲۰ اکتوبر امریکی اتحادیوں کی شام کے مشرقی علاقے دیرالزور میں کی جانے والی بمباری میں نمازیوں سمیت ۶۲ افراد شہید ہوئے۔اس وحشیانہ کارروائی میں ایک مسجد شہید ہوئی جبکہ دوسری مسجد کو جزوی نقصان پہنچا۔ابوکمال شہر کے مضافاتی گاؤں میں ہونے والی بمباری سے بچوں عورتوں سمیت ۱۵ افراد شہید ہوئے۔ابوبدرن کے علاقے میں کیے جانے والی بمباری میں دس افراد شہید ہوئے۔ حملوں کے متعلق امریکی انتظامیہ کی جانب سے دعویٰ کیا گیا کہ یہ حملے داعش کے ٹھکانوں پر کیے گئے تھے جبکہ انسانی حقوق کی تنظیم سیرین آبزرویٹری فار ہیومن رائٹس کا کہنا تھا کہ جاں بحق ہونے والے افراد عام شہری تھے۔

۲۲ اکتوبر ادلب سے واپس دمشق کے دیہی علاقے قدیسی میں آنے والے افراد کی بہت بڑی تعداد کو بشار کی سیکیورٹی فورسز کی جانب سے گرفتار کر لیا گیا۔زیادہ تعداد ان میں خواتین اور بچوں کی تھی۔

۲۴ اکتوبر مشرقی دیرالزور حجین میں مسجد پر بمباری میں 7 شہری شہید ہوئے۔ حماہ سحر العنب کے گاؤں صرمانیہ کو بشاری فوج نے بمباری کا نشانہ بنایا۔شمالی لطاکیہ کے علاقوں طفاہیہ اور الکبانہ کو بشاری فوج نے راکٹوں سے نشانہ بنایا۔

۲۵ اکتوبر شمالی حلب حیان قصبے پر بھاری توپخانے سے گولہ باری کی جاتی رہی۔

۲۷ اکتوبر مشرقی دیرالزور میں سوسہ کے علاقے البوبدرن کے گاؤں کو امریکی اتحادیوں کی جانب سے داعش کا ٹھکانہ کہہ کر نشانہ بنایا گیا۔حملے میں بچوں سمیت ۵ شہری شہید ہوئے۔ شمالی حماہ کے علاقے معورق کی جنوب مشرقی زرعی زمین پر بے تحاشا شیلنگ کی۔اس کے علاوہ لہیہ گاؤں پر سوران میں موجود روسی کیمپ سے تین دن تک بمباری کی جاتی رہی۔

۲۸ اکتوبر مشرقی دیرالزور الشعفہ کے علاقے میں بمباری سے تین شہری شہید ہوئے۔ حلب میسر کے مضافاتی علاقے میں واقع عثمان بن عفان مسجد کے امام کو بشار کی سیکورٹی فورس نے اس بنیاد پر گرفتار کر لیا کیونکہ جمعہ کے خطبے میں اس نے بشار کے لیے دعا نہیں کی تھی۔

۳۱ اکتوبر ادلب سے تعلق رکھنے والے ایک ماں اور اس کا بچہ ترکی میں داخلے کی کوشش کے دوران دریا میں ڈوب گئے۔سول ڈیفنس کی ٹیم نے بچے کی لاش تو نکال لی لیکن ماں کی لاش نہ مل سکی۔

۳ نومبر ہونے والے امریکی فضائیہ کے حملے میں مشرقی دیرالزور خالد بن ولید مسجد کے عقب میں ایک گھر کو نشانہ بنایا گیا۔اس حملے میں ۷ خواتین اور بچوں کی شہادتیں ہوئیں۔

۴ نومبر سیرین آبزویٹری کی جانب سے انکشاف کیا گیا کہ حلب کے علاقے جو نصیری فوج کے کنٹرول ایریا ہیں، میں کم عمر لڑکوں کو شامی فوجی اغواء کر کے زیادتی کا نشانہ بناتے ہیں اور قتل کر کے پھینک دیتے ہیں۔ایسے ہی بڑھتے واقعات کے سبب سکولوں کی شام کی شفٹ کے اوقات کار تبدیل کر دیئے گئے ہیں تاکہ بچے اندھیرا ہونے سے قبل گھر پہنچیں اور محفوظ رہیں۔ دیہی ادلب کے علاقے۔جرجاناز میں بشاری فوج کی زمینی بمباری میں دس شہری شہید ہوئے۔

مغربی دمشق میں بشاری افواج نے بسیمہ اور عین الفجہ کے علاقے میں شہریوں کے مکانات مسمار کر دیے گئے۔

ایک طرف روسی، امریکی اور نصیری فوج کی بمباری بلا تعطل جاری رہتی ہے تو دوسری طرف دورِ جدید کے خوارج اپنے کارندوں کے ذریعے ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔یکم اکتوبر خوارج کے خفیہ سیل نے حلب کے کاسٹیلو علاقے میں ۴ مجاہدین کو

ہدف بنا کر شہید کر دیا۔

چاقو بردار حملہ آوروں کی لوٹ مار کے سامنے بے بس برطانوی حکومت:

برطانیہ کے کرائم نیشنل ڈیپارٹمنٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال کا شماریاتی جائزہ بتاتا ہے ۲۰۱۷ء میں لندن میں چھری بازوں نے پندرہ ہزار وارداتیں کیں۔ ان وارداتوں میں سینکڑوں افراد کو مزاحمت پر قتل اور زخمی کیا گیا۔ اس لحاظ سے یومیہ اوسط ۴۱ حملے بنتا ہے جن کو روکنے میں لندن پولیس مکمل ناکام دکھائی دے رہی ہے۔ لندن کے مقامی اخبار ڈیلی ایکسپریس کے مطابق پولیس نے ایک سال میں ۱۴۹۸۷ چھری بازوں کے حملوں کو ریکارڈ کیا ہے۔ ہر سال ایسی وارداتوں میں ۱۵٪ اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک سال کی مدت میں خنجر برداروں نے ۱۹۱ افراد کو قتل کیا ہے۔ ۳۶۳۸ وارداتیں چھیننے اور اے ٹی ایم کی لوٹ مار کی ہیں اس کے علاوہ چھری دکھا کر زیادتی کے واقعات بھی ۲۰۰ سے زائد ہیں۔ لندن میٹرو پولیٹن پولیس ڈیپارٹمنٹ کے مطابق چھری بازوں کے حملوں میں شدید زخمی ہونے والے شہریوں کی تعداد ۵۷۰۵ بتائی جاتی ہے اور عام زخمی افراد کی تعداد ۴۳۵۹ ہے۔ اگرچہ پولیس محکمے نے کیمروں کے ذریعے ۲۰۰۰ کے قریب حملہ آوروں کو گرفتار کیا ہے لیکن اس کے باوجود حملوں میں کوئی کمی نظر نہیں آرہی ہے۔ ان حملوں کے سدباب کے لیے اینٹی نائف کرائم سکواڈ بھی بنایا گیا ہے لیکن اس کی کارکردگی پر تاحال سوالیہ نشان ہے۔ حملوں کا شکار افراد نفسیاتی طور پر بھی شدید متاثر رہتے ہیں۔

پرائیویٹ بڑے سکولوں میں طلباء کو منشیات بآسانی میسر ہے:

والدین کی جانب سے فیسوں میں اضافے کے خلاف دائر کی گئی درخواست پر سپریم کورٹ میں ہونے والی سماعت کے موقع پر نجی سکولوں کے کئی معاملات زیر بحث آئے۔ پرائیویٹ سکول مالکان کے وکیل سے مکالمے کے دوران کہا گیا کہ آپ اپنی مرضی سے فیس چارج کر رہے ہیں اور کہتے ہیں its our right to trade (یعنی ہمیں تجارت کا حق ہے) تو آپ تعلیم بیچ رہے ہیں۔ والدین کے وکیل کا موقف تھا کہ سکول والے کہتے ہیں کچھ بچتا ہی نہیں جبکہ برانچیں بڑھ رہی ہیں۔ چیف جسٹس کی جانب سے ایک موقع پر کہا گیا: ’’ایک بندہ ایک ڈیڑھ لاکھ تنخواہ لیتا ہے جس کے تین بچے ہیں وہ کیسے تیس تیس ہزار ہر بچے کی فیس دے گا۔ فیسوں کے لیے ضابطہ کار ہونا چاہیئے‘‘۔ کیا کہئے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عدل و انصاف کو، انہیں فکر لاحق بھی ہوئی تو کس طبقے کی جو مہینے کی لاکھ ڈیڑھ لاکھ تنخواہ لیتا ہے اور وہ غریب جو بمشکل مہینے کے دس بارہ ہزار کماپاتا ہے وہ کس طرح بچوں کو پڑھاتا ہو گا اس کی طرف موصوف کا دھیان نہیں گیا۔ سماعت کے دوران چیف جسٹس کی جانب سے یہ ریمارکس بھی دیئے گئے کہ بڑے پرائیویٹ سکولوں میں طلباء کو منشیات بآسانی میسر آجاتی ہے اور یہ سکول کا نچلا عملہ ہی انہیں مہیا کرتا ہے۔ چیف جسٹس نے یہاں تک کہا کہ میں ان سکولوں کا نام نہیں لینا چاہتا۔

جعلی انکاؤنٹر سپیشلسٹ ایک بار پھر مفرور:

اطلاعات ہیں کہ نقیب قتل کیس کا مرکزی ملزم اور جعلی مقابلوں کا ماہر سابق ایس ایس پی راؤ انوار دوبارہ غائب ہو گیا ہے۔ عدالت طلبی کا نوٹس اس کے ملیر کینٹ والے گھر پر چسپاں کر کے عدالت تو بری الذمہ ہو گئی ہے۔ تفتیشی افسر ایس ایس پی ڈاکٹر رضوان کا کہنا تھا کہ اسے بھی کچھ معلوم نہیں۔ واضح رہے کہ عدالت کی جانب سے اس لاڈلے کے لیے اس کے ملیر کینٹ والے گھر کو سب جیل قرار دیا گیا تھا اور سپریم کورٹ کی جانب سے نقیب کے والد، رشتہ داروں اور گرینڈ جرگہ کے عمائدین سے حلف نامہ لیا گیا تھا کہ وہ راؤ انوار کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اخباری نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے گرینڈ جرگہ کے رہنما سیف الرحمان محسود کا کہنا تھا وہ مقدمے کی سماعت اٹینڈ کرنے کے لیے خصوصی طور پر کراچی سے آئے تھے اور ان کو بعض ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ راؤ انوار اب اپنے گھر پر نہیں ہے اور عدالتی نوٹس بند گھر پر لگائے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہائی پروفائل کیس کے ملزم کا گھر سے غائب ہو جانا متعلقہ سرکاری اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ راؤ انوار کے ۱۳ مفرور ساتھیوں کی گرفتاری کے سلسلے میں بھی تاحال کوئی پیش رفت نہیں ہو پائی ہے۔ پی ٹی آئی کے اراکین جو الیکشن سے قبل نقیب اللہ کیس کے ملزم سمیت جعلی انکاؤنٹر میں ملوث پولیس اہلکاروں کو سزا دلوانے کے وعدے کرتے تھے اب اس پورے معاملے سے ایسے غائب ہوئے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

اس کیس کو اگر عدلیہ کی کارکردگی کا علامتی ٹیسٹ کیس کے طور پر لیا جائے تو بجا ہو گا کہ اس کیس نے بوگس عدالتی نظام کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا ہے اور اس گلے سڑے نظام کی حقیقت کیا ہے، بالکل واضح کر دیا ہے ایک ایسا کیس جس نے ملک گیر شہرت پائی ہو، میڈیا، عدلیہ، سیاستدانوں حتی کہ جرنیلوں کی جانب سے انصاف فراہم کرنے کی جھوٹی تسلیاں دی گئیں، نتیجہ صفر ہے۔ اب خود اندازہ لگالیجئے کہ عام کیسز میں غریب کو کس کس طرح اس نظام میں انصاف کے حصول کے ذلیل و خوار کیا جاتا ہو گا۔

☆☆☆☆☆

پیغامِ تقویٰ

جُھوٹ، چُغلی، حَسد، کِبر، غیبت سے بچ
بُغض، دھوکہ، رِیا اور تہمت سے بچ

غُصّہ، تصویر، مُووی، مِلاوٹ، دَغا
چوری، جُوًا، نشہ، قتل و غارت سے بچ

ڈھول کی تھاپ پر ناچتے مرد و زن
بدنگائی، زِنا، فِکرِ شہوت سے بچ

اے نظر دائماً تجھ پہ رب کی نظر
اے نظر اپنے رب کی بغاوت سے بچ

راہِ تقویٰ پہ چلنے کی کوشش تو کر
بُزدلی، بُخل، بہتان، غفلت سے بچ

سُنتوں کے مطابق ہوں شادی و غم
سادگی کر میاں شان و شوکت سے بچ

لوگ غیروں سے مانگیں مگر تُو سدا
شرک جیسی غِلاظت نِجاست سے بچ

عشقِ آقا سمجھنا ہے ہُدہُد اگر
اہلسنت میں آ اہلِ بدعت سے بچ

ہُدہُد الہ آبادی

حق وہی ہے جس کو شریعت میں بیان کر دیا گیا

”میرے پیارے مجاہد بھائیو! ایک بات کو اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے میدان میں جن چیزوں سے منع فرمادیا، اسی میں جہاد کی بہتری ہے، ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہماری عقل و فہم اس کا ادراک کر سکے یا نہ کر پائے۔ حق وہی ہے جس کو شریعت میں بیان کر دیا گیا، اسی میں دین کا فائدہ ہے، اسی میں جہاد کا فائدہ ہے۔ مثال کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی ان عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا جو جنگ میں شریک نہ ہوں۔ اب اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلے اپنی عقل چلائے، وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو مارنے سے دشمن پر رعب بڑھے گا، اس کو زیادہ تکلیف پہنچے گی اور اس کے لڑنے کے عزم میں کمزوری پیدا ہو گی چنانچہ عورتوں اور بچوں کو مارنا شروع کر دے تو اس کو اس کی کم عقلی اور تجربے کی کمی کہا جائے گا۔ ایک سطحی قسم کا جنگجو جو انسانی نفسیات سے واقف نہ ہو، ایسا سوچ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ گہرائی کے ساتھ انسانی نفسیات اور ان اثرات کا جائزہ لیں جو عورتوں اور بچوں کے خون سے معاشرے پر پڑتے ہیں تو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صداقت پر ایمان اور پختہ ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ یہ اصول آج جدید جنگوں کے دور میں بھی اُتنا ہی مفید ہے جتنا کہ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے تھا۔ آپ خود تصور کیجیے کہ آپ کے اندر نفرت اور غصہ کس صورت میں زیادہ پیدا ہو گی، اپنے لڑنے والے مردوں کی لاشوں سے یا اپنی عورتوں اور بچوں کی لاشیں دیکھ کر؟ یاد رکھیے! عورتوں اور بچوں کی لاشیں اور ان کا خون انسان کے دل میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکاتا ہے حتیٰ کہ بزدل سے بزدل انسان بھی اپنی عورتوں اور بچوں کی خاطر مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عورت جیسی کمزور ذات اپنے بچے کو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کر دیتی ہے؟ معلوم ہوا، عورتوں اور بچوں کا خون قاتل کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکاتا ہے، اس کے دشمن کی تعداد میں اضافے کا سبب بنتا ہے اور مخالف کے لڑنے کے جذبے کو مہمیز کرتا ہے۔ اگر آپ اس بات کو سمجھ لیں کہ بچوں اور غیر مقاتل عورتوں کا خون معاشرے میں نفرت اور انتقام پیدا کرتا ہے تو اس کے بعد اس حقیقت کو بھی سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کا حکم اس لیے فرمایا کہ وہ اس کے ذریعے دشمنانِ دین کے لڑنے کے جذبے کو توڑ دیں، ان کے لڑنے کے عزم کو شکست دے دیں۔ چنانچہ دشمن کی قیادت اور اعلیٰ دماغوں کی کھوپڑیاں اڑانے کا حکم فرمایا گیا: فَقَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ کہ ان کی قیادت سے جنگ کرو۔ اس کا مقصد آگے بیان فرمایا لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ تاکہ وہ نظامِ شریعت کے مقابلے لڑنے سے باز آجائیں۔ اس کی تفسیر میں امام ابو سعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ليكن غرضكم من القتال انتهاؤهم عما هم عليه من الكفر وسائر العظائم لا مجرد إيصال الأذية بهم یعنی تمہارا ان کو قتل کرنا ان جنگجوؤں کی طرح نہیں جو جاہلی عصبیتوں کی خاطر اپنے دشمن کو صرف تکلیف پہنچاتے ہیں، اور کوئی مقصد نہیں ہوتا بلکہ تمہارے قتال کا مقصد تو یہ ہے کہ جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیان کرتے تھے کہ دشمن کی قیادت کے سر اڑا کر ان رکاوٹوں کو ختم کر دیا جائے جو اس نظام کے نفاذ میں رکاوٹ ہیں تاکہ عام لوگوں کے لیے ہدایت کے دروازے کھل جائیں اور وہ اللہ کے دین میں اپنی خوشی سے داخل ہو جائیں۔ چنانچہ دشمن کے لڑنے کے عزم کو توڑنے کے لیے جارحانہ انداز میں ان پر تابڑ توڑ حملے کیے جائیں، ان کے کُشتوں کے پُشتے لگا دیے جائیں، ان کی قیادت کی کھوپڑیاں اڑائی جائیں، ان کے افسروں کو نشانہ بنایا جائے تاکہ ان کے لڑنے کے حوصلے ٹوٹ جائیں جیسا کہ آج الحمد للہ افغانستان میں امریکیوں اور اتحادی فوجوں کے ٹوٹ چکے ہیں“۔

مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ، امیر جماعۃ قاعدۃ الجہاد برصغیر